سیرتِ احمدؑ

مرتّبہ
قدرت اللہ سنوری
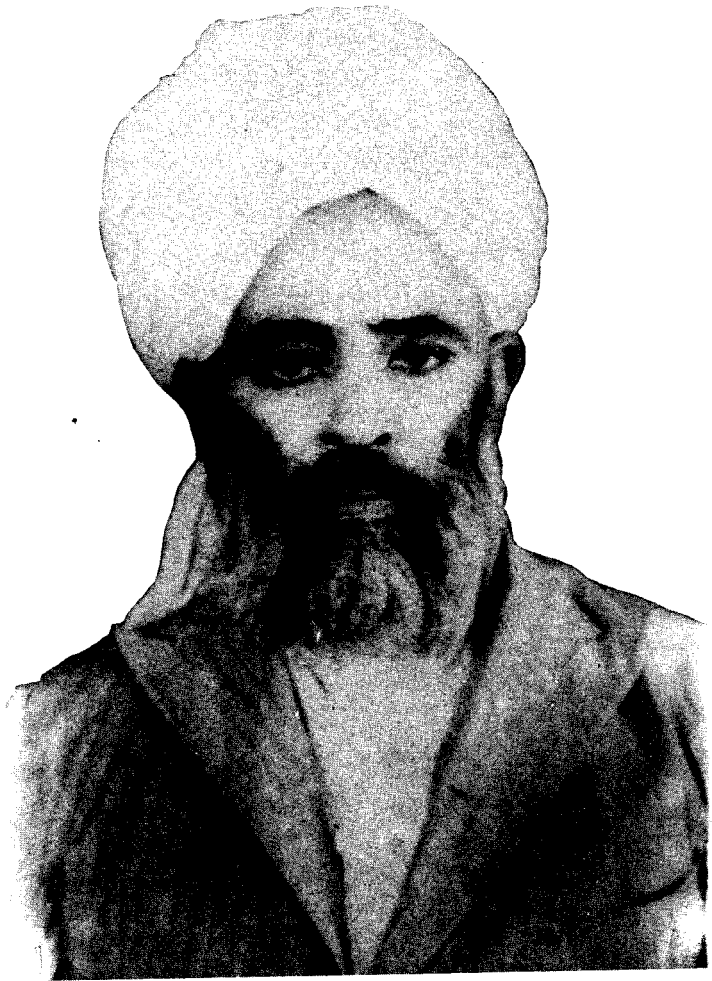
حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری - کتاب مولف ہذا

الحاج مسعود احمد خورشید

سیرت احمد

یعنی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے چھبیس (۲۶) بلند پایہ صحابہ کی ایمان افروز اور غیر مطبوعہ روایات جو راقم الحروف (قدرت اللہ سنوری) نے ۱۹۱۵ء میں اپنے الفاظ میں قلمبند کی تھیں۔ کتاب کے آخری حصہ میں حضور اقدس کے بعض خطوط کی نقل کے علاوہ اپنی سوانح حیات بھی درج کردی ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کے جملہ اخراجات میرے بیٹے الحاج مسعود احمد صاحب خورشید کراچی نے برداشت کئے ہیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الثانی المصلح الموعود کا ایک ارشاد

مرتب کتاب ہذا کے متعلق

"ناصر آباد میں میری زمینوں پر ایک دوست منشی قدرت اللہ صاحب سنوری مینیجر تھے۔ ایک دفعہ ہم زمین دیکھنے گئے۔ چونکہ سندھ میں صدر انجمن احمدیہ کی زمین تھی۔ اس لئے میرے ساتھ چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے اور مرزا بشیر احمد صاحب بھی تھے۔ وہاں ان دنوں گھوڑے کم ملتے تھے۔ انہوں نے میرے لئے گھوڑا کسی سے مانگ لیا تھا۔ اور دوسرے ساتھی میرے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ منشی قدرت اللہ سنوری صاحب نے باتوں میں بتایا۔ کہ انہیں اس قدر آمد کی امید ہے۔ اس پر چوہدری صاحب اور مرزا بشیر احمد صاحب نے اس خیال سے کہ منشی قدرت اللہ صاحب کو ان باتوں کا علم ہو کر تکلیف نہ ہو۔ آپس میں انگریزی میں باتیں کرنی شروع کردیں۔ اور یہ کہنا شروع کردیا۔ کہ یہ شخص گپ ہانگ رہا ہے۔ اتنی فصل کبھی نہیں ہو سکتی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ منشی قدرت اللہ صاحب سنوری انگریزی نہیں جانتے۔ مگر دراصل وہ اتنی انگریزی جانتے تھے کہ ان کی باتوں کو خوب سمجھ سکیں۔ مگر وہ خاموشی سے ان کی باتیں سنتے رہے۔ جب انہوں نے باتین ختم کرلیں۔ تو منشی صاحب کہنے لگے۔ "آپ لوگ خواہ کچھ خیال کریں۔ دیکھ لینا میری فصل اس سے بھی زیادہ نکلے گی۔ جو میں نے بتائی ہے۔ آپ کو کیا معلوم ہے۔ میں نے ہر کھیت کے کونوں پر سجدے کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ فصل میری محنت کے نتیجہ میں نہیں۔ بلکہ میرے سجدوں کی وجہ سے ہوگی۔

میں نے ہر کھیت کے کونہ پر دو دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ اور چار چار سجدے کئے ہیں۔" اس پر ان دونوں کا رنگ فق ہوگیا۔ کیونکہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا انہیں پتہ نہیں لگ سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صدر انجمن احمدیہ کو اس سال گھاٹا رہا۔ لیکن منشی قدرت اللہ صاحب نے کئی ہزار روپیہ مجھے بھجوایا۔ میں نے سمجھا کہ یہ صدر انجمن کا روپیہ ہے۔ جو غلطی سے میرے نام آگیا ہے۔ لیکن دیکھا تو معلوم ہوا یہ میرا ہی روپیہ ہے۔ ساتھ ہی منشی قدرت اللہ صاحب نے مجھے لکھا کہ میرا اندازہ ہے کہ اتنی ہی آمد اور ہو جائے گی۔ میں نے جو پیداوار ابھی تک اٹھائی ہے۔ وہ میں نے ایک ہندو تاجر کے پاس بھیج دی ہے۔ آٹھ ہزار روپیہ میں بطور پیشگی لے کر بھیج رہا ہوں۔ اور میں ابھی اور روپیہ ارسال کروں گا۔ حالانکہ میری زمین صدر انجمن احمدیہ کی نسبت بھی بہت تھوڑی تھی۔ لیکن اس سال صدر انجمن احمدیہ کو گھاٹا رہا۔ لیکن مجھے نفع آیا۔ یہ محض منشی قدرت اللہ صاحب سنوری کے سجدوں کی برکت تھی"۔

(رپورٹ مجلس شوریٰ ص ۶۵ و ۶۶۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱ مارچ ۱۹۵۶ء)

یہ تو حضور کی ذرہ نوازی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ محض حضور کی برکت سے مجھے ۱۹۵۶ء سے آج تک لاکھوں روپے حاصل ہوئے ہیں۔

(قدرت اللہ سنوری)

فہرست روایات صحابہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

و علی عبدہ المسیح الموعود

روایات صحابہ

روایت ۱۔

حضرت حافظ سید حامد علی شاہ صاحبؓ

ایک صاحب مظفر گڑھ کے غلام مرتضٰی یا غلام مصطفٰی ڈپٹی تھے وہ ایک دنیا دار آدمی تھے۔ انہوں نے مختلف وسائل کو کام میں لا کر ایک لڑکی سے اس کے والدین کی اجازت کے بغیر شادی کر لی۔

کئی سال وہ لڑکی ان کے گھر میں رہی۔ اسی اثناء میں ڈپٹی صاحب نے اس لڑکی کے والدین کے ساتھ رسائی کر لی۔ اور ان سے بہت کچھ سلوک کر دیا۔ آخر آمد و رفت شروع ہو گئی۔ مگر حکمت الٰہی کچھ عرصہ بعد وہ لڑکی فوت ہو گئی۔

ڈپٹی صاحب کی عمر اس وقت ۷۰ سال کی ہو گی۔ مگر اس گھر میں جس کی لڑکی ان کے گھر میں تھی۔ ایک اور لڑکی جوان عمر کی تھی۔ انہوں نے چاہا کہ اب اس سے شادی کریں۔ لڑکی کا باپ راضی ہو گیا کہ بیٹی دے دوں۔ ڈپٹی صاحب کو حضرت صاحب کے حالات کا پتہ تھا۔ انہوں نے چاہا یہ ملہم ہیں۔

خدا اگر راضی ہو۔ اور مجھے اس بڑھاپے میں شادی سے کچھ فائدہ ہو تو
کروں ورنہ کیا ضرورت ہے۔ اس خیال سے حضرت صاحب سے خط و
کتابت کی اور اپنا حال لکھا کہ اگر آپ خدا سے دریافت فرماویں کہ یہ
شادی مبارک ہے تو میں شادی کرلوں۔ حضرت صاحب نے جواب میں لکھا
کہ عام طور پر دعا تو ہر ایک سائل کے لئے کر دی جاتی ہے لیکن اگر کوئی
خاص کراوے۔ تو جب تک اس کا کچھ تعلق اور بوجھ ہمارے ذمہ نہ ہو۔ ہم
دعا نہیں کرسکتے۔ ہاں اگر آپ کو ضرورت ہے۔ آپ قادیان آجائیں پھر
ہم پر بوجھ پڑ جائے گا۔ ہم دعا کر دیں گے۔ چنانچہ ڈپٹی صاحب معہ چند
آدمیوں کے یہاں آئے اور حضرت صاحب نے ان کو گول کمرہ میں جگہ دی
اور وہ وہاں اترے۔ خوب کھانے ان کے لئے حضرت صاحب کے حکم سے
پکتے تھے اور وہ کھاتے تھے حقہ نوشی بھی کرتے تھے۔

ایک دن شام کو عشاء کے وقت حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ حامد
علی ہم آج ان کے لئے دعا کریں گے۔ میں نے کہا بہت خوب۔ حضور
میرے فلاں کام کے لئے بھی دعا فرماویں۔ آپ نے فرمایا "بہت اچھا تم خود
بھی دعا کرنا استخارہ بھی کرنا۔ ہم بھی دعا کریں گے"۔ اور اندر تشریف لے
گئے۔ صبح کی نماز کے وقت باہر تشریف لائے۔ پوچھا کیا وہ سو رہے ہیں۔ میں
نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا "اچھا سونے دو"۔ غرض میں نے اور حضرت
صاحب دونوں نے نماز ادا کی۔ حضور نے فرمایا۔ میں اندر سے ہو کر اندر کی
گلی سے باہر بوہڑ کے نیچے آتا ہوں۔ تم باہر کے راستے سے آؤ۔ غرض ہم
دونوں بوہڑ کے نیچے جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہم نے رات ڈپٹی صاحب

کے واسطے بہت دعا کی۔ دعا تو ہم نے تمہارے لئے بھی کی مگر تمہارے لئے
ذرہ کم وقت خرچ کیا۔ سناؤ تمہیں کچھ خواب آیا۔ مجھ کو ایک خواب آیا تھا۔
میں نے سنایا۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ یہ اسی امر کے متعلق ہے۔ فرمانے لگے۔
ڈپٹی صاحب کے لئے بہت دعا کی گئی۔ مگر پتہ نہیں وہ کہاں چلی گئی۔ اور
تمہارے لئے جو دعا کی اس کا تو نتیجہ معلوم ہو گیا۔ یہ یاد رکھو کہ ان بڑے
آدمیوں نے سینکڑوں خون کئے ہوتے اور صدہا کی گلو تراشیاں کی ہوتی ہیں
ان کے لئے دعا آسمان پر نہیں جاتی۔ یونہی دھکا کھاتی ہے۔ اور غریبوں کا
حساب چونکہ تھوڑا ہوتا ہے اس لئے ان کے لئے دعا جلد قبول ہو جاتی ہے۔
غریب ایماندار دولت مند ایمانداروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل
ہوں گے۔ غرضیکہ وہ تین چار روز ٹھہرے حضور دعا کرتے رہے۔ کوئی
الہام نہ ہوا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ دعا بہت کی گئی کوئی الہام نہیں
ہوا۔ آپ استخارہ کرکے نکاح کر لیں۔ خدا بہتر کر دے گا۔ چنانچہ ڈپٹی
صاحب نے نکاح کر لیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد پھر خطوط لکھنے شروع کئے کہ
حضور دعا کریں خدا ایک لڑکا عطا فرماوے۔ حضرت صاحب نے پھر لکھا کہ
جب تک ہم پر بوجھ نہ پڑے خاص دعا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ وہ پورے سال
کے بعد پھر آگئے اور بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ کئی آدمیوں کے ساتھ۔ غرضیکہ
پہلی طرح ان کی بڑی خاطر شروع ہوئی اور حضرت صاحب نے ان کے لئے
دعائیں کرنی شروع کی کہ مسجد مبارک کا وہ حصہ جو پہلے بنا ہوا تھا اس کے
تین درجے تھے۔ سب سے اگلا درجہ نماز کے لئے اور درمیانی حصہ میں
حضور نے چلہ شروع کیا۔ تیسرے درجہ میں زینہ کے پاس میری چارپائی

ہوتی تھی۔ حضور نے روزے رکھنے شروع کئے اور رات کو مسجد کے
درمیانی حصہ میں حضور دری پر سو جایا کرتے تھے۔ چارپائی پر نہ سوتے تھے۔
غرض گیارہ دن حضور نے دعا کی۔ اور بہت دعا کی۔ اور آپ نے ڈپٹی
صاحب کو بہت دفعہ نصیحت فرمائی کہ حقہ چھوڑ دو۔ کم کرتے کرتے۔ لوگوں
سے کم ملا کرو۔ دن رات میں کم از کم پانچ سو دفعہ استغفار پانچ سو دفعہ درود
شریف پڑھا کرو۔ غرض گیارہ دن کے بعد الہام ہوا ''اگر توبہ نصوحی کرے
گا۔ لڑکا دے دیں گے''۔ آپ نے اس کو فرمایا۔ یہ الہام ہوا ہے۔ توبہ کے
ساتھ مشروط ہے۔ جس رات یہ الہام ہوا۔ اسی رات میں نے خواب دیکھا
اور صبح وہ خواب حضرت صاحب کو سنایا۔ وہ یہ کہ میں دیکھتا ہوں کہ حضرت
میر ناصر نواب صاحب کے گھر میں لڑکا مردہ پیدا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں میری
بیوی بیمار ہے۔ سخت تکلیف ہے۔ حضرت صاحب فوراً چلے آویں۔ توقف
نہ ہو۔ ہرگز ہرگز دیر نہ کریں۔ حضرت صاحب نے خواب سنا اور خاموش
رہے۔ چنانچہ بارہ بجے دن کے جب ڈاک آئی۔ حضرت صاحب کے پاس
حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کا خط آیا۔ آپ نے وہ خط دیکھا۔ اور مجھے
حضور نے ساتھ لیا۔ جہاں آج کل نواب صاحب کی حویلی ہے۔ اس جگہ
گھوڑوں اور گائے بھینسوں کا طویلہ تھا۔ وہاں مجھے لے گئے۔ اکیلے ہو کر وہ
خط دکھایا اور فرمایا دیکھو تمہارے خواب کا واقعہ سارے کا سارا خط میں درج
ہے۔ فوراً جاؤ۔ یکہ کرایہ کرو اور چلو۔ اور حضور نے ڈپٹی صاحب کو بلوا کر
رخصت کر دیا اور نصیحت فرما دی اگر توبہ کرو گے۔ خدا لڑکا دے گا۔
چنانچہ ڈپٹی صاحب اپنے گھر کو چلے گئے۔ ہم حضرت صاحب اور میں

لودھیانہ کو چلے گئے۔ اور نو بجے رات کے لودھیانہ پہنچے اور وہاں ضروری
انتظام کیا گیا۔ ایک سال بعد ڈپٹی صاحب کا خط آیا کہ حضرت میرے گھر میں
لڑکا پیدا ہوا۔ اور سات روز کا ہو کر آج مر گیا۔ ہزاروں روپیہ لاگیوں وغیرہ
کو دیا گیا برباد ہو گیا۔ عقیقہ نہ کیا۔ لڑکا مر گیا۔ میں روتا ہوں اور ساتھ ہی دو
بکرے کرا کر گوشت تقسیم کر رہا ہوں۔ حضرت صاحب نے جواب میں تحریر
فرمایا۔ اس میں کچھ حکمت الٰہی تھی۔ گھبراؤ نہیں۔ خدا اور لڑکا دے دے
گا۔ چنانچہ سال بعد ڈپٹی صاحب کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا۔ اور حضور کو
اطلاع ملی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

روایت ۲
حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحبؓ

حضرت مسیح موعودؑ مسجد مبارک کی چھت پر تھے۔ ایک شخص نے عرض
کیا۔ حضور سنا ہے کہ مسیح موعود دو فرشتوں کے کندھوں پر نازل ہونگے۔
وہ فرشتے کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا دو فرشتوں سے میرا کیا بنتا ہے۔ میرے
ساتھ تو لاکھوں فرشتے ہیں جو دنیا میں تحریک کر کر کے مخلوق کو یہاں لاتے
ہیں۔ یہ بیان حدیث شریف کے مطابق ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ جس سے
خدا محبت رکھتا ہے۔ اس کے متعلق آسمان اور زمین کے فرشتوں کو حکم ہوتا
ہے کہ اس سے محبت رکھیں۔

روایت ۳

حضرت منشی اروڑے خانصاحبؓ

ایک دفعہ حضرت صاحب نے گورداسپور جاناتھا۔جب حضور یہاں سے چلے۔ساتھ چلنے والے بھی اور دوسرے لوگ بھی ساتھ ہو لئے۔جب مڑہی کے پاس پہنچے۔حضور نے ساتھ چلنے والوں کو فرمایا۔چلو آگے۔میں اب یکہ میں سوار ہو کر آتا ہوں۔تم چلو۔واپس ہونے والوں کے ساتھ مصافحہ کرکے فرمایا۔جاؤ واپس۔میں اب آگے جاتا ہوں۔صرف میں اور یکہ والے ساتھ رہے۔مجھے حضورؑ نے ٹھہرالیا تھا۔جب سب چلے گئے۔میں قریب چاہ سے پانی لایا۔حضور قضاء حاجت کے بعد تشریف لائے۔اور فرمایا اب یکہ میں سوار ہو جاؤ۔اور چلو چلیں۔میں نے عرض کیا۔حضور مجھے اپنی لڑکی کو ملنے جاناتھا۔یہاں تو دیر ہو گئی۔اب وہاں جاناواپس آناپھر حضور کے ساتھ شامل ہونامشکل ہے۔آپ نے فرمایا تم یکہ میں سوار ہو کر چلو اور فارغ ہو کر بٹالہ پہنچو۔میں پیدل آتا ہوں۔میں نے اصرار کیا بڑا اصرار کیا۔آپ نے فرمایا الامر فوق الادب میں یکہ میں سوار ہو کر چلا گیا۔چنانچہ لڑکی کو بٹالہ مل کر میں راستہ پر آیا۔سینکڑوں آدمی منتظر کھڑے تھے۔بٹالہ کے راستہ کی طرف جب میں یکہ لیکر باہر آیا۔کیا دیکھتا ہوں کہ خدا کا محبوب ہاتھ میں چھڑی لیکر تن تنہا پیدل چلے آرہے ہیں۔آپ کی شفقتوں کو ہم کیا کیا بیان کریں۔زبان بیان سے قاصر ہے۔

روایت ۴

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آپ کو الہام ہوا۔

ملاوامل یہودا اسکریوطی ہے۔

شرمپت آخروقت تک حضرت صاحب کے پاس آیا کرتا تھا۔آپ اندر دالان میں بلا کر اس کے ساتھ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک گفتگو کرتے رہتے۔اسی دالان کے نصف میں پردہ کپڑے کا ہوتا تھا باقی نصف میں گھر کے لوگ۔

روایات ۵

حضرت منشی اروڑے خانصاحبؓ

جن دنوں کرم دین کے ساتھ مقدمہ تھا۔ایک دن مجسٹریٹ کا ارادہ ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو سزادے دے اور وہ مجسٹریٹ دلی کینہ رکھتا تھا۔مگر خدا کی بھی عجیب شان ہے کہ دفعتہ حضرت صاحب بیمار ہو گئے۔اور بیماری کے سبب ڈاکٹر نے کچہری جانے سے روک دیا اور اسی طرح وقت ٹل گیا۔ورنہ قبل ازیں کئی دوستوں نے منع کیا تھا کہ حاکم کا ارادہ بد ہے۔حضور صبح کچہری نہ جائیں مگر حضور نے انکار فرمادیا۔ایسا نہیں ہو سکتا۔خدا ہر وقت ہمارا نگہبان ہے۔ہم نہیں رک سکتے۔

حضور کی عادت تھی کہ جس وقت حضور کو معلوم ہوتا کہ فلاں الہام اسی طرح پورا ہوتا ہے۔خواہ اس کے مخالف لاکھ دنیاوی اسباب ہوں یا ظاہرا طور پر ناکافی معلوم ہوتے ہوں یا بے عزتی کا خطرہ ہو۔آپ ہرگز نہ گھبراتے

اور تمام جائز طاقتیں الہام کے پورا کرنے کے لئے خرچ کرتے۔ خبریں وغیرہ منگانے میں خواہ کتنا ہی روپیہ خرچ ہووے۔ آپ ہرگز دریغ نہ فرماتے۔ یہ آپ کے یقین کامل کی نشانی تھی کہ خدا میرے ساتھ ہے۔

میں نے دوستوں سے سنا ہے کہ حضرت صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں مسیح ناصری کی خدائی کو خاک میں ملا کر جاؤں گا۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضور ہر تقریر کرتے وقت مسیح کی وفات کا ضرور ذکر فرماتے تھے۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک والے مقدمہ کے فیصلہ کے دن میں ساتھ تھا۔ فیصلہ کے وقت حضور باطمینان تمام نماز جمعہ پڑھ رہے تھے۔ حکم لے کر آدمی پاس آیا۔ حضور نے نماز سے فارغ ہو کر اس حکم پر دستخط فرمائے اس حکم میں یہ ذکر تھا کہ آئندہ منذر پیشگوئیاں شائع نہ کریں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اب مشکل ہوگی۔ آپ نے فرمایا کوئی مشکل نہیں سیلاب کے پانی کسی کے روکے کب رکتے ہیں۔ وہ تو اپنے نکلنے کے لئے خود راہ نکال لیتے ہیں۔ خواہ ان کے لئے کوئی لاکھ روکیں بناوے۔ ایک راہ نہیں ہوگا دوسرا ہوگا۔

حضور دہلی میں گئے۔ جاتے وقت خاص خاص دوستوں کو خط لکھے کہ جس دوست کو خط ملے وہ اگر ہو سکے دہلی پہنچے۔ ہمارا مباحثہ مولوی نذیر حسین دہلوی سے ہوگا۔ چنانچہ میں بھی دہلی پہنچا۔ وہاں معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا فساد کرنے کا منشاء ہے۔ اب ہم نے امیر علی شاہ سے جو غالباً انسپکٹر پولیس تھے یا کوئی اور عہدہ دار تھے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا۔ ہم خوب انتظام امن کا رکھیں گے۔ غرض جس دن مباحثہ ہونا تھا۔ میں اور چوہدری نواب خان امیر علی شاہ کے پاس گئے۔ مگر انہوں نے کہا افسوس ہے ہم کچھ انتظام

نہیں کر سکتے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر سے عرض کر دی کہ مولوی لوگ روز بحث کرتے ہیں' کیا آپ روزان معمولی باتوں کا انتظام کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہہ دیا کہ انتظام کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہم مجبور ہیں۔ اس طرح باتوں میں دیر لگ گئی۔ میں نے نواب خان سے کہا چلو وقت ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب تو ہمارا انتظار نہ کریں گے۔ وقت پر مکان مباحثہ پر پہنچ جائیں گے۔ ہم جلدی جلدی وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ حضرت صاحب گاڑی پر سوار ہو رہے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ انتظام پولیس کا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہمیں کیا پرواہ۔ ہمارا انتظام خدا کرے گا۔ ہم ضرور جائیں گے' رک نہیں سکتے۔ آپ وہاں پہنچے۔ حضور کے ساتھ گیارہ آدمی ایک لڑکا' غرضیکہ صرف بارہ آدمی تھے۔ ادھر مخالف لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے اور فساد کا بھی سخت اندیشہ تھا۔ مگر حضور کے چہرہ پر ذرہ بھی خوف یا ملال نہ معلوم ہوتا تھا۔ آپ بہادروں کی طرح ان کے درمیان جا پہنچے۔ کسی مخالف کی کوئی شرارت نہ چلی۔ خدا نے ہر شریر کی شرارت سے حضورؑ کو بچایا۔

جس دن کرم دین والے مقدمہ کی آخری تاریخ مجسٹریٹ کے ہاں تھی۔ چونکہ ہم لوگوں کو معلوم تھا کہ مجسٹریٹ حضرت صاحب سے عداوت رکھتا ہے۔ اس لئے جماعت کے لوگوں کو بہت خوف تھا۔ مگر میں نے دیکھا۔ حضور کے چہرۂ مبارک پر ذرہ بھی آثار ملال و خوف نہ تھے۔ آپ کچہری سے باہر ٹہلتے رہے میں ساتھ تھا۔ آپ نے مجھ سے یہ گفتگو فرمائی کہ۔

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفترے است معرفت کردگار

خیال کرو۔ ایک طرف تو ایک انسان کے واسطے ہر ایک ورق معرفت کا دفتر ہے۔ اور وہ ہر ایک پتہ سے کیا کیا معرفتیں حاصل کرتا ہے۔ دوسری طرف بھڑ بھونجے کو دیکھو ایک پنڈ پتوں کی لاکر بھٹی میں جھونک کر راکھ کر دیتا ہے اور ان پتوں سے کوئی معرفت اس کے خیال و وہم میں بھی نہیں ہوتی۔ اتنے میں اندر کچہری سے آواز پڑی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بلا کسی قسم کی گھبراہٹ کے اندر گئے۔ اندر سے کسی دوست نے جلد ہی کہہ دیا کہ مجسٹریٹ نے پانچصد روپیہ جرمانہ کر دیا۔ اور جرمانہ ادا بھی کر دیا گیا۔ حضور تشریف لے چلیں مگر ایک ذرہ بھی گھبراہٹ حضور کے دل میں نہ تھی۔

میں عام طور پر ہر مقدمہ میں۔ ہر جلسہ میں ہر ایک مباحثہ میں حضرت صاحب کے ساتھ رہا ہوں۔ میں ہمیشہ حضور کے چہرہ پر بہادری شجاعت کے آثار دیکھتا رہا ہوں۔ میں نے کبھی حضور کے چہرہ سے گھبراہٹ بے چینی ٹپکتی نہیں دیکھی۔ جس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ حضور کو اپنے مولا کی تائیدوں پر کس قدر کامل بھروسہ تھا۔

ایک دن مسجد مبارک کی چھت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام رونق افروز تھے۔ شام کا کھانا باہر آیا۔ حضور نے کھانا کھانا شروع کیا۔ حضور کے سامنے مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ تھے، برابر پر میں تھا۔ میرے سامنے مولوی عبدالکریم صاحبؓ۔ ہم چاروں کھانا کھانے لگے (مولوی عبدالکریم

صاحبؓ کو عمدہ غذا کھانے کی عادت تھی۔ ہم لوگ واقف تھے اس لئے ہمیشہ کھانے میں جو چیز عمدہ ہوتی، وہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے آگے کر دیا کرتے۔ چنانچہ اس دن بھی انڈے وغیرہ مولوی عبدالکریم صاحب کے آگے رکھے) حضرت صاحبؑ نے مجھے فرمایا۔ منشی صاحب یہ بھی کھائیے (انڈوں کی طرف اشارہ کیا) میں نے ایک لقمہ لگا لیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ یہ بھی کھائیے۔ میں نے پھر لقمہ لگا لیا۔ غرض حضور نے تین چار دفعہ فرمایا۔ میں نے ہر دفعہ ایک لقمہ لگا لیا۔ آخر حضور نے میری ران پر ہاتھ رکھ کر نہایت شفقت سے دبایا اور فرمایا اجی منشی صاحب خوب کھائیے۔ اللہ اللہ کیا شفقت تھی۔ دنیا میں ایسا شفیق کوئی عزیز نہ کوئی بزرگ میں نے نہیں دیکھا۔

روایت ۶

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت مسیح موعود کو ایک خیال ہر وقت رہتا تھا کہ وفات مسیح پر طرح طرح کے دلائل ہوں تاکہ دنیا کو کامل یقین وفات مسیح پر ہو جائے۔ ایک دفعہ رات کے بارہ بجے حضرت صاحب اندر پلنگ پر سے اٹھ کر باہر صحن میں آئے اور کسی سے ذکر کیا کہ دیکھو یہ دلیل وفات مسیح پر ہے اور ہمیں ابھی اللہ تعالیٰ نے سمجھائی ہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ فرماتے تھے کہ میں قریب کے چوبارہ میں تھا۔ میں نے جب حضرت کو یہ ذکر کرتے سنا میں نے خیال کیا۔ اللہ اللہ اس شخص کو کس قدر دین کا فکر ہے رات کے بارہ

بجے ایک دلیل سینہ میں آئی اور اس وقت چاہا کہ اس کو دوسروں تک پہنچاؤں۔

حضرت ام المومنینؓ نے کہا۔ آپ رات کو بارہ بجے دلیل وفات مسیح سناتے ہیں۔ صبح کو سنادیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں معلوم صبح تک کیا ہو دیکھو تو سہی یہ کیا عمدہ دلیل وفات مسیح پر ہے۔

روایات ۷

حضرت میاں چراغ الدین صاحب لاہوریؓ

میرا لڑکا عبدالمجید بیمار تھا اور ایسا سخت بیمار ہوا کہ حکیموں اور ڈاکٹروں نے لاعلاج بتایا اور اس کی شادی میں پندرہ دن باقی تھے۔ مجھے سخت صدمہ ہوا۔ میں نے گھبرا کر حضرت صاحب کے پاس دعا کے لئے بذریعہ خط التجا کی۔ آپ نے فوراً جواب لکھا کہ میں نے تمہارے خط کے آنے پر بہت دعا کی اور (وہ دعا قبول ہو گئی) اللہ تعالیٰ کی شان کہ دو دن کے اندر مرض بالکل جاتی رہی لڑکا راضی ہو گیا۔ اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہے۔

ایک دفعہ میں قادیان آیا۔ دو چار دن کے بعد جب جانے لگا تو میں نے سوچا اگر آج نہ جاؤں تو کل دفتر میں دس بجے کے بجائے بارہ بجے حاضر ہو جاؤں گا اور صبح نو بجے کی گاڑی سے چلا جاؤں گا۔ آج کی رات اور فیض صحبت اٹھاؤں۔ چنانچہ ٹھہر گیا۔ صبح کو چھ بجے حضرت صاحب سیر کے لئے نکلے۔ میں نے اجازت چاہی۔ آپ نے دعا فرمائی اور اجازت دی۔ جب میں چلنے لگا۔ فرمایا منشی صاحب ابھی وقت ہے۔ آؤ سیر کو چلیں۔ میں ساتھ

ہو گیا۔ اڑھائی گھنٹہ کے بعد جب سیر سے واپس آئے۔ مصافحہ کیا اور فرمایا۔ جاؤ اجازت ہے۔ میں نے کچھ نہ کہا۔ اور چپکا ہو کر چلا آیا۔ یکہ کیا۔ گیارہ بجے بٹالہ کے اسٹیشن پر پہنچا کیا دیکھتا ہوں۔ گھنٹی بج رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کس گاڑی کی گھنٹی ہے۔ لوگوں نے کہا لاہور جانے والی گاڑی آج دو گھنٹہ لیٹ تھی' وہ آوے گی' میں نے ٹکٹ لیا۔ سوار ہو کر آرام سے لاہور پہنچا۔

ایک دن سیر میں میں حضور کے ساتھ تھا۔ فرمایا منشی صاحب بہت عرصہ ملازمت کرلی ہے۔ اب بہتر ہے پنشن لے لو اور قادیان آجاؤ۔ میں نے عرض کیا بہتر ہے۔ کل ہی جاکر درخواست دے دوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں اتنی جلدی نہیں دو تین ماہ تک لے لینا۔ میں نے کہا اچھا' یہ کہہ کر میرے دل میں فکر ہو گیا کہ یاالٰہی میں سلسلہ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔ کوئی مضمون میں نہیں لکھ سکتا۔ واعظ میں نہیں۔ میرے یہاں آنے سے کیا ہو گا۔ میں ایسا کم علم ہوں گویا نفی کے برابر۔ مجھ ایسے انسان کی یہاں کیا ضرورت ہے۔ میں یہ بات سوچ رہا تھا۔ اور ذرا پیچھے ہو گیا تھا۔ میں پھر ہمت کرکے جلدی جلدی چل کر حضور کے برابر ہو گیا۔ میں دائیں طرف تھا مولوی محمد احسن صاحب بائیں طرف۔ آپ نے مولوی محمد احسن سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ ہم امی ہیں قادیان میں جا کر کیا کریں گے۔ وہ نہیں جانتے کہ آنحضرتؐ بھی امی ہی تھے۔ خداوند تعالیٰ نے تمام علوم کو حضور کے قدموں کے نیچے ڈال دیا۔ اور فصاحت و بلاغت حضور پر ختم ہوئی' وہ کتاب لائے اور وہ معارف سکھائے جس سے جہان کے علماء دنگ رہ گئے۔ یہ خیال درست نہیں کہ کوئی کہے میں امی

ہوں۔ خدا جب کسی شخص سے کوئی کام لینا چاہتا ہے۔ خود فہم عطا فرما دیتا
ہے۔ میں حیران رہ گیا۔

پچھلے واقعہ میں ذکر کر چکا ہوں کہ حضور نے مجھے پنشن کے لئے فرمایا۔
جب دو تین ماہ گزر گئے۔ ستائیس تاریخ انگریزی مہینہ کی تھی۔ میں دفتر میں
کام کرنے گیا۔ دفعتہ خیال آیا کہ حضرت صاحب نے پنشن کے لئے فرمایا
تھا اور وہ وقت جو مقرر فرمایا تھا پورا ہو گیا۔ میں نے پنشن کی درخواست لکھ
کر اسی وقت صاحب کے پیش کی۔ اس نے بہت اصرار کیا کہ ابھی تم دس
سال نوکری کے قابل ہو۔ میں نہ مانا۔ اس نے حکم دیا اچھا تین دن ٹھہر جاؤ
مہینہ ختم ہو جائے۔ تنخواہ پورے مہینہ کی لینا۔ مگر میرے دل میں کچھ ایسا اثر
حضور کے فرمان کا ہوا ہوا تھا کہ میں نے انکار کر دیا کہ میں تو ایک دن بھی
نہیں ٹھہر سکتا۔ فرمایا اچھا جاؤ چارج فلاں کلرک کو دے دو۔ حکم ہو گیا۔
چونکہ میں کانفیڈنشنل کلرک تھا۔ اس لئے چارج نہایت احتیاط سے
دیا۔ اور وہ کاغذات جو ضروری اور سربمہر رکھے ہوئے تھے۔ سب کچھ سمجھا
کر چارج دے کر میں اسی روز گھر آیا۔ اگلے روز پتہ لگا کہ دفتر میں چوری ہو
گئی اور وہ کانفیڈنشنل کاغذات چوری ہو گئے۔ اس شخص کو جو میری
جگہ مقرر ہوا تھا۔ ڈی گریڈ کیا گیا۔ کچھ دنوں اسے تکلیف ہوئی۔ اگر میں
وہاں ہوتا چونکہ میں پرانا ملازم تھا۔ میری غلطی تو سخت مواخذہ لاتی۔ یہ
حضور کے فرمان کا اعجاز تھا کہ مجھے اس چوری سے پہلے پنشن پر آمادہ کر لیا۔
ورنہ میری ساری ملازمت رائیگاں جاتی اور خدا معلوم کیا کیا تکلیفیں اٹھانی
پڑتیں۔

ایک شخص لاہور میں تھا جو کہ مہدی بنا پھرتا تھا۔ لوگوں نے جو شریر
الطبع تھے اسے اکسایا۔ حضرت صاحب لاہور تشریف لے گئے تھے اس نے
پیچھے سے آکر حضرت صاحب کو جپھی ڈال کر گرانا چاہا۔ ہم مارنا چاہتے تھے۔
حضور نے روک دیا۔ اور فرمایا۔ اس کو مت مارو۔ اس کا کیا قصور ہے۔
اس کو بصیرت ہی نہیں۔

ایک دفعہ حضور لاہور میں تھے۔ ایک شخص سراج الدین نامی بازار میں
سامنے آیا اور گالیاں دینی شروع کیں اور گالیاں بھی فحش گالیاں حضور کے
ہاتھ میں گلاب کا پھول تھا' اسے سونگھتے رہے۔ وہ گالیاں نکالتا رہا۔ حتیٰ کہ
آپ قیام گاہ پر آگئے۔ وہ بھی وہاں آگیا۔ اور تقریباً آدھ گھنٹہ وہاں روبرو
کھڑا ہو کر سخت فحش بکتا رہا۔ آپ خاموش بیٹھے رہے۔ جب چپ ہو گیا۔
آپ نے فرمایا بس اور کچھ فرمائیے۔ وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

جس سال میلا رام کے منڈوہ میں حضور کا لیکچر لاہور میں ہوا تھا۔ اس
سال حضرت صاحب میرے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ سامنے آکر
ہزاروں مخالف لوگ کھڑے ہوتے' بعض بدمعاش برا بھلا کہتے۔ حضور سنتے
مگر کچھ نہ کہتے۔ ایک بدمعاش مولوی جس کا نام ہم نہیں جانتے تھے' جب
حضرت کوٹھے پر ہوتے سامنے سڑک پر ایک درخت ٹالی کا تھا' وہ اس پر چڑھ
کر سخت گالیاں دیتا تھا۔ (لوگ اس کو مولوی ٹالی کہنے لگے) مگر حضرت کچھ نہ
کہتے۔ بلکہ کسی دوست کو بھی کچھ نہ کہنے دیتے۔ ورنہ اگر حضور اشارہ
فرماتے تو نہ معلوم کیا سے کیا ہوتا۔ کیونکہ ہزاروں کی تعداد میں حضور کے
غلام موجود ہوتے تھے۔

ایک دفعہ حضور نے جہلم جانا تھا۔ راستہ میں کچھ دن لاہور بھی ٹھہرنا تھا۔ جب اسٹیشن پر اترے ہم بہت سے لوگ حاضر تھے۔ اس سال حضور کے ساتھ حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید بھی تھے۔ بڑے بڑے لوگ اپنی کوٹھیوں مکانوں پر تیاریاں کئے ہوئے تھے کہ حضور کو وہاں لے جائیں۔ مگر جب حضرت اترے میں نے عرض کیا۔ میرے دو مکان ہیں۔ ایک شہر میں ہے۔ ایک یہاں قریب ہی ہے اگر حضور مناسب خیال فرماویں تو میرے اسی قریب کے مکان میں اتر پڑیں۔ اور یہ خالی ہے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ چنانچہ حضور اس عاجز کے مکان پر ہی اترے اور لوگوں کو جواب دے دیا۔ اور وہاں قیام فرمایا۔ دوسرے تیسرے روز میں نے موقعہ پاکر عرض کیا کہ حضرت دعا فرماویں اور یہ مکان مبارک ہو جاوے۔ اور اگر حضور فرماویں تو بال بچہ کو بھی یہاں لے آؤں۔ کیونکہ آب و ہوا اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو اس مکان کو بڑا بابرکت دیکھتا ہوں۔ کیونکہ میں نے اس میں نمازیں پڑھیں اور اتنی جماعت نے نمازیں پڑھی ہیں۔ میں تو یہاں نمازیں اور جماعتیں ہوتی دیکھتا ہوں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے آج احمدی جماعت لاہور کے چار سو یا پانچ سو افراد اسی مکان میں نماز اکثر اوقات میں پڑھتے ہیں۔ اور جمعہ بھی اسی مکان میں ہوتا ہے۔

ایک دفعہ ایک مخالف نے اخبار میں شائع کر دیا کہ (نعوذ باللہ من ذالک) حضرت مسیح موعودؑ کو جذام ہو گیا۔ لاہور میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ مخالفوں نے بڑا شور مچایا۔ گیارہ مخالف لاہور سے تیار ہوئے کہ چلو قادیان تماشہ دیکھ کر آویں۔ چنانچہ مجھے بھی کچھ بے چینی ہوئی میں بھی چلا آیا۔ ان گیارہ اشخاص

میں سے پانچ اشخاص تو بٹالہ سے واپس ہو گئے کہ چلو جی سنا ہے مرزا صاحب جادو کر دیتے ہیں کہیں ہم کو جادو سے مرید نہ کر لیں۔ چھ ان میں سے قادیان کو آئے۔ میں ان لوگوں سے پہلے یکہ پر بیٹھ کر قادیان آ گیا تھا۔ جب میں آیا حضرت صاحب کو خدا کے فضل سے خوش و خرم تندرست پایا۔ مگر میں نے کچھ ذکر نہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چھ آدمی لاہور والے آ گئے۔ تو جب وہ آکر حضور کی مجلس میں بیٹھے انہوں نے کچھ ذکر نہیں کیا تھا کہ حضور نے پاجامہ کھینچ کر اپنی ایک پنڈلی ننگی کر دی اور جو اصحاب پاؤں دبا رہے تھے ان کو کہا خوب دباؤ۔ پھر حضور نے دوسری پنڈلی اسی طرح ننگی کر دی۔ اسی طرح حضور نے دونوں بازو کہنیوں تک خود بخود یکے بعد دیگرے ننگے کئے۔ پھر حضور نے کرتہ مبارک اٹھا کر اس کو پنکھے کی طرح ہلایا۔ جس سے حضور کا پیٹ ننگا ہو جاتا تھا۔ جب حضور نے یوں کیا۔ وہ لاہوری بول اٹھے۔ کیسے بدمعاش ہیں (یعنی اخبار والے لاہور کے) کیسا جھوٹ شائع کیا ہے۔ حضرت صاحب کچھ نہ بولے۔ پھر ان میں سے دو تین آدمیوں نے بیعت کر لی۔ باقی یونہی چلے گئے۔

روایت 9

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ایک دفعہ حضورؑ دہلی میں تشریف لے گئے۔ مخالف لوگوں نے بڑی بڑی شرارتیں کرنی چاہیں حتیٰ کہ قتل کا ارادہ کر لیا۔ پولیس نے بڑا کافی انتظام کیا۔ جب نہایت ہی تشویش بڑھی۔ انسپکٹر پولیس خود حضور کے ساتھ ہو

لیا۔ اور پولیس دونوں جانب ایک راستہ بناتی جاتی تھی۔ انسپکٹر پولیس ساتھ تھا۔ حضور کو مکان تک پہنچا کر وہ لوگ واپس گئے۔ صبح جمعہ تھا۔ (ان دنوں نماز الگ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ جامعہ مسجد دہلی کو صرف ایک آدمی ہمراہ لیکر چلے گئے اور کچھ خوف نہ کیا جو آدمی ساتھ تھا۔ اسی نے مجھے بتایا کہ حضرت صاحب نہایت تیز قدمی سے چلے گئے اور بالکل بے خطر' جب مسجد کے دروازے پر پہنچے۔ وہاں ہجوم تھا۔

روایات ۱۰

حضرت بھائی عبد الرحیم صاحبؓ سابق سردار جگت سنگھ

ایک دفعہ حضرت صاحب امرتسر گئے وہاں لیکچر کی تجویز ہوئی۔ جب حضور لیکچر دینے کے لئے گئے۔ وہاں باوجود پولیس کے انتظام کے لوگ نہ ہٹے۔ بلکہ پتھر مارنے شروع کئے۔ آخر پولیس نے کہا۔ ہمارے قابو سے بات باہر ہوگئی ہے۔ آپ تشریف لے چلیں۔ چنانچہ حضور کو بند گاڑی میں بٹھایا گیا۔ اور لوگ زور زور سے پتھر پھینکتے تھے۔ اس قدر زور سے لوگ ادھر ادھر سے پتھر مارتے تھے کہ گاڑی کی طاقی کو زور سے ہم کھینچ کر اوپر لے جاتے مگر لگائی نہ جاتی۔ پتھروں کے مارے نیچے گر جاتی۔ مگر یہ عجیب خدا کا فضل تھا کہ بارش کی طرح پتھر برسے مگر احمدی جماعت کے کسی فرد کو کوئی پتھر نہ لگا۔ بلکہ جب بھی کسی مخالف نے مارا یا زمین پر گرا یا گاڑی پر یا کسی دوسرے مخالف کے ہی لگا۔ جس وقت پتھر پڑ رہے تھے' ایک آدمی نے زور سے السلام علیکم کہا۔ آپ نے فرمایا۔ وعلیکم السلام۔ اس نے کہا میں نے وہ

سلام پہنچایا ہے جو رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا کہ جب مسیح مہدی آوے اس کو میرا اسلام علیکم پہنچانا۔ آپ نے تبسم لب ہو کر فرمایا الحمدللہ یہ پیشگوئی رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تھی' پوری ہوگئی۔ پتھر بھی قوم نے برسائے۔ سلام علیکم بھی پہنچ گیا۔ آپ اس وقت ذرہ بھی نہیں گھبرائے۔

روایات ۱۱

ملاوامل

ایک شخص میر عباس علی نامی لودھیانہ کے تھے۔ وہ مرزا صاحب کے بڑے مخلص آدمی تھے۔ ابتدا میں۔ بعد میں نہ معلوم وہ کیوں مخالف ہو گئے۔ ایک دفعہ ان کا خط مرزا صاحب کے پاس آیا کہ آپ کے لودھیانہ آنے کے وقت سے میرے ساتھ بڑی مخالفت شروع ہوئی ہے۔ لوگ بری بری گالیاں دیتے ہیں اور لڑتے رہتے ہیں۔ آپ نے جواب لکھا۔ وہ جواب میں نے دیکھا۔ اس میں ایک شعر تھا۔ جو یہ ہے۔

گر مجنوں صحبت خواہی بہ بینی زود تر
خار ہائے دشت و تنہائی و طعنہ عالے

اور جہاں تک میرا خیال ہے۔ خط کا مضمون اس شعر میں آ ہی گیا۔

روایت ۱۲

حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ایک دفعہ حضرت صاحب کو کھانسی ہو رہی تھی۔ دوائی میں پلایا کرتا تھا کئی کئی دفعہ دن میں اور کئی دفعہ رات کو اٹھ اٹھ کر میں حضرت صاحب کو دوائی دیا کرتا تھا۔ میں دن میں حضور کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں حضور سیب کھا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یہ ترش ہیں اور کھانسی اور زیادہ ہوگی۔ مجھے خیال تھا کہ اگر بیماری زیادہ ہوئی مجھے بار بار اٹھنے کی اور تکلیف ہوگی۔ آپ مسکراتے جاتے تھے۔ میں نے پھر عرض کیا۔ حضرت اس سے کھانسی زیادہ ہوگی اور یہ ترش ہے۔ آپ پھر کھانے لگے اور ہنستے جاتے تھے۔ آخر میں مجھے فرمایا ابھی الہام ہوا ہے کہ احتیاط کی ضرورت نہیں اب آرام ہو جائے گا۔ میں اس حکم کی تعمیل میں کھاتا ہوں۔

روایات ۱۳

ڈاکٹر عبداللہ صاحب

ایک دن دوپہر کے وقت میں مسجد مبارک میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ملاوامل مسجد میں کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا تم کیوں کھڑے ہو' کہا۔ مرزا صاحب کو بلایا ہے۔ میں بھی ٹھہر گیا کہ زیارت کرلوں گا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد حضرت صاحب تشریف لائے۔ حضور نے اندر سے آتے ہی السلام علیکم کہا۔ میں نے وعلیکم السلام کہا۔ حضور نے فرمایا اچھا تمہاری ہی ضرورت تھی (میں خاموش رہا بوجہ ادب کے) آپ نیچے اترے۔ میں اور ملاوامل

ساتھ تھے پیچھے بہت سے لوگ حضور کے ساتھ ہو لئے۔ ملاوامل نے قریب ہو کر کان میں کہا۔ ان لوگوں کو منع کردو۔ آپ نے زور سے فرمایا۔ میں اور ملاوامل اور ڈاکٹر عبداللہ صاحب جائیں گے۔ سب لوگ واپس ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ شرمپت بیمار ہے۔ آپ شرمپت کے مکان پر پہنچے۔ وہاں جاکر آپ نے اس کو دیکھا۔ میں نے بھی دیکھا۔ شرمپت کے ناف کے اوپر پھوڑا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا دیکھا۔ میں نے کہا حضور چیرا دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا ملاوامل تم ڈاکٹر صاحب کے ساتھ جاؤ۔ یہ اوزار لے آویں گے اور چیرا دے کر دوائی وغیرہ لگادیا کریں گے۔ حضور واپس تشریف لے گئے۔ میں نے چیرا دیا۔ بڑی پیپ وغیرہ نکلی زخم بڑا تھا۔ ایک ماہ سے کچھ دن زیادہ علاج ہوتا رہا۔ آخر میں آکر زخم مسور کے دانہ کے برابر رہ گیا۔ مگر وہ ٹھیک ہونے میں نہیں آتا تھا۔ ایک دن میری بیوی نے سنایا کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ ایک مسور کے دانہ کے برابر زخم ہے وہ مجھ سے کہتا ہے کہ میں شرمپت کا زخم ہوں اور ایک وجہ سے راضی نہیں ہوتا ورنہ کبھی کا راضی ہو جاتا۔ وہ وجہ یہ ہے کہ اس کے پاس روپیہ ابھی نہیں ہے جو فیس دے۔ اس لئے راضی نہیں ہوتا۔ اسی واسطے مجھے جلایا جاتا ہے۔ میں نے خواب سے معلوم کیا کہ فیس کا تقاضا کروں۔ مگر چونکہ حضرت صاحب کا دخل تھا۔ میں نے سوچا اجازت حضرت صاحب کی ضروری ہے۔ میں نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا فیس کیوں چھوڑتی ہے لے لو۔ میں نے کہا جب ایک جلیل القدر عالم کہتے ہیں لے لوں۔ چنانچہ میں نے اگلے دن شرمپت کو ہنستے ہوئے کہا کہ لالہ جی زخم تو تقریباً اچھا ہو گا مگر دو

روپے روزانہ فیس کے حساب سے ساٹھ ستر روپے فیس دلوایئے۔ اس نے کہا بہت اچھا دیں گے۔ اگلے دن گیارہ بجے ایک آدمی میرے پاس آیا کہ حضرت صاحب بلاتے ہیں۔ میں مسجد مبارک میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں حضرت صاحب اور شرمپت بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا ڈاکٹر صاحب لالہ شرمپت کے ذمہ تمہاری فیس کے ساٹھ ستر روپے ہو گئے۔ میں نے کہا ہاں حضور ہو تو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا میں کہتا ہوں تم معاف کر دو۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا حضور میں نے معاف کیا۔ پھر میں نے اپنی بیوی کا خواب متذکرہ صدر سنایا۔ حضور ہنس پڑے اور فرمایا مجھے ایک دن سخت درد پیٹ میں ہوتی تھی۔ درد کے درمیان آنکھ لگی۔ میں دیکھتا ہوں ایک شیشی ہے۔ وہ کہتی ہے "خاکسار پیپرمنٹ" پھر آنکھ کھل گئی۔ میں سمجھ گیا۔ پیپرمنٹ منگا کر کھایا۔ فوراً آرام ہو گیا۔ ایک دفعہ میں لاہور سے دو دن کی رخصت لیکر آیا۔ شام کو بٹالہ اترا۔ رات کو بٹالہ رہا صبح اول وقت اٹھ کر چلا۔ نماز فجر راستہ میں پڑھی۔ سورج نکلا ہی تھا کہ قادیان آگیا۔ میں بازار کی طرف آرہا تھا کہ جب میں مسجد کے سامنے سے بڑی حویلی کے پاس آیا۔ سامنے جہاں آج کل حضرت میاں شریف احمد صاحب کا چوبارہ ہے۔ اس کے پاس والے مکان کی جگہ سفید زمین پڑی تھی۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مزدور کچھ اینٹیں سی نکال رہا ہے۔ اور حضرت صاحب اس کے پاس کھڑے ہیں۔ میں نے حضرت صاحب کو دیکھا۔ حضرت صاحب نے مجھے دیکھ لیا۔ آپ فوراً مزدور کے پاس سے آکر راستہ پر کھڑے ہو گئے۔ میں قریب گیا۔ السلام علیکم کہا۔ آپ نے وعلیکم السلام فرمایا۔ اور کہا اس وقت

کہاں سے میں نے عرض کیا۔ رات بٹالہ تھا اب آیا ہوں۔ فرمایا پیدل۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا کتنی رخصت۔ صرف دو دن۔ او ہو۔ تکلیف ہوئی ہو گی۔ میں نے عرض کیا حضرت کوئی تکلیف نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا بتاؤ۔ چاء پیو گے یا لسی۔ میں نے کہا نہیں حضرت۔ آپ نے فرمایا تکلف کی ضرورت نہیں۔ ہمارے گھر میں گائے ہے وہ تھوڑا سا دودھ دیتی ہے۔ ہمارے گھر کے لوگ دہلی گئے ہوئے ہیں۔ لسی بھی موجود ہے چاء بھی۔ جو چاؤ سو پی لو۔ میں نے کہا اچھا حضرت لسی پی لونگا۔ آپ نے فرمایا چھا چلو مسجد مبارک میں بیٹھو۔ چنانچہ میں مسجد میں آیا۔ اور بیٹھ گیا۔ تھوری دیر بعد بیت الفکر کا دروازہ کھلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب نکلے اور آپ نے ایک ہانڈی کوری معہ کوری چینی کے جس میں لسی تھی اٹھائی ہوئی ہے۔ چینی پر نمک ہے نمک پر گلاس ہے۔ حضور نے لاکر میرے آگے رکھا اور خود گلاس میں لسی ڈالنے لگے۔ مجھے حضور کی شفقت پر کمال خوشی ہوئی۔ میں نے گلاس پکڑ لیا۔ اتنے میں چند دوست اور آگئے۔ میں نے خود بھی وہ لسی پی۔ اور اور دوستوں کو بھی پلائی۔ پھر حضور خود وہ ہانڈی اور گلاس اندر لے گئے۔ یہ حضور کے اخلاق فاضلہ کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔

روایت ۱۴

احمد نور صاحبؓ مہاجر کابلی

ایک دفعہ بارش بہت کثرت سے ہوئی اور مینہ بند نہ ہوتا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد پھر بارش ہو جاتی۔ میرا مکان چونکہ ڈھاب کے کنارہ پر تھا۔ وہاں

پانی بہت چڑھ آیا۔ اور اگر ایک دو بارش اور ہوتی تو قریب تھا کہ پانی اندر تک پہنچ جاتا اور مکان گر جاتا۔ ہمیں بڑی تشویش تھی۔ لوگوں نے حضرت صاحب سے ذکر کر دیا۔ ایک دن صبح کے وقت حضور سیر کر کے واپس آئے۔ ام المومنین ساتھ تھیں۔ اور بھی عورتیں ساتھ تھیں۔ حضور ہمارے مکان میں آپہنچے۔ ہاتھ میں سوٹا تھا (اللہ اکبر کیا وقت تھا) ام المومنین کے ساتھ آپ مکان کے اندر گئے اور پوچھا۔ پانی آگیا۔ پانی آگیا۔ عرض کیا گیا۔ ہاں حضور پانی قریب ہی آگیا اور مکان گرنے کا بہت ہی اندیشہ ہے۔ فرمایا اچھا اللہ آپ پر رحم کرے گا۔ اب بارش کے بند ہونے پر تم مٹی اور ڈال لینا۔ اب اللہ رحم کرے گا۔ چنانچہ ایسا فضل الٰہی ہوا کہ بارش ایک عرصہ کے لئے بند رہی۔ ڈھاب میں پانی اتر گیا۔ ہم نے خاصی مٹی ڈال لی۔ اس دن سے آج تک ہمارے مکان کو پانی کا خطرہ نہیں ہوا۔

ایک دفعہ میرا ایک عزیز جو جہلم رہتا تھا۔ یہاں آیا ہوا تھا۔ اتفاقاً وہاں پلیگ ہو گئی۔ اس نے حضرت صاحب سے اجازت چاہی آپ نے فرمایا وہاں پلیگ ہے یہاں ہی ٹھہرو۔ وہ دو تین دن ٹھہرا۔ پھر عرض کی۔ آپ نے فرمایا وہاں طاعون ہے ٹھہرو۔ اس نے دو تین دن کے بعد پھر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا وہاں طاعون ہے ٹھہرو۔ اس نے دو تین دن بعد پھر عرض کی اب تو وہاں کچھ آرام ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ۔ اس نے مجھ سے کہا۔ اجازت ہو گئی۔ میں حضرت صاحب کے پاس گیا اور پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں وہ کہتا تھا، اجازت دے دی۔ میں اپنے گھر آیا۔ وہ جانے کو تیار تھا۔ میں نے اپنی بیوی اور بھاوجہ سے کہا اس سے مل لو۔ امید نہیں یہ پھر آوے۔

حضرت صاحب نے اسے تین دفعہ منع کیا یہ باز نہ آیا خیر وہ مل کر چلا گیا۔ آخر چند دن کے بعد وہ وہاں پلیگ سے مر گیا اور اس کو یہاں واپس آنا نصیب نہ ہوا۔

روایات ۱۵

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ

ایک دفعہ مجھ کو درد قولنج ہوا۔ اور بڑی تکلیف تھی۔ حضرت میرے پاس آئے اور دعا شروع کی (میاں اسماعیل بھی میرے پاس تھے۔ وہ میرے درد اور تکلیف کو محسوس کر کے روتے تھے۔ میاں اسحاق بھی میرے پاس تھے۔ وہ میاں اسماعیل کو روتے دیکھ کر کہتے تھے۔ اس کو کیا ہو گیا۔ یونہی روتا ہے) حضرت صاحب نے دیر تک دعا کی۔ دعا کرتے کرتے درد جاتا رہا اور آرام ہو گیا۔

جس سال سخت زلزلہ آیا۔ میری بیوی اور میری لڑکی (ام المومنین) دونوں بہت خوفزدہ تھیں اور روتی تھیں کہ میاں اسماعیل کہیں زلزلہ میں مر نہ گئے ہوں۔ حضرت صاحب نے سنا تو فرمایا ہمیں الہام ہوا ہے کہ "اسسٹنٹ سرجن" جب تک اسسٹنٹ سرجن نہ ہو کس طرح مر سکتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میاں اسماعیل ہر بلا سے محفوظ رہے اور بفضل الٰہی آج تک خوش و خرم ہیں۔

جب حضرت مرزا صاحب کی شادی میری لڑکی سے ہوئی۔ وہ پہلی بار یا دوسری بار یہاں (قادیان) آئی ہوئی تھی۔ میں اس کو لینے کے لئے آیا مرزا

صاحب نے اس کو رخصت کر دیا۔ ایک میں تھا' ایک میری لڑکی (ام المومنین) ایک خدمتگارہ جو مرزا صاحب نے ساتھ بھیجی تھی۔ جاتے وقت ہم کو خرچ معمولی دیا جس سے کہ ہم تھرڈ کلاس کے ٹکٹ لے سکتے تھے۔ بٹالہ جاکر میں نے دہلی کے تین ٹکٹ تھرڈ کلاس کے لئے اور اپنی لڑکی (ام المومنین) سے کہا۔ تم اور خدمتگارہ زنانی گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ میں مردانی گاڑی میں بیٹھوں گا۔ انہوں نے انکار کیا کہ میں اکیلی نہیں ہوتی میں آپ کے ساتھ بیٹھوں گی۔ مجھے تکلیف معلوم ہوئی کہ جب یہ ساتھ بیٹھے گی' لوگ ساتھ آ بیٹھیں گے۔ اس کو بھی اور مجھے بھی تکلیف ہوگی۔ خیر ہم ایک خالی سے خانہ میں بیٹھ گئے۔ امرتسر پہنچے۔ اسٹیشن سے پرلی طرف ایک باغیچہ میں بیٹھ رہے کیونکہ گاڑی نے رات کے وقت جانا تھا۔ وہاں بیٹھ کر میں نے دعا کی۔ بار خدایا۔ اگر مرزا اپنے دعویٰ میں سچا ہے (اس وقت میں نہ مرزا صاحب کا مرید تھا نہ معتقد) اور تجھے اس کی عزت منظور ہے تو مجھے ایک نشان دکھا کہ میں اور میری لڑکی (ام المومنین) اور اس کی خدمتگارہ تینوں ہی ایک خانہ میں بیٹھے چلے جائیں۔ اور دہلی تک کوئی مرد ہمارے خانہ میں آ کر نہ بیٹھے کیونکہ لوگوں کے دل تیرے تصرف میں ہیں۔ سٹیشن پر ڈپٹی فتح علی اور حافظ محمد یوسف جو مرزا صاحب کے معتقد تھے مجھے مل گئے۔ انہوں نے کہا۔ شام کا کھانا ہم لاویں گے۔ میں نے منظور کر لیا وہ شام کو کھانا لائے ان کے ساتھ ان کے دوست ڈپٹی انسپکٹر پولیس سٹیشن بھی ساتھ آیا۔ انہوں نے ہم کو کھانا کھلایا اور ہمارا اسباب خود اٹھا کر ہم کو گاڑی میں سوار کر دیا۔ وہ رخصت ہو گئے۔ مگر ڈپٹی انسپکٹر پولیس وہاں کھڑا رہا۔ آخر جب وہ جانے لگا'

ایک سپاہی کو حکم دے گیا کہ اس خانہ کو چابی لگا دو۔ اور جب تک گاڑی نہ چلے یہاں کھڑے رہو۔ کوئی اور آدمی سوار نہ ہونے پاوے ایسا ہی ہوا گاڑی چلدی۔ جالندھر چھاؤنی کے سٹیشن پر ایک بابو آیا۔ چابی کھولی اور ایک آدمی کو اندر داخل کیا کہ یہاں بیٹھ جا۔ ابھی وہ بیٹھنے نہ پایا تھا کہ پھر اس بابو نے اس پکڑ کر کھینچ لیا اور کہا۔ آ اور جگہ بٹھاؤں اور خانہ کو چابی لگا کر چلا گیا۔ غرض اسی طرح غازی آباد تک ہم تینوں بیٹھے رہے۔ وہاں نماز فجر کا وقت ہو گیا۔ ہم نے اتر کر نماز پڑھی۔ وہاں سے پنجاب لائن اور دہلی لائن کا کچھ حساب تھا۔ وہ گاڑی میں آدمی گن گن کر ہر ایک خانہ میں دس دس بٹھایا کرتے تھے۔ میں نے سوچا' یہاں تو وہ ضرور دس پورے بٹھادیں گے۔ جب ہم نماز پڑھ کر گئے۔ اپنا خانہ خالی پایا۔ دیر تک بیٹھے رہے کہ اب کوئی ہمارے خانہ میں آدمی بٹھاوے بابوؤں نے اور ساری ریل میں حساب کر کے دس دس آدمی فی خانہ پورے پورے بٹھائے۔ مگر ہمارا خانہ دلی تک اسی طرح رہا۔ ہم دہلی بخیر و عافیت اتر گئے۔

روایت ۱۶

حافظ ابراہیم صاحبؓ

ایک دفعہ حضرت صاحب گورداسپور مقدمہ کی وجہ سے گئے ہوئے تھے۔ وہاں عدالت کے باہر بیٹھے تھے۔ ایک سائل نے سوال کیا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اس کے کیا معنی ہیں۔ کیا شیطان خدا کے تصرف سے باہر تھا۔ مخلوق نہ تھا۔ جو انکار کیا۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں یہ بات نہیں۔ مشاہدات اس کے گواہ ہیں۔ جس قدر نورانی ستارہ اور سیارہ ہیں اور بڑے بڑے جیسے سورج اور چاند۔ سب نورانی مخلوق زمین کو سجدہ کرتی ہے۔ ان کی شعاعیں اوران کی تاثیرات اور ان کے عکس سب زمین پر پڑتے ہیں۔ اور آگ کی شعاع اوپر کو اٹھتی ہے۔ اس میں نیچے کو جھکنے کا خاصہ ہی نہیں ہے۔ شیطان نے اپنے آپ کو آگ سے نسبت دی ہے۔ وہ کیسے سجدہ کرتا۔ وہ تو ناری مخلوق سے ہے جس کا زمین پر جھکنا کام ہی نہیں ہے۔ تکبراور نخوت اس کا زحل ہے۔ (اس کو سزا اباءاور استکبار کی ہی ہے)

ایک دن حضرت صاحب دن کے دس بجے مسجد مبارک میں آئے۔ اور مسجد میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ بیٹھے تھے۔ میں بھی موجود تھا۔ آپ نے تشریف لاکر مولوی صاحب سے فرمایا۔ آج میں اس آیت پر غور کر رہا تھا قَالَ رَبِّ اَنْظِرْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ اور اس کے معنی پر توجہ کر رہا تھا۔ کہ بعث کے معنی کیا ہیں۔ اگر دن بعث تک شیطان رہے گا۔ یعنی جب آسمان زمین فنا ہو جاویں گے۔ ساتھ ہی ملا ئکہ بھی اور جب دوبارہ سب لوگ اٹھیں گے۔ تو اس وقت شیطان مرنے لگے گا۔ تو کیا شیطان باقی رہے گا۔ اس کا اصل مطلب مجھے سمجھایا گیا کہ یہ بعث وہ بعث نہیں۔ بلکہ آخری زمانہ کے بعث کا مطلب ہے۔ یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں انسانوں کا انتہائی بعث ہے اور وہ شیطان کے مرنے کا دن ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پہلے انبیاء (علیہم السلام) نے خبر دی ہے کہ اس آخری زمانہ میں شیطان اور مسیح موعود کی جنگ ہوگی۔ اور یہی بعث ہے اور یہی

شیطان کے مرنے کے دن ہیں۔

روایت ۱۷

حضرت منشی اروڑے خانصاحبؓ

ایک شخص بٹالہ میں محمد بخش نامی تھانیدار تھا۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر مقدمہ حفظ امن کے خلاف کرنے کا چلایا۔ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بہت تکلیف اٹھانی پڑی۔ غرض محمد بخش تھانیدار کی یہ شرارت تھی اور اس کی شرارت سے حضرت صاحب کو بہت تکالیف کا سامنا ہوا آخر مقدمہ میں حضور بری ہو گئے۔ مگر جو لوگ اس شرارت میں کوشاں تھے وہ ناکام و نامراد ہوئے اور ہلاک ہو گئے۔ مگر محمد بخش تھانیدار مذکور کے بیٹے نے فیصلہ مقدمہ سے کچھ عرصہ بعد آخر حضرت صاحب کی بیعت کرلی۔ جب وہ بیعت کرچکا تو حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے عرض کردیا کہ حضرت یہ لڑکا جس نے بیعت کی ہے محمد بخش تھانہ دار بٹالہ کا بیٹا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا ہم نے آج اس کے باپ کا قصور معاف کیا۔

روایت ۱۸

حافظ ابراہیم صاحبؓ

ایک دفعہ گرمی کے موسم میں حضور مسجد مبارک میں شاہ نشین پر تشریف فرما تھے۔ اور بہت سے لوگ موجود تھے۔ مغرب اور عشاء کے

درمیان حضور نے فرمایا وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اس میں جناب الٰہی نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو لوگ تم میں سے نیک اعمال کریں گے۔ ہم ان کو اسی طرح خلیفہ کریں گے جس طرح ہم نے پہلوں کو خلیفہ کیا۔ اس کما کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت کے خلفاء بالکل پہلی امت کے خلفاء کے مشابہ ہونگے۔ اور ادھر ہم دیکھتے ہیں کہ کسی نے اس امت میں تیرہ سو برس تک دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ تو پھر یہ تشبیہ کامل اور اکمل اور اتم طور پر صادق نہیں آتی۔ اور اس کے پورا کرنے کے لئے چودھویں صدی پر جناب الٰہی نے مجھے مبعوث فرمایا۔ اور جس قدر اسرائیلی انبیاء علیہ السلام ہیں۔ سب کے نام میرے پر استعمال کئے تا کہ اس تشبیہ کی تکمیل ہو جائے۔ چنانچہ آدمؑ، نوحؑ، داؤدؑ اور سلیمانؑ یہاں تک کہ آخری خلیفہ مسیح کے نام سے مجھے بار بار پکارا تا کہ اس تشبیہ کی پوری تکمیل ہو جائے۔ جس طرح ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین اور جامع کمالات تھے۔ چاہیئے تھا کہ اسی رنگ سے اس کا خلیفہ خاتم الخلفاء اور جامع کمالات انبیاء علیھم السلام ہوتا۔ کیونکہ رسول اللہ کو موسیٰ سے تشبیہ دیکر جناب الٰہی نے کما کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جب مثیل موسیٰ جامع کمالات ہے۔ تو اس کی امت میں خلیفہ کا مثیل کیوں جامع کمالات نہ ہو۔ ایک دفعہ حضرت نے انہی ایام میں فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر غور کیا ہے۔ جو آپ کی تیئیس سالہ عمر نبوت ہے۔ اس کے اندر ایک نقشہ ہے۔ ایک زمانہ کا۔ اور آپ

کی زندگی کے دو حصے ہیں۔ ایک ظاہری لوگوں کے لئے ایک باطنی لوگوں کے لئے۔ ظاہری لوگوں کے لئے جو حصہ ہے اس پر لوگوں نے قسم قسم کی سوانح لکھی ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ آپ خاتم النبین اور آخرالزمان کس طرح ہو سکتے ہیں۔ کیا آپ کے بعد نسل انسانی کا خاتمہ ہے یا زمانے آپ کے بعد ختم ہو گئے۔ نہیں بات اصل میں یہ ہے کہ آپ کی ۲۳ سالہ عمر میں جو عمر نبوت ہے۔ تمام آئندہ آنے والے زمانوں کا نقشہ ہے۔ یہ تیرہ سو برس جو اب گزر چکے ہیں یہ حضور کے ان تیرہ برسوں کے مشابہ تھے۔ جو مکہ کے تیرہ برس تھے۔ اس چودھویں صدی سے حضور کی مدنی زندگی کے مشابہ شروع ہوتے ہیں۔ اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں اگرچہ اسلام کو بڑی بڑی فتوحات میسر آئی ہیں۔ اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ سال مصائب کے تھے۔ کیونکہ جس قدر اعتراضات کا ذخیرہ ہے۔ وہ اتنی صدیوں میں تیار ہوا ہے۔ اسی قدر اعتراضات اسلام پر تیرہ سو برس میں ہوئے جس کا ازالہ اب ہم کو مشکل ہو گیا ہے۔ یہ دس سو سال جس کا شروع چودھویں صدی سے ہے۔ مدنی زندگی کے مشابہ ہیں۔ یہ ساتواں ہزار ہے۔ اور اس کے بعد دنیا کا خاتمہ ہے۔ اس لئے آپ خاتم النبین تھے کہ تمام آنے والے زمانوں کا نقشہ آپ کی عمر میں تھا۔ اس لئے نبی آخرالزمان اور خاتم النبین تھے۔ اور یہ دس سو سال اسلام کے غلبہ کے لئے پیدا شدہ اعتراضات کے دفعیہ کے لئے ہیں۔

روایت ۱۹

حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جس دن میاں فضل احمد صاحب کا انتقال ہوا۔ کسی نے اندر آکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دی۔ میں نے اس وقت حضور کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ فرمایا۔ اس نے ہمیشہ اطاعت ہی کی اور میری بیماری کے وقت میں بھی اکثر آکر خدمت کرتا رہا۔ مگر چونکہ بیعت نہ کی تھی' اس لئے حضور نے جنازہ نہ پڑھایا اور نہ کسی احمدی کو جنازہ میں شامل ہونے کا حکم دیا۔

روایت ۲۰

حافظ حامد علی صاحبؓ

ایک دن مرزا سلطان احمد صاحب نے مسماۃ بھاگ بھری کو کہا کہ جاؤ حضرت صاحب کی طبیعت علیل ہے۔ ان کی خبر لاؤ۔ جس وقت وہ آئی میں موجود تھا۔ اس نے عرض کی کہ میاں سلطان احمد صاحب نے حضور کی مزاج پرسی کے لئے بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کون سلطان احمد۔ اس نے عرض کی حضور کا بیٹا۔ آپ نے فرمایا ہمارا بیٹا کہو۔ خادم یا دوست ہمارا تو یہ حامد علی ہے جو ہر وقت حاضر خدمت رہتا ہے۔

روایت ۲۱

احمد دھرم کوٹ رندھاوا

میں مولوی عابد علی شاہ صاحب کے ساتھ دارالامان آیا۔ ہم مسجد مبارک میں تھے۔ حضرت صاحب تاکی سے نکلے نماز ظہر کے لئے۔ السلام علیکم فرمایا۔ اور تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ نیز حضور نے پوچھا۔ تمہارا بال بچہ راضی ہے۔ بڑی محبت سے حضور نے کلام فرمایا۔

حضرت صاحب نے فرمایا "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور وہ بادشاہ مجھے دکھائے گئے۔"

ایک دن حضور نے فرمایا جو لوگ تم میں سے ایک پیسہ دیتے ہیں عنقریب ایک وقت آوے گا کہ اس پیسہ کے برابر سونے کا پہاڑ فضیلت نہ رکھے گا۔ اور اس نظارہ کو تم میں سے کئی ایک دیکھیں گے۔

روایت ۲۲

مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری

حضرت صاحب سیر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ایسی باتیں بھی اللہ نے بتائی تھیں جن کی عام لوگوں میں پہنچانے کی ممانعت تھی۔ امام جوزی سے یہ روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ قرآن میں آتا ہے بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کسی طرف وحی

الہام کرے وہ پہنچایا جائے۔ اور سب پہنچایا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ مجھے دو علم کے برتن جناب مستجاب سے ملے۔ ایک تم پر ظاہر کر دیتا ہوں ایک اگر ظاہر ہو جائے تو تم میرا گلا کاٹ دو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض علوم مخفی تھے۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ روایت مطابق روایت ہے؟ تم بتاؤ کیا یہ ابوبکر، عمر، عثمان نے کہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی ابو ہریرہ ان علوم کی گویائی کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ یا اس کا محل اس وقت نہیں تھا۔

جب میں نے بیعت کی اس وقت حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور یہ فرمادیں کہ کس ڈھب سے ایسا اعتقاد حاصل ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ پر کامل یقین ہو جاوے، یوں تو ایمان رکھتا ہوں مگر عملی طریق میں آ کر وہ ثابت نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا۔ اسکے لئے جہاد کی ضرورت ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں۔ آپ ریاضت کریں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور نمازیں پڑھی جاتی ہیں، دعائیں کی جاتی ہیں، لیکن وہ یقین حاصل نہیں ہوتا جو چاہئے۔ فرمایا مومن میں ایک عزم ہونا چاہئے۔ جیسا کہ ایک بادشاہ بیمار تھا۔ وہ بہت علاج کرتا تھا۔ لیکن آرام نہ ہوتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ حکیموں کے روبرو اقرار کے باوجود پھر پرہیز نہ کرتا تھا اور صحت نہ ہوتی تھی اس پر ایک حکیم آیا اور کہا میں جناب کا علاج کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے نسخہ دینے کے بعد چند باتیں پرہیز کی بتلائیں اور پھر کہا۔ بادشاہ سلامت آپ نے اس پر عزم دکھانا

ہوگا۔ کیونکہ این عزم الملوک یعنی وہ شاہی عزم کہاں ہے۔ اس نے کہا۔ کہ بس اب میں اقرار پر قائم رہوں گا۔ چنانچہ وہ تھوڑی مدت میں تندرست ہو گیا۔ فرمایا اسی طرح مومن کو عزم اور استقلال چاہئے۔ آپ کی طرح اگر شیخ عبدالقادر جیلانی یا باوا صاحب یا دوسرے اولیاء اللہ عزم اور استقلال نہ کرتے۔ تو اس درجہ تک کہاں پہنچتے۔ آپ تذکرۃ الاولیا کو دیکھیں۔ اس میں ذکر ہے کہ کس حد تک انہوں نے ریاضتیں کیں اور کتنی تکالیف اٹھائیں۔ میں نے عرض کیا۔ اگر یہ سب کچھ ہم نے ہی کرنا تھا۔ تو پھر حضور کے تشریف لانے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ آپ لوگوں کی فطرت صحیحہ کی کشش ہے جو مجھے بارگاہ ایزدی سے کھینچ کر لائی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ہجرت کا اصل سبب مدینہ والوں کی پاک فطرت کی کشش تھی جو حضور کو مکہ سے مدینہ لے گئی۔ آپ عزم استقلال سے لگے رہیں اور دعائیں کرتے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن وہ یقین حاصل ہو جائے گا۔ سو الحمدللہ کہ آج وہ بات حضور کی دعا کے طفیل حاصل ہو گئی ہے۔

روایت ۲۳

حضرت حافظ احمد اللہ صاحب مہاجرؓ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے جب کسی بندے کو اصلاح خلق کے لئے مامور کرنے کی غرض سے منتخب فرمایا تو پہلا کلام یا مخاطبت اس کے ساتھ یہ فرمائی۔ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ

اَمِیْنٌ یا اس کا مفہوم ہوتا ہے۔

روایات ۲۴
ماسٹر عبدالعزیز صاحب ایمن آبادیؓ

نقل خط

السلام علیکم۔ انشاء اللہ دعا کروں گا۔ بہت توجہ کرنی چاہئے۔ خدا کے وجود سے انکار جیسا اور کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس خبیث قوم کی صحبت کے اثر سے بچنا چاہئے۔

مرزا غلام احمد

نقل خط

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ اگر خواب میں لڑکی کا نام مریم معلوم ہوا ہے تو مریم ہی رکھ دیں ورنہ عائشہ رکھ دیں۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ

نقل خط

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، مجھ کو بہت خوشی ہوئی کہ آپ کی کوشش سے اس قدر شریف احمد نے ترقی کی۔ میں لکھتا ہوں کہ آپ آئندہ بھی بہت توجہ سے کوشش کریں۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ

نقل خط

السلام علیکم۔ آپ خود کوشش کریں اور ناول ترک کرادیں۔ گھر میں بہت کہا جاتا ہے۔ مگر استاد کی بات کا اثر بہت ہوتا ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد

نقل خط

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، شریف احمد کے لئے بہت کوشش کریں۔ آپ کو بہت ثواب ہوگا۔ ابھی اس کو پڑھنے کی طرف سچا اور دلی شوق نہیں۔ صرف آپ کی دن رات کی کوشش سے پڑھتا ہے۔ ایسا کرنا چاہئے کہ اس کے دل میں علم کا شوق پیدا ہو جائے۔ یہ خدمت انشاء اللہ خداتعالیٰ کے نزدیک موجب ثواب عظیم ہوگی۔ مبلغ ایک روپیہ پہنچ گیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ والسلام۔

مرزا غلام احمد عفی عنہ

روایات ۲۵
حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایک بادشاہ نے جو دیکھا کہ ٹیکس سے تو خرچ پورا نہیں ہوتا کچھ ملازموں کو تخفیف کر دیا۔ چنانچہ تخفیف عمل میں آئی۔ رات کو بادشاہ نے رؤیا میں دیکھا کہ

خزانہ کھلا پڑا ہے اور باہر گڈے کھڑے ہیں۔ لوگ خزانہ سے روپیہ نکال کر گڈوں میں بھرتے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہم فرشتے ہیں۔ کہا یہ کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا جن لوگوں کو تم نے موقوف کیا ہے۔ ان کا رزق یہاں تھا۔ وہ نکال کر جہاں وہ گئے ہیں وہاں لے جائیں گے۔ بادشاہ کی آنکھ کھل گئی اور سوچا۔ میرا تو مفت کا احسان تھا اور رزاق تو وہ ہے۔ ہر ایک کو رزق دیتا ہے۔ اور تخفیف سے باز آیا۔ پھر فرمایا۔ ہماری انجمن نے بھی کچھ تخفیف کی مگر نتیجہ یہ ہوا کہ آمد اور بھی کم ہو گئی۔

روایت ۲۶

حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آپ نے بعض دفعہ ایسا کیا کہ جب کوئی کتاب جیسی لکھتے تو خواجہ کمال الدین صاحب کو دکھلاتے اور فرماتے کہ خواجہ صاحب اس کو پڑھ کر دیکھ لو۔ کوئی حرف اس میں ایسا تو نہیں جو قانوناً نہ شائع ہونا چاہیئے۔ خواجہ صاحب کتاب کو دیکھ کر واپس دے دیتے اور عرض کرتے حضور دیکھ لی ہے۔ آپ فرماتے ساری دیکھ لی ہے۔ وہ کہتے نہیں ساری تو نہیں کچھ آگے پیچھے سے دیکھی ہے۔ آپ فرماتے نہیں ساری پڑھ جاؤ۔ اور ایک دن فرمایا ہم تو خواجہ صاحب کو کتاب دیکھنے کے لئے زیادہ تاکید اس لئے کرتے ہیں تاکہ یہ کتاب کو پڑھ لیں۔ اور ان کو واقفیت ہو جائے۔ مگر باوجود اس قدر تاکید کے بھی یہ توجہ نہیں کرتے اور ساری کتاب نہیں پڑھتے۔

روایت ۲۷

مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری

۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے۔ میں دارالامان میں آیا ہوا تھا۔ حضور مسجد مبارک کی چھت پر (نماز مغرب کے بعد) تشریف رکھتے تھے۔ چند ایک مہمان اور چند ایک مہاجر موجود تھے۔ ایک صاحب سہارنپور سے آئے ہوئے تھے۔ وہ معزز آدمی تھے۔ مگر ضعیف العمر تھے۔ انہوں نے حضرت صاحب کی بیعت کی۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے حضرت صاحب کے پاس سفارش کی یہ صاحب جنہوں نے بیعت کی ہے۔ بڑے معزز آدمی ہیں اور بڑے اخلاص سے انہوں نے بیعت کی ہے۔ ان کا ایک کام بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ کئی سال سے ایک مشین ایجاد کرنے کے کام میں لگے ہوئے ہیں اس میں تھوڑی سی کسر رہ گئی ہے۔ یہ خواہش کرتے ہیں کہ حضور دعا فرماویں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماوے۔ وہ کسر نکل جاوے اور یہ کامیاب ہوں۔ اس عرصہ میں یہ زیر بار بھی بہت ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے تو ان کی مشین کی فکر ہے۔ اگر ان کی مشین (وجود کی اصلاح) درست ہو گئی تو سب کچھ ہو گیا۔ باقی یہ ایجادیں اور مشینیں تو بہتیری ہو رہی ہیں اور جب انسان کی مشین درست ہو جاتی ہے تو یہ مشینیں تو خود بخود چل پڑتی ہیں۔

ایک دن سیر میں حضور نے ذوالفقار علی صاحب سے فرمایا کہ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ نواب صاحب رامپور نبی کے لفظ سے بڑے گھبراتے ہیں۔ یہ لوگ عربی کی ناواقفیت کی وجہ سے زیادہ چڑتے ہیں۔ سچی پیشگوئیاں کرنے

والے کا ترجمہ ان سے عربی میں کراؤ۔ اور وہ پیشگوئیاں بھی کثرت سے کرے اور سچی ہوں اس کا ترجمہ عربی میں سوائے نبی کے اور ہو ہی نہیں سکتا۔

آپ کی قوت اعجازی کا یہ کمال تھا کہ اکثر دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ مہمان مہمان خانہ میں بیٹھ کر باتیں کرتے کہ آج حضرت صاحب سے نماز کے بعد فلاں فلاں سوالوں کا جواب پوچھیں گے۔ مگر جب حضرت نماز کے بعد تشریف فرما ہوتے تو اور جماعت کے عام لوگ آگے ہو جاتے اور حضور کے بالکل قریب ہو جاتے تو آپ گفتگو شروع کر دیتے اور مہمان انتظار کرتے کہ اب یہ گفتگو ختم ہو تو پوچھ لیں گے یا حضور خود کچھ فرمانے لگتے تو ٹھہر جاتے کہ جب حضور فرما چکیں گے۔ تو پھر سوال کریں گے۔ مگر اللہ حضور کی قوت اعجازی کہ اس سلسلہ گفتگو میں حاضرین کے ۹۰ فیصدی سوالوں کے جواب ہوتے۔ اور مجھے تو اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مہمان دوسرے کو اشارہ کرتا کہ لو۔ تمہارے سوال کا جواب تو خود ہی مل گیا۔ دوسرا دوسرے کو کہتا۔ اسی طرح تقریباً سب کے سب تسلی کر کے اٹھتے اور کسی کو بھی سوال کرنے کی حاجت نہ ہوتی۔ یہ دلیل ہے کہ حضور کے ساتھ خدا تعالیٰ کا کامل تعلق تھا۔ اور اللہ تعالیٰ حضور کو ایسے ڈھنگ پر گفتگو کرنے کا موقع دیتا کہ نہ سائلوں کو تکلیف ہو اور نہ حضور کو بار بار ہر ایک کے سوال کا جواب دینا پڑے۔

میری پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا اور دوسری شادی کی ضرورت تھی۔ مکرم عبداللہ صاحب سنوری قادیان میں تشریف رکھتے تھے۔ ان کا خط گیا

کہ ایک رشتہ کی تجویز ہوئی ہے تم قادیان آجاؤ۔ چنانچہ میں دارالامان میں آگیا۔ جب وہ ملے تو انہوں نے کہا وہ شخص جو تم کو دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ تو آج چلا گیا ہے ایک اور جگہ رشتہ ہے اس کے لئے خانصاحب اکبر خان کو خط لکھ دیتا ہوں۔ وہ کوشش کر کے کرا دیں گے۔ تم خط لے کر جاؤ۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ انہوں نے خط لکھا۔ جب خط ختم کرنے لگے تو کہا۔ تبرکا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی اکبر خان کو سفارش کرادوں۔ میں نے کہا بہتر۔ انہوں نے اس خط کے اخر پر لکھ دیا کہ حضرت (مسیح موعود) آپ بھی تبرکا سفارش فرمادیں۔ اور وہ خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں اوپر بھیج دیا۔ آپ نے فوراً اس خط پر سفارش لکھ دی اور یہ لکھا کہ میاں قدرت اللہ ہمارے میاں عبداللہ صاحب سنوری کے بھتیجے ہیں اور مخلص احمدی ہیں۔ میں آپ کو سفارش کرتا ہوں آپ کوشش کر کے ان کے لئے رشتہ کرا دیں۔

جب یہ خط ملا تو مکرم عبداللہ سنوری صاحب نے مجھ سے کہا کہ جلدی چلے جاؤ میں نے کہا۔ حضرت صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کیونکہ حضور کی طبیعت اچھی نہ تھی۔ آپ باہر تشریف نہ لائے تھے۔ اس لئے میں بغیر ملے کے نہیں جا سکتا۔ اس دن ایک بڑے آدمی نے مصافحہ کرنا چاہا تھا اور حضور نے باہر تشریف لانے سے انکار کر دیا تھا۔ مکرم عبداللہ سنور صاحب نے کہا آج ملنا مشکل ہے تم چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ بغیر ملے تو میں نہیں جاتا۔ رشتہ جاتا ہے تو جائے ملاقات کے بغیر قادیان سے جانا موت سے بڑھ کر ہے۔ انہوں نے ایک خدمتگارہ کو کہہ دیا کہ حضرت صاحب کے پاس

جاکر عرض کر دو کہ میاں عبداللہ سنوری کا بھتیجہ مصافحہ کرنا چاہتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آوازیں پڑنی شروع ہوئیں۔ میاں قدرت اللہ سنوری کو حضرت صاحب بلاتے ہیں۔ میں نے جب سنا تو دوڑتا ہوا گیا جس مکان میں آج کل حضرت میاں بشیر احمد صاحب تشریف رکھتے ہیں اس میں ان دنوں مہمان رہتے تھے۔ اس مکان کے زینہ سے اوپر گیا۔ مکرم عبداللہ سنوری صاحب بھی میرے ساتھ اوپر گئے۔ تو درواز کے آگے کیا دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب تہہ باندھے اور گلے میں کرتہ سر پر رومی ٹوپی پہنے کھڑے ہیں۔ السلام علیکم کے بعد مصافحہ کیا۔ اور میں نے جو جو عرض کی حضور نے سنی اور دعا کی درخواست پر خوش ہو کر فرمایا بہت اچھا دعا کریں گے۔ اور اس کے بعد خود ہی تبسم لب ہو کر فرمایا کہ ہم نے تو تمہارے رشتہ کے لئے بھی سفارش کر دی ہے۔ اب اجازت ہے۔ جلدی جاؤ۔ چنانچہ میں فوراً چلا گیا۔

ایک دفعہ میرے خسر اور میری بیوی قادیان آئے ہوئے تھے۔ وہ ایک ماہ کے لئے آئے تھے یہاں وہ زیادہ دن ٹھہر گئے۔ میں نے اپنے خسر کو خط لکھا کہ میری بیوی کو واپس پہنچا دیں۔ انہوں نے وہ خط حضرت صاحب کو دکھا دیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بہت خوب بات ہے۔ فوراً ان کی بیوی کو ان کے پاس پہنچا دو۔ جب انہیں ضرورت ہے تو پھر ان کا یہاں ٹھہرنا اچھا نہیں ہے۔ میرے خسر سن کر خاموش رہے۔ اور گھر سے میری خوشدامنہ کو اندر بھیجا۔ انہوں نے ام المومنین کے پاس عرض کیا۔ کہ حضرت صاحب نے آج ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ اپنی لڑکی کو اپنے داماد کے پاس چھوڑ آؤ۔ اب

ہمیں تعمیل حکم کرنی ضروری ہے۔ اگر آپ حضرت صاحب کے پاس سفارش کر دیں کہ یہ تو حضور کے فیض صحبت کے لئے آئے ہیں۔ آپ ان کو نہ بھیجیں۔ بلکہ بیوی والے کو لکھ دیں وہ آکر اپنی بیوی کو لے جائے۔ ام المومنین نے حضرت صاحب سے عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ بہت مناسب ہے۔ میاں قدرت اللہ صاحب کو ہماری طرف سے لکھ دو کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ خود آکر اپنی بیوی کو لے جاؤ۔ چنانچہ خط لکھا گیا۔ میں خط کو دیکھتے ہی جائے ملازمت سے سنور کو روانہ ہوا۔ اور گھر سے خرچ اور پارچات ضروری لیکر دارالامان کا قصد کیا۔ مکرم عبداللہ صاحب بوجہ بیماری مکرمی رحمت اللہ صاحب سنور رخصت پر تھے۔ انہوں نے مجھے حضرت صاحب کے نام خط لکھ دیا اور مکرم رحمت اللہ کی بیماری کا حال بھی لکھا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ حضور نے جو نسخہ قبل ازیں بھیجا ہے اس میں ایک دوائی برگ بیلا لکھی تھی' وہ نہیں ملتی' اس کا پتہ دیویں۔ میں قادیان پہنچا۔ ظہر کی نماز ہو رہی تھی' نماز میں شامل ہو گیا۔ حضرت صاحب نماز سے فارغ ہو کر اندر چلے گئے۔ میں نے سلام پھیر کر ایک خادمہ کے ہاتھ خط اندر بھیجا اور میں ایک دوست سے باتیں کرنے لگا جب حضرت صاحب کو خط ملا آپ خط دیکھتے ہی فوراً باہر تشریف لائے۔ دروازہ پر آکر جب دیکھا مجھے موجود نہ پایا۔ آپ واپس اندر تشریف لے گئے۔ جب میں اس دوست سے بات کر کے فارغ ہوا تو فوراً جاکر پردہ کے پاس دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ اندر سے ایک خادمہ آئی اس نے مجھے پوچھا کیوں کھڑے ہو۔ میں نے کہا حضرت صاحب سے ملنا ہے۔ اس نے کہا تم قدرت اللہ سنوری ہو۔ میں نے

کہا ہاں۔ اس نے کہا افسوس ہے کہ حضرت صاحب تم کو ملنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ تم نہ ملے۔ حضرت صاحب واپس تشریف لے گئے۔ میں نے کہا تم پھر اطلاع کردو۔ اس نے کہا۔ واہ حضرت صاحب کیا بار بار آویں گے۔ وہ تو تمہاری خوش قسمتی تھی کہ باوجود مصروفیت کے حضرت صاحب ملنے آئے تھے۔ میں نے کہا تم پھر کہدو۔ اس نے انکار کیا۔ میں نے اصرار کیا۔ للہ تم کہدو۔ اس نے واپس جاکر حضرت صاحب سے عرض کیا۔ آپ کے ہاتھ میں مکرم عبداللہ سنوری صاحب کا خط تھا' اسے ہاتھ میں لئے حضور فوراً ہی تشریف فرما ہوئے اور السلام علیکم کہا۔ میں نے جواب دیا۔ وعلیکم السلام۔ مصافحہ کرکے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نذرانہ پیش کیا۔ حضرت صاحب نے وہ لیکر جیب میں ڈالا۔ اور اچھی زور کی آواز سے جزاک اللہ فرمایا۔ جو دل میں ایک عجیب اثر کرگیا۔ پھر فرمایا تم میاں عبداللہ کی جگہ کام کرتے ہو۔ اور نظر شفقت مجھ پر ڈالی۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں حضور ان کا قائم مقام ہوں۔ پھر خط کو دیکھا اور دوبارہ وہی فرمایا۔ پھر سہ مرتبہ وہی فرمایا۔ میں جواب میں وہی فقرہ عرض کرتا رہا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میاں عبداللہ سمجھے ہیں۔ کہ برگ بیلا ہے وہ برگ بیلا نہیں بلکہ برگ بید ہے۔ آپ ان کو خط لکھ دیں۔ میں نے عرض کیا بہت خوب۔ حضور اندر تشریف لے گئے۔ میں زینہ میں آیا ہی تھا کہ حضور نے پھر آواز دی اور فرمایا۔ ابھی میاں عبداللہ کو لکھ دینا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھنا کہ رحمت اللہ کو باغ میں کھلی ہوا میں رکھیں اور پندرہ پندرہ دن کے مرغے کے چوزوں کی یخنی انہیں پلاویں۔ پھر حضور تشریف لے گئے۔ میں نیچے اترنے لگا۔ پھر

آواز آئی۔ میں لوٹا پھر حضور کو باہر تشریف فرما پایا۔ فرمایا ابھی میاں عبداللہ کو لکھ دو کہ رحمت اللہ کو باغ میں رکھیں اور مرغ کے چوزوں کی یخنی پلاویں۔

پھر میں نے دیکھا کہ حضور سیر میں دوسرے تیسرے روز مجھ سے پوچھ لیتے میاں عبداللہ کے لڑکے کی خبر خیریت آئی ہے یا نہیں۔ جب کچھ حال معلوم ہوتا تو عرض کردیتا۔ ایک دن حضور نے فرمایا۔ آج میاں عبداللہ کا خط آیا ہے۔ تمہارا بھائی راضی ہے۔ فرمایا مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں بھی حضور کی اس بندہ نوازی سے خوش ہوا۔ جس دن روانگی کا ارادہ ہوا۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں اجازت کے لئے عریضہ لکھا۔ اور دعا کی خواہش کی اور ساتھ ہی یہ خواہش تحریر کی کہ حضور کا ایک دستی رومال اگر تبرکا مل جائے تو زہے قسمت۔ میری بیوی خط لیکر اندر گئی۔ حضور نے وہ خط پڑھا اور ام المومنین سے فرمایا کہ میاں قدرت اللہ کی بیوی کو میرا ایک دستی رومال دے دو۔ اس کے میاں تبرکا رومال مانگتے ہیں۔ مگر وہ رومال دینا جو کثرت سے میرے ہاتھ میں رہا ہو۔ چنانچہ ام المومنین نے فوراً ایک ململ کا رومال جس کو حضرت صاحب نے اکثر دفعہ استعمال کیا تھا' اٹھا کر میری بیوی کو دے دیا اور یہ کہا کہ اس کو حضرت صاحب نے کثرت سے ہاتھ میں لیا ہے۔ حضرت صاحب نے وہ رومال میری بیوی کے ہاتھ سے لے لیا اور اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں دبایا اور پھر میری بیوی کو دیا۔ اور فرمایا۔ اپنے میاں سے یہ کہدینا کہ یہ رومال حضرت صاحب کا ہی ہے اور آپ نے ہی دیا ہے بلکہ اس وقت بھی آپ نے اپنے ہاتھ کو مل کر دیا ہے تاکہ تمہاری

خواہش پوری ہو جائے۔ اور میرے خط کا جو جواب لکھا۔ وہ نیچے درج کرتا ہوں :-

نقل خط

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' اجازت ہے چلے جائیں۔ اور میاں عبداللہ سنوری کے خط سے حال صحت معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ پوری صحت عطا فرماوے۔ میری طرف سے کہدیں کہ میں دعا کرتا رہا ہوں خدا تعالیٰ قبول فرماوے۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ

اب خط کو دیکھنے سے یہ واضح ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت صاحب کو مکرم عبداللہ صاحب سنوری کے خط سے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ مکرمی رحمت اللہ بالکل راضی ہو گیا۔ مگر حضور نے خط میں یہ لکھا کہ (میاں عبداللہ سنوری کے خط سے حال صحت معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ پوری صحت عطا فرماوے) پوری صحت ہو جائے جب میں نے جاکر معلوم کیا تو پتہ لگا کہ مکرمی رحمت اللہ راضی خوشی اپنی جائے ملازمت پر حاضر بھی ہو چکے۔ میں دل میں بار بار یہ خیال کرتا تھا کہ الٰہی حضرت صاحب نے یہ کیوں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پوری صحت عطا فرماوے۔ مگر حکمت الٰہی پنہاں تھی وہ آشکارا ہوئی۔ اللہ کے محبوب نبی جری اللہ فی حلل الانبیاء کا کلام معجز نما پورا ہوا کہ تقریباً ایک ماہ کے بعد پھر مرض نے زور پکڑا۔ اور مکرمی رحمت

اللہ صاحب پھر تقریباً دو ماہ کے قریب بیمار رہے اور حکیم نے کہا۔ دراصل مرض اندر تھی کثرت کام اور علاج چھوڑنے کی وجہ سے بیماری عود کر آئی۔ خیر حضور کے فقرہ کے مطابق خداوند تعالیٰ نے دوبارہ پوری صحت عطا فرمائی۔ اور اپنے پاک محبوب کی بات کو پورا کر دکھایا۔

جب صاحب فنانشل کمشنر ۱۹۰۷ء میں قادیان تشریف لائے میں بھی وہاں موجود تھا۔ شام کے وقت ایک معزز احمدی نے جو بڑی دنیاوی وجاہت رکھتا تھا۔ اور کچھ دنیا کی طرف زیادہ مائل اور دنیا پسند تھا۔ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور فنانشل کمشنر صاحب تشریف لاویں گے حضور بھی استقبال کے لئے آگے چلیں' تاکہ گاؤں سے ایک میل آگے جاکر استقبال کیا جائے۔ حضرت صاحب نے فرمایا "مجھے ان تکلفات سے نفرت ہے۔ باقی استقبال وغیرہ کرنا کمیٹیوں کا کام ہے۔ تم لوگ جاؤ دو چار آدمی استقبال کرو۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے اور دوسرے میں ضعیف العمر ہوں" اس نے عرض کی حضور ایسا نہ ہو صاحب بہادر ناراض ہوں۔ آپ نے فرمایا "مجھے دنیا کے کیڑوں مکوڑوں کی کچھ پرواہ نہیں۔ جس بات کی طرف میرا مولا مجھے توجہ نہ دلائے اور دل نہ چاہے میں نہیں کرتا"۔ جب صاحب فنانشل کمشنر بہادر قادیان تشریف لائے اور کیمپ میں چلے گئے جو ان کے لئے باہر لگایا گیا تھا۔ تو سب احمدی دوست واپس چلے آئے۔ میں بھی وہاں سے واپس آیا اور مسجد مبارک میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اندر سے تشریف لائے اور مسجد مبارک میں آبیٹھے۔ میں حضور کے بالکل قریب ہی بیٹھا تھا کہ لوگ جوق در جوق مسجد میں آپہنچے اور

مسجد لوگوں سے بھر گئی۔ حضرت صاحب کا چہرہ بڑا بشاش تھا۔ آپ نے صاحب فنانشل کمشنر بہادر کی تشریف آوری کے متعلق اور وہ گفتگو جو اس نے احمدی احباب سے کی تھی سنی۔ گفتگو کے درمیان خواجہ کمال الدین نے کہا کہ حضور صاحب فنانشل کمشنر کو حضور کی طرف سے دعوت دے دی گئی ہے اور صاحب بہادر نے منظور کر لی۔ آپ نے پوچھا' اچھا دعوت تو کر دی مگر یہ تو بتاؤ کہ ان کی دعوت میں کیا کیا ہو گا انہوں نے کہا۔ کچھ میوہ کچھ بسکٹ' کچھ اور کچھ' تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا یہ کچھ اور کچھ کیا۔ ہم ہرگز پسند نہیں کرتے کہ وہ امرا کے سے تکلفات کریں۔ کیونکہ الہام الٰہی نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ تیرے آباواجداد کا سلسلہ قطع کر کے تجھ سے نیا سلسلہ جاری کیا جائے گا۔ میرے خاندان کو یہ بات حاصل تھی۔ مگر اب میں نے یہ بات الہام الٰہی کی وجہ سے چھوڑ دی۔ ہنس کر فرمایا۔ اب تو یہ فقیر کا لنگر ہے اور جاؤ صاحب فنانشل کمشنر بہادر سے عرض کر دو کہ فقیر کے لنگر سے پکا پکایا کھانا ملے گا۔ اگر چاہیں دعوت منظور کر لیں۔ جب حضرت صاحب نے یہ فرمایا تو خواجہ صاحب چپ ہو گئے۔ جب حضرت صاحب نے دیکھا کہ یہ نہیں اٹھے۔ تو آپ نے کسی اور دوست کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ جاؤ تم جا کر صاحب بہادر سے عرض کر دو۔ کہ مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ فقیر کا لنگر ہے اور اس سے پکا پکایا کھانا ملے گا۔ چنانچہ وہ دوست فوراً چلے گئے اور جا کر صاحب بہادر سے عرض کر دی۔ انہوں نے منظور فرما لیا۔ انہوں نے واپس آکر حضرت صاحب سے عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ ایک دیگ زردہ اور ایک پلاؤ کی پکوا کر وہاں بھیج دو۔ اور حضور اندر تشریف

لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور پھر تشریف لائے اور دروازہ پر سے پردہ اٹھایا۔ وہاں صرف میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے مجھے السلام علیکم فرمایا۔ اتنے میں نیچے سے حضرت میر ناصر نواب صاحب تشریف لے آئے۔ حضرت صاحب نے ان سے پوچھا۔ کہو جی لنگر میں کھانا پک گیا جو باہر جائے گا۔ انہوں نے زور سے کہا۔ کہاں پک گیا۔ یہاں کوئی توجہ کرتا ہے۔ دعوت تو کر دی۔ اب سب آرام سے پلنگوں پر جا بیٹھے ہیں کسی نے توجہ ہی نہیں کی۔ آپ نے فرمایا۔ وہ کام ہی کیا ہے۔ صرف دو دیگیں پکنی ہیں۔ ایک زردہ کی' ایک پلاؤ کی۔ میر صاحب نے پھر زور سے کہا۔ حضرت یہ لوگ باتیں ہی بناتے ہیں کرتے کچھ نہیں سب لیٹ گئے ہیں۔ حضرت صاحب نے تبسم لب ہو کر فرمایا کہاں کا بڑا کام ہے' صرف دو دیگیں پکنی ہیں۔ میر صاحب نے پھر زور سے کہا۔ حضرت یہ لوگ بڑے سست ہیں۔ کام کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ کام ہوتا ہے۔ کام تو جب ہی ہوتا ہے جب کوئی کرے۔ ادھر ادھر پھرنے سے کام نہیں ہوتا۔ یہ بات میر صاحب نے زور سے کہی۔ میں نے دیکھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رنگ سرخ ہو گیا۔ آپ نے سر مبارک ذرا اوپر کو اٹھایا اور ایک خاصی زور کی آواز سے بولے وہ آواز میرے دل میں دھنس گئی۔ آپ نے میر صاحب کی طرف آنکھ اٹھا کر فرمایا :-

لنگر میں دو دیگیں پکوا دیں ایک زردہ کی۔ ایک پلاؤ کی۔ میر صاحب نے عرض کیا۔ بہت اچھا حضرت۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔

تین چار بجے کے قریب حضرت صاحب فنانشل کمشنر صاحب بہادر سے

ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ اندر ٹھہرے جب حضور
واپس آئے۔ اس قدر انبوہ مخلوق کا ساتھ تھا کہ ایک دوسرے پر گرے
پڑتے تھے۔ پانچ آدمیوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر حلقہ بنایا۔
درمیان میں حضور کو لے لیا۔ تاکہ مخلوق کے دھکوں سے حضرت صاحب کو
تکلیف نہ ہو۔ ان پانچوں میں ایک میں بھی تھا۔ میں نے دیکھا حضرت
صاحب بڑے بشاش تھے۔ آپ بازار کے راستہ سے گھر کو تشریف لائے۔
جب بازار کے قریب پہنچے۔ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور حضرت صاحب
کے برابر آکر کہا حضور پیچھے ایک عجب بات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کیا۔ اس
نے عرض کی، حضور جب کیمپ کے دروازے سے نکلے تو ہزاروں کی تعداد
میں لوگ موجود تھے۔ حضور کے ساتھ ہی سب لوگ دوڑ پڑے اور کیمپ کا
اردگرد خالی ہو گیا اور صاحب فنانشل کمشنر اور ان کے ساتھ جو اور انگریز
کھڑے تھے۔ انہوں نے تالیاں بجائیں اور کہا دیکھو کس طرح لوگ
دوڑے جاتے ہیں۔ اور ہنس ہنس کر مخلوق کو دیکھتے تھے۔ آپ پھر چل
پڑے۔ راستہ میں حضور اس قدر انبوہ سے ذرہ نہ گھبرائے بلکہ ہشاش بشاش
چلے آتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم نے خوب کھول کھول کر تقریباً پندرہ
منٹ صاحب فنانشل کمشنر کو اسلام کی خوبیاں سنائیں اور ہم نے اپنی طرف
سے حجت پوری کر دی۔ اور عقائد مہدی خونی کا سوال صاحب نے ہم سے
کیا۔ ہم نے بتا دیا کہ ہمارے فلاں فلاں رسالہ کو دیکھو ہم خونی مہدی کے
عقیدہ کو غلط سمجھتے ہیں۔ ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ دین اسلام دلائل قویہ اور
نشانات آسمانی سے پھیلا ہے اور آئندہ پھیلے گا اور جو جنگیں اسلام میں

ہوئیں، وہ سب دفاعی تھیں۔ اسلام کا تلوار سے پھیلنا یہ غلط عقیدہ مخالفوں
نے گھڑ رکھا ہے۔ اور آپ نے فرمایا۔ صاحب فنانشل کمشنر نے اور بھی
باتیں کرنا چاہیں، وہ دنیاوی باتیں تھیں۔ میں نے کہا آپ دنیاوی حاکم ہیں۔
خدا نے مجھے دین کے لئے یعنی روحانی حاکم بنایا ہے۔ جس طرح آپ کے
وقت کاموں کے لئے مقرر ہیں، اسی طرح ہمارے بھی کام مقرر ہیں۔ اور
ہماری نماز کا وقت ہو گیا۔ یہ کہکر ہم کھڑے ہو گئے۔ فرمایا صاحب بہادر بھی
کھڑے ہو گئے اور خوش خوش ہمارے ساتھ خیمہ سے باہر تک آئے اور
ٹوپی اتار کر سلام کیا۔ اور ٹھہر گئے۔ ہم چلے آئے۔

جن دنوں میں فنانشل کمشنر صاحب آئے ہوئے تھے، ایک جمعہ بھی ان
دنوں میں آیا۔ حضور جمعہ میں تشریف لائے۔ جماعت احمدیہ کا خدا کے فضل
سے بڑا انبوہ ہو گیا۔ تقریباً دو ہزار یا اس سے زیادہ مہمان بھی آئے تھے۔
جمعہ تقریباً دو بجے کے بعد ہوا۔ آپ نے فرمایا عصر بھی ساتھ ہی پڑھ لی
جاوے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ چلنے لگے۔ جب باہر والی محراب میں یعنی
جہاں ممبر رکھا ہوا ہے۔ تشریف لائے تو آپ وہاں ٹھہر گئے اور دیوار کے
قریب ہو کر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں کو فرمایا کہ اسی جگہ مصافحہ کرلیں۔ اور
مسجد کے اندر کی طرف سے لوگ آکر مصافحہ کر کے گذرتے جائیں۔ تاکہ
سب کا مصافحہ ہو جائے۔ میں دروازہ کی دوسری طرف دیوار سے لگ کر ممبر
کے پاس کھڑا ہو گیا کہ دیر تک زیارت کرتا رہوں۔ آپ لوگوں سے مصافحہ
کرتے جاتے تھے۔ آنکھیں نیچی کئے ہوئے گاہے مسکراتے تھے۔ اگر کوئی
السلام علیکم کہتا۔ آپ وعلیکم السلام فرماتے تھے۔ جب چوہدری رستم علی

کورٹ انسپکٹر پولیس نے مصافحہ کیا تو آپ نے ذرا آنکھ اٹھائی اور ان سے آنکھ ملائی اور ہنس کر فرمایا۔ اوہو آج تو چوہدری صاحب بھی اس طرح مصافحہ کرتے ہیں۔ چوہدری صاحب نیچی نگاہ کئے ہوئے کھڑے رہے۔ حضرت صاحب نے دیر بعد ان کا ہاتھ چھوڑا۔ جب ہاتھ چھوڑا تو وہ آگے بڑھ گئے۔ جب سب لوگ مصافحہ کر چکے تو آپ پھر چلنے لگے اور فرمایا آج کا جمعہ تو عید ہو گیا۔

روایت ۲۸

اہلیہ مولوی قدرت اللہ سنوری

ابھی میری شادی نہ ہوئی تھی کہ میں سخت بیمار ہو گئی۔ تپ اور کھانسی نہ جاتا تھا۔ کوئی دق بتاتا تھا کوئی کچھ۔ آخر میرے والد نے گھر میں آکر ذکر کر دیا کہ حکیم لوگ لڑکی کی بیماری کو لاعلاج ٹھہراتے ہیں۔ مجھ کو بھی خبر ہو گئی۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ مجھے قادیان لے چلیں۔ اگر خدا کو منظور ہوا شائد میں راضی ہو جاؤں۔ میرے والد نے کہا بات تو ٹھیک ہے انشاء اللہ ہم تجھے قادیان لے چلیں گے۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد میرے والد صاحب اور والدہ صاحبہ قادیان آئے۔ اور مجھے بھی ساتھ اٹھالائے۔ میری حالت بہت نازک تھی۔ جب ہم دارالامان میں پہنچے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں رہنے کے لئے وہ کمرہ عطا فرمایا جس کا نام بیت الذکر ہے' میرے والد صاحب نے مجھ کو حضرت مولوی نورالدینؓ کے پیش کیا کہ اس کا علاج کریں۔ آپ نے کہا۔ اچھا علاج تو کر

دیں گے۔ مگر تم سوچو یہ قابل علاج ہے۔ اللہ اللہ کرو۔ اور اگر کچھ علاج چاہتے ہو تو حضرت صاحب کو دعا کے لئے عرض کرو۔ ایسے مریض دعا سے راضی ہو سکتے ہیں۔ دوا کی حد سے تو یہ گذر گئی ہے۔ پھر میرے والد صاحب نے آکر علیحدہ طور پر میری والدہ صاحبہ سے کہدیا کہ حکیم صاحب نے علاج سے جواب دیا ہے۔ حضور سے جاکر کہو کہ دعا فرماویں۔ چنانچہ میری والدہ صاحبہ نے مجھے سمجھا دیا اور مجھے حضرت صاحب کے پاس بھیجا۔ میں آہستہ آہستہ وہاں پہنچ گئی۔ میں نے موقعہ پاکر سارا حال عرض کیا اور کہا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے جواب دے دیا کہ راضی نہیں ہو سکتی۔ حضور اس وقت کچھ لکھ رہے تھے کہ میں نے رو رو کر اپنا حال بیان کیا تو آپ نے کام چھوڑ دیا اور سارا حال توجہ سے سنا اور فرمایا کہ اچھا ہم دعا کریں گے۔ اور جاؤ مولوی صاحب سے اسی وقت کونین کی گولیاں لاؤ۔ میری والدہ نے کونین کی گولیاں مولوی صاحب کے پاس سے لاکر حضرت صاحب کو دے دیں۔ آپ نے دو دو گولیاں ایک ہفتہ کے کھانے کے لئے دیں۔ اور فرمایا گلو کے پانی کے ساتھ ان کو کھایا کرنا اور میں دعا کروں گا۔ ایک ہفتہ کے اندر ہی مجھ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضور کی دعا سے صحت حاصل ہو گئی۔ اور اس لاعلاج مرض کی جڑھ جاتی رہی۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے فرمایا میں نے نہ کہا تھا کہ دواؤں سے نہیں بچ سکتی۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ ایسے بیمار ایک فیصدی بھی نہیں بچ سکتے۔ یہ حضور کی دعا کا نتیجہ ہے کہ یہ بچ گئی اور تندرستی ہو گئی۔ ورنہ کوئی پہلو زیست کا باقی نہ تھا۔

روایت ۲۹

چوہدری کریم بخش صاحب نمبردار رائے پور ریاست نابھہ

ایک دفعہ میں قادیان آیا ہوا تھا۔ میری بیوی بچے ساتھ تھے۔ گھر سے اطلاع آئی کہ میری بھاوجہ پلیگ سے فوت ہو گئی اور میرے بھائی کی لڑکی بھی فوت ہو گئی ہے۔ میں نے حضرت صاحب سے اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا جب وہاں پلیگ ہے تو ہم اجازت نہیں دیتے۔ وہ تو خود جلتے ہیں تمہیں جلانا چاہتے ہیں۔ وہ خود مر رہے ہیں تمہیں مارنا چاہتے ہیں۔ ان کو لکھ دو حضرت صاحب ہم کو اجازت نہیں دیتے۔ جب پلیگ سے امن ہو جائے تو پھر وہ اطلاع دیں۔ اس وقت تم کو اجازت ملے گی میاں کریم بخش! غور کرو۔ اگر ایک مکان گر رہا ہو اور کوئی کسی کو کہے کہ نیچے آکر کھڑا ہو جا۔ وہ اس کو کیا کہے گا۔ یہی کہ تو مجھے مارنا چاہتا ہے۔ اور میرے نزدیک تو پلیگ زدہ گاؤں میں جانا حرام موت مرنا ہے۔ باہر سے ہرگز اس طرح پلیگ زدہ جگہ میں نہ جانا چاہئے اور نہ پلیگ والی جگہ سے دوسری محفوظ جگہ یعنی آبادی میں جانا چاہئے۔ کیونکہ اس سے وہاں نقصان ہو گا۔

روایت ۳۰

شیخ حامد علی صاحبؓ

قریباً چالیس سال گذرے قادیان میں رمضان شریف آیا۔ میرا استاد قرآن شریف سنانے آیا تھا۔..............

حضور داڑھی کو مہندی لگاتے تھے۔ اور آپ نے فرمایا۔ میں بیس سال

کی عمر سے مہندی لگاتا ہوں۔ پوشاک اس وقت بھی سادہ تھی۔ اکثر غرارہ پہنتے تھے' ایک شتری چوغہ پہنا کرتے تھے۔ جو کئی سال رہا۔

رات کو حافظ محمد جمیل صاحب سے جو کہ میرے استاد تھے تراویح میں قرآن شریف سنتے تھے آٹھ رکعت میں اور صبح کے وقت نماز کے بعد کبھی فجر کے بعد کبھی عصر کے بعد ٹہلتے ٹہلتے مجھ سے وہ حصہ قرآن کا سنتے تھے جو رات کو سنا تھا۔ اس وقت حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب زندہ تھے۔ غفارہ کشمیری حضرت صاحب کا اس وقت خادم تھا۔ اور میں اس کے ساتھ حضرت صاحب کے مکان پر آیا۔ چارپائی بچھی تھی میں اس پر بیٹھ گیا آپ نے اوپر دریچہ سے دیکھ لیا۔ پوچھا کون ہے۔ خادم نے کہا حافظ حامد علی میں اٹھنے لگا۔ آپ نے فرمایا اٹھو نہیں بیٹھے رہو۔ مجھے اس وقت حضرت صاحب کے چہرہ سے محبت تھی اور بوجہ خلق عظیم کے مجھے حضور سے بہت حسن ظن تھا۔ پھر تقریباً بیس روزہ کو چلا گیا۔ پھر تقریباً آٹھ سال کے بعد میں بیمار ہو گیا۔ میں علاج کرانے امرتسر گیا تھا۔ ایک ہفتہ رہ کر واپس آیا۔ کتھو ننگل کے پڑاؤ پر حضرت صاحب سے ملا۔ آپ کے ہمراہ ملاوامل تھے اور چاہ کے فرش پر بیٹھے قلچہ کھا رہے تھے۔ میں نے پہچاننا چاہا مگر سمجھ میں نہ آیا۔ میں نے پوچھا میاں جی آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ چاہ سے پانی نکالو پھر بتاویں گے۔ میں نے پانی نکالا۔ پانی کی کلی کی پھر پیشاب کرنے کے

لئے تشریف لے گئے۔ واپس آکر پوچھا تمہارا کیا نام ہے اور کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے نام بتایا اور گاؤں کا نام تھہ غلام نبی بتایا۔ آپ نے فرمایا مولوی محمد عمر کو جانتے ہو۔ میں نے کہا وہ ہمارے مکان میں رہتے ہیں۔ ہم نے رکھا ہوا ہے۔ فرمایا ان کو میرا السلام علیکم کہہ دینا۔ میں نے پتہ پوچھا۔ فرمایا مرزا غلام احمد قادیان سے ہوں۔ مجھ کو یہ سن کر بہت خوشی ہوئی۔ میں نے علاج کے لئے کہا آپ نے فرمایا تم یکہ پر سوار ہو جاؤ۔ ہم بھی یکہ پر سوار ہو جاتے ہیں۔ تم قادیان چلو۔ میں تمہارا علاج کروں گا۔ میں گھر پہنچا اور زیادہ بیمار ہو گیا۔ پھر چند ماہ کے بعد قادیان آیا۔ جب وہاں پہنچا تو اپنی پہلی عادت کے موافق فرمانے لگے۔ قرآن شریف سناؤ اور ایک دو رکوع قرآن شریف کے سنے تھے۔ آپ نے فرمایا بیماری کے سبب اب وہ خوبصورتی پڑھنے میں تمہارے گلے میں نہیں رہی۔ میرے آنے سے حضور کو بڑی خوشی ہوئی۔ فرمایا شکر ہے کہ موحد نمازی آیا۔ کیونکہ خادم وغیرہ اچھے نہ تھے۔ پھر میں نے اور حضرت صاحب نے کئی سال نماز پڑھی اور تیسرا آدمی نہ ہوتا تھا۔ کبھی کوئی آدمی ماہ دو ماہ کے بعد آتا تھا۔ اس وقت آپ نے براہین احمدیہ لکھنی شروع کر رکھی تھی اور شائع ہوتی تھی۔ آپ روز صبح کو مجھ سے پوچھتے کوئی خواب دیکھی ہے۔ میں جواب دیتا' اگر آتی ہے تو یاد نہیں رہتی۔ یہاں تک کہ چند دنوں میں مجھے خیال ہو گیا۔ میں نے یہ ذکر مکرم عبداللہ سنوری صاحب سے کیا۔ انہوں نے کہا' خواب اچھی جب آتی ہے کہ درود' التحیات والحمد پڑھے چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اسی روز یا دوسرے روز خواب آئی۔

خواب

"میں قادیان سے اپنے گاؤں گیا ہوں تو ایک شخص امیر بخش ملا۔ اور کہا حامد علی ہمارے گاؤں میں حضرت عیسیٰ آئے ہیں اور مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اپنے گھر نہیں گیا بلکہ مسجد میں چلا گیا۔ جاکر السلام علیکم کہا۔ ملاقات کی۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال معلوم ہوتی تھی۔ میں نے چند باتیں کیں دور کی۔ ہمارے گھر دعوت کھانا۔ انہوں نے منظور فرما لیا۔ میں نے اپنے گھر جا کر والدہ سے کہا۔ حضرت عیسیٰ آئے ہیں ان کی دعوت ہے عمدہ کھانا پکانا۔ سو میٹھے چاول۔ مرغ وغیرہ پکائے گئے۔ میں نے اپنی والدہ اور بیوی کو کہا۔ میں حضرت کو کھانا کھلانے گھر لاؤں گا۔ تم زیارت کر لینا۔ چنانچہ میں حضرت عیسیٰ کو گھر لے آیا میں نے مکان میں چارپائی بچھائی۔ نہایت عمدہ استری شدہ دوتہی ان کے نیچے بچھائی (گو اس وقت استری نہ ہوتی تھی) کھانا کھایا باہر چلے گئے گھر سے نکلتے ہی مسجد قریب تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ دو ہزار سال آپ آسمان پر کیا کرتے رہے۔ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی بغل میں ایک کتاب تھی' نیلی چولی تھی۔ فرمایا یہ کتاب بناتا رہا"۔

تعبیر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمائی۔

آپ نے حلیہ پوچھا۔ میں نے کہا حکیم محمد دین ساکن گوجرانوالہ کی سی شکل ہے۔ گھونگروالے بال۔ عمر تیس سال کے قریب ہے۔ قد درمیانہ پیشانی فراخ۔ آپ نے فرمایا۔ خواب درست ہے میں نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کو اسی رنگ میں دیکھا ہے اور بال گھونگروالے تھے۔ تعبیر یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمرتبہ کوئی آدمی ہو گا جس کی تم خدمت کرو گے۔ اور تمہارا خاندان کرے گا۔

جب میں آیا اپنے ساتھ تقریباً چار سیر پختہ آٹا لایا۔ آپ نے فرمایا۔ آٹا کیوں لائے ہو۔ تمہارا خدا رازق ہے۔ اس کی ضرورت نہیں۔

چند روز رہتے ہوئے گذرے تھے۔ فرمایا کہ تیرا خیال جو جانے کے متعلق ہے۔ یہ درست نہیں کہ تو واپس جاوے دوائی تو ہم دے دیں گے مگر وہاں دوائی سے فائدہ نہ ہو گا۔ پھر فرمایا اصل بات یہ ہے کہ میرا دل نہیں چاہتا کہ تو جائے اور زمیندارہ کام کرے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ جو ہے وہ زمینداروں کے حق میں ہے اور صحیح بخاری کی آخری حدیثوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمیندارہ کے آلات دیکھے فرمایا جن کے گھر میں ہونگے وہ ہمیشہ ذلت میں رہیں گے۔ ان میں اکثر دیندار نہ ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں رہو۔ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے وعدے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے پاس آسمان سے نان پکا پکایا اترتا دیکھا ہے (یا آگیا ہے) آواز آئی یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ اسی واسطے میں چاہتا ہوں کہ تم ان میں سے ہو جاؤ اور آسمانی کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ کچھ دن میر عباس علی، منشی عبدالحق اکوشٹ لاہور کبھی کبھی آیا کرتے تھے یا مولوی غلام رسول دینانگر کے جو پشاور کے صدر قانون گو تھے، آیا کرتے تھے۔ یا کبھی گرد و نواح کے آدمی یونہی ملنے آجاتے تھے۔

جمعہ میں ان دنوں کبھی تین کبھی چار آدمی ہوتے تھے۔

حساب کا معاملہ :- آخر عمر تک مجھ سے کبھی حساب نہیں مانگا۔ اور نہ کبھی ناراض ہوئے۔ بلکہ ایک دفعہ میں لاہور گیا۔ مولوی نورالدین صاحبؓ نے سات سو کی ہنڈی روانہ کی تھی وہ لیکر گیا۔ کچھ اسباب لایا۔ تقریباً پچاس روپے واپس لایا۔ اس کا حساب میں نے حضرت صاحب کو دیا۔ آپ نے فرمایا میں نے کب مانگا ہے۔

ایک روپیہ ۸ آنہ کی غلطی اور پگڑی والا معاملہ :- تھوڑی دیر بعد میں گیا اور دیکھا کہ حساب میں ایک روپیہ ۸ آنہ کی کمی تھی۔ آپ نے فرمایا تم خود ہی ابتلاء میں آئے۔ میں نے کب حساب مانگا تھا۔ آخر تلاش ہوئی ایک روپیہ ۸ آنہ کہاں گیا۔ دیر بعد یاد آیا۔ حضور کے پاس پگڑی نہ تھی، جانے سے پہلے فرمایا تھا ایک روپیہ ۸ آنہ کا دوپٹہ ۔ یہاں بازار سے ہی لے آؤ۔ میں نے وہ یاد کرایا۔ فرمایا ٹھیک ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب بیمار تھے میں پاؤں دبا رہا تھا حضور کے ٹانگوں پر پھوڑے نکلے ہوئے تھے۔ آپ بہت کمزور ہو گئے تھے۔ فرمایا۔ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ اب تالیف کی امید نہیں۔ براہین احمدیہ کے چار کے چار ہی حصہ رہ جائیں گے۔ یہ باتیں کرتے ہی الہام ہوا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "کیا ہم تھک گئے ہیں اور پھر نہ کر سکیں گے۔" آپ نے فرمایا یہ خوشخبری ہے ممکن ہے خدا وہی طاقت یا اس سے بڑھ کر دے۔ انہیں دنوں میں الہام ہوا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَسِيْنٍ اس الہام پر صبح آٹھ بجے ایک لڑکا سیدان کا آیا۔ اور وہ لڑکا تقریباً دس سال کا ہو گا، وہ خوبصورت بھی تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ صبح ہی الہام ہوا تھا۔ اس الہام کے مطابق یہ لڑکا

آگیا۔ پھر یہ الہام مشہور ہو گیا۔ یہاں تک کہ حافظ سلطانی نے جو حضرت
صاحب کے پاس رہتا تھا۔ اس نے امرتسر جا کر مولوی غلام علی سے ذکر کیا۔
انہوں نے فرمایا۔ اس الہام کے معنی یہ ہیں کہ مرزا صاحب کے گھر میں لڑکا
ہو گا۔ حافظ غلام احمد صاحب امرتسر سے آئے۔ انہوں نے کہا کہ مولوی
غلام علی کہتے ہیں کہ الہام مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے حسین لڑکا
ہو گا۔ پھر اس کے متعلق إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ اور نُبَشِّرُكَ
بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ الہام ہوئے۔

کیونکہ حضرت صاحب کو نکاح کے متعلق بار بار الہام ہوتے تھے۔ اور
جب بار بار الہام ہوئے تو نکاح کی تجویز ہوئی۔ میر ناصر نواب صاحب سے
خط و کتابت ہوئی۔ انہوں نے ہاں کر لی۔

روایات ۳۱
شیخ نور احمد صاحب مختار عام حضرت صاحبزادہ صاحب

جن دنوں حامد علی یہاں آیا' اس کو ضعف کی بیماری تھی۔ ہمارا گاؤں
موضع کھارا یہاں سے دو کوس ہے۔ وہاں ایک تھہ ہے (حافظ حامد علی بوجہ
برادری میرے واقف تھے) یہ وہاں میرے پاس نور کی تلاش میں گئے۔
میری عمر بارہ سال کی تھی۔ میں نے تین خوابیں متواتر تین راتوں میں دیکھی
تھیں۔ وہ میں نے حافظ حامد علی کو سنانی شروع کر دیں۔

پہلی خواب

میں نے دیکھا کہ حضرت مرزا صاحب اس جگہ جہاں بورڈنگ ہے۔
ایک بہت بڑا چبوترا بنا رہے تھے۔ ان دنوں یہ زمین غیر آباد تھی۔ اور
جھاڑیوں کی کثرت کی وجہ سے گزرنے والے کو ڈر لگتا تھا۔

دوسری خواب

میں دیکھتا ہوں کہ گاؤں سے باہر اراضی دیہہ میں ایک سوار کھڑا ہے۔
اس کے پاس سبز گھوڑا ہے۔ اور برقعہ پہنا ہوا ہے۔ میں دوڑا دوڑا آیا۔
ایک اور آدمی نظر آیا۔ میں نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ اس نے کہا حضرت
یوسف علیہ السلام ہیں۔ تھوڑا سا منہ دکھایا پھر نہ معلوم کہاں چلے گئے۔

تیسری خواب

میں نے دیکھا ہمارے گھر میں مختلف رنگ و مختلف قد و قامت کے بہت
سے پرندے ہیں۔ ایک مرغ جتنا جانور سب سے بڑا ان میں ہے وہاں ایک
شخص کو میں نے دیکھا جس سے میں نا آشنا تھا۔ میں نے پوچھا۔ یہ پرندے کیا
ہیں۔ اس نے کہا۔ بڑا پرندہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

یہ تینوں خوابیں میں نے حامد علی کو سنائیں۔ وہ مجھے لے کر قادیان آیا۔
حضرت مسیح موعود گول کمرہ والی جگہ ٹہل رہے تھے۔ حافظ حامد علی نے کہا۔
یہ لڑکا متاب خان کھارا والا ہے اور وہ گذشتہ خوابیں سنائیں گئیں۔ آپ
نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھا اور ٹہلتے ٹہلتے خواب سنے۔ جب خوابیں سنا چکا تو
آپ نے تبسم لب ہو کر فرمایا۔ دو خوابوں کی تعبیر یہ ہے :۔ حضرت یوسف کا

دیکھنا ۵۴ سال تکالیف آویں گی (یہ خواب ہو بہو پورا ہوا)

تیسرے خواب کی تعبیر :- پرندہ کی شکل میں حضرت ابراہیمؑ کو دیکھنا۔ یہ بھی بزرگ ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ ہم انبیاء کو بہشت میں پرندہ کی شکل میں داخل کرتے ہیں۔ خواب کے متعلق آپ نے بڑی تفتیش کی۔ مویشیوں کے مفصل حالات دریافت کئے اور قد و رنگ وغیرہ کے متعلق پوچھا (یہ خواب بھی پورا ہو گیا)

اکثر دفعہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں آتا۔ آپ ٹہلا کرتے مگر ہاتھ میں قرآن شریف ہوتا تھا۔ یا کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے آپ چنے کے دانے بھی اکثر چبایا کرتے تھے۔ کیونکہ مسکین لوگ آجاتے اور اندرون خانہ سے جو کھانا آتا۔ وہ آپ مسکینوں کو دے دیتے اور خود دانے چبا کر دن بسر کرتے تھے۔ پھر کھانے کو نہ فرماتے تھے۔

مریض کی خبرگیری

ایک دفعہ میرے تایا صاحب بیمار تھے ہم نے آکر عرض کی کہ حضور وہاں چل کر مریض کو دیکھ لیں۔ ہم سواری کے لئے گھوڑا لائے ہیں۔ آپ بے تامل تشریف لے آئے اور فرمایا۔ گھوڑی کی ضرورت نہیں آپ دو کوس پیدل ہمارے گاؤں گئے۔ مریض کو دیکھا اور جاتے ہی السلام علیکم فرمایا۔ بیمار کے پاس بیٹھ گئے۔ دوائی تجویز فرمائی۔ پھر چند دینی باتیں کیں۔ دودھ ' چائے وغیرہ کے لئے بہت کہا۔ مگر آپ نے پینا منظور نہ فرمایا۔ آخر میں کہا کہ اگر بہت خاطر منظور ہے تو چنے کے دانے لے آؤ۔ چنانچہ لائے گئے۔ حضور نے یونہی دس پانچ

دانہ اٹھا کر چبائے۔

مقدمات میں راستی

میرے والد صاحب اور تایا صاحب ذکر کیا کرتے تھے کہ ہمارا گاؤں مرزا صاحب کی تعلقہ داری میں تھا۔ کچھ عرصہ حضور اپنے والد صاحب کے مختار رہے اور ہمارے ساتھ بھی کئی پیشیوں میں عدالت میں جانا ہوا۔ آپ ہمیشہ راستی کا پہلو اختیار کرتے خواہ مقدمہ کو کس قدر نقصان پہنچ جاتا۔ غرض راستی کو بالکل ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

میراثی کا سوال

جب حضور کی دوسری شادی ہوئی۔ تو اسی وقت مرزا سلطان احمد صاحب کی بھی شادی ہوئی تھی۔ یہاں دستور تھا کہ مرزا صاحبان کے گھر میراثی آکر شادی پر کچھ لیا کرتے تھے۔ وہ میراثی آیا۔ مرزا امام الدین بھی سلطان احمد صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان سے ملا۔ اور دعا کی انعام چاہا۔ انہوں نے کہا مرزا غلام احمد کی بھی شادی ہوئی ہے۔ جب تک ان سے انعام نہ لاوے ہم نہ دیں گے۔ اور جو وہ دیں گے ہم ان سے دگنا دیں گے۔ وہ میراثی قطب الدین نامی حضرت صاحب کے پاس آیا۔ آپ مسجد مبارک سے اتر رہے تھے وہ چڑھ رہا تھا۔ زینہ میں السلام علیکم ہوئی میراثی نے دعا دی آپ نے فرمایا نماز پڑھا کرو۔ اس نے کہا۔ ہاں نماز بھی پڑھتے ہیں رزق کا بھی فکر ہے۔ آپ نے فرمایا یہاں آجاؤ۔ اس نے کہا حضور بال بچہ۔ آپ نے فرمایا بال بچہ کو بھی

لے آؤ۔ خدا ان کا بھی مالک ہے۔ اور آپ نے جیب سے نکال کر دو روپیہ دیئے اور فرمایا۔ یہ کپڑے اتار دو۔ ان کے (روپوں کے) کپڑے لیکر تہہ کرتہ بنالو اور نماز پڑھا کرو۔

امام الدین کا بنایا ہوا بناوٹی عرب

جب حضور نے دعویٰ مہدویت کیا آپ لودھیانہ تھے۔ قادیان میں خبر آئی کہ دعویٰ کیا ہے۔ مگر چند دنوں بعد ہمارے گاؤں میں افواہ اڑی کی ایک عرب مدینہ سے آیا ہے' وہ کہتا ہے حضرت رسول کریمؐ نے مجھے خواب میں بتایا ہے کہ مہدی قادیان میں ہے۔ چنانچہ بہت سے لوگ ہمارے گاؤں سے اور دیگر بہت سے لوگ اور دیہات سے دارالامان آئے۔ (حضرت صاحب لودھیانہ میں ہی تھے) کیا دیکھتے ہیں مرزا امام الدین کے گھر مجمع ہے۔ میرے بھائی کے ساتھ مرزا امام الدین کا تعلق تھا۔ انہوں نے اس کو اپنے پاس بلالیا۔ میں بھی پاس جا بیٹھا۔ میرے بھائی نے کہا وہ حاجی کہاں ہے۔ انہوں نے کہا تو دوست ہے تجھ کو اصل حقیقت بتاتا ہوں۔ وہ حاجی نہیں ہے وہ جالندھر کا رہنے والا فقیر ہے۔ اس کو ہم نے مشورہ سے ایسا کرنا سکھایا ہے۔ اور چونکہ مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے ہم نے اس طرح اس کی تائید کی ہے اور ایک خط مرزا صاحب کو لودھیانہ لکھ دیا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے ایسا سامان کیا ہے اور بھی مدد کریں گے مگر اپنے کام میں ایک پتی ہماری رکھ لو۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے کام تو اس نے چھیڑا ہے۔ بہت روپیہ کماویں گے۔ میں نے یہ باتیں خوب

سنیں۔ پھر ہم نے پوچھا وہ حاجی کہاں ہے۔ اس نے کہا۔ تکیہ میں ہے۔ چنانچہ ہم تکیہ میں گئے۔ دیکھا وہ (جعلی حاجی) چرس پی رہا ہے۔ کئی تسبیح گلے میں ہیں۔ رنگے ہوئے کپڑے ہیں ہر ایک کے سوال پر وہی بات مذکور سناتا ہے۔ ہم چلے گئے۔ کئی دن بعد پھر آئے۔ مرزا امام الدین ملے۔ انہوں نے کہا۔ لو بھئی مرزا غلام احمد ہمارے دم میں نہیں آتا۔ اس نے خط لکھا ہے کہ میں نے دعوت اسلام دی ہے۔ مبارک ہے وہ جو اس میں شامل ہو۔

میری بیعت

میں نے جس دن بیعت کی اس دن میں نے کچھ پتاشے لاکر آگے رکھے' حافظ حامد احمد علی آئے اور عرض کیا کہ کچھ مہمان جو کپور تھلہ کے آئے ہوئے ہیں ان کے لئے چاء تیار ہے میٹھی بناؤں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ میاں نور محمد نے چاہ سے (یعنی محبت سے) بیعت کی ہے۔ ان کے لئے چاء میں پتاشہ ڈالو۔ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے رہتے۔ بشاشت چہرہ پر رہتی تھی۔

نماز تہجد

ایک روز میں دو بجے مسجد مبارک میں آیا تہجد پڑھنی تھی۔ اندھیرا تھا۔ جب مسجد میں داخل ہوا۔ اندھیرے میں آدمی کا سانس معلوم ہوا۔ میں آگے بڑھا۔ دیکھتا ہوں حضور چٹائی پر لیٹے ہیں۔ سر کے نیچے کہنی رکھی ہے اور سو رہے ہیں۔ میں نے نماز پڑھی۔ فارغ ہو کر آہستہ آہستہ پاؤں دبانے لگا۔ حضور بیدار ہوئے۔ فرمایا نماز کا وقت ہوگیا۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں ابھی وضو کر کے آتا ہوں۔ چنانچہ اندر

تشریف لے گئے اور وضو کر کے پھر نماز ادا فرمائی۔

رات کو قرآن کے نوٹ لکھنا

ایک دن تہجد کے وقت میں باہر نکلا تقریباً چار بجے ہونگے۔ دیکھا حضور ڈھاب کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں۔ معلوم ہوا باغ سے تشریف لائے ہیں۔ بغل میں قرآن شریف تھا۔ چند کاغذ قلم دوات تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر جھٹ السلام علیکم فرمایا اور خندہ پیشانی سے گھر کو تشریف لے گئے۔

میں نے آٹا وغیرہ کی دکان کر لی تھی۔ آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ خالص گھی اور آٹا ہوتا ہے۔ ایک دن مجھے بلوایا میں دردولت پر حاضر ہوا۔ اور دستک دی۔ حضور تشریف لائے۔ آپ نے فوراً السلام علیکم فرمایا اور پوچھا تمہارے ہاں سنا ہے عمدہ آٹا اور گھی ہوتا ہے۔ میں نے کہا "حضور" فرمایا ہمارے لنگر کے لئے دے سکتے ہو؟ میں نے کہا انشاء اللہ۔ اس کے بعد حضور اکثر دفعہ گھی منگوایا کرتے جس وقت اطلاع دی جاتی کہ اتنا گھی دیا گیا۔ تو فوراً نقد قیمت ادا فرماتے۔ اگر قیمت نہ ہوتی تو وعدہ فرماتے ایک دن کا یا چار دن کا غرض یہ عادت تھی کہ جو وعدہ فرماتے اس سے کچھ وقت پہلے روپیہ ارسال فرماتے۔

ایک دن حضور سیر کے لئے جا رہے تھے جب بازار میں سے گزرے میں دکان میں کام کر رہا تھا میں نے السلام علیکم کہا۔ حضور نے تبسم لب ہو کر جواب دیا اور فرمایا۔ الحمد للہ ہمارے سلسلہ کی دکانیں بازار میں ہیں۔ فرمایا

خدا برکت دے۔

روایات ۳۲

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ

میرا گاؤں بھینی ضلع امرتسر' امرتسر سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے۔ میرے نانکے قادیان میں تھے۔ میری پیدائش قادیان میں ہی ہوئی تھی۔ یہاں ہی جوان ہوا۔ اور تھوڑا ہی عرصہ کبھی کبھی جا کر بھینی رہا۔ میرے نانا صاحب نے پہاڑی دروازہ کھوجوں والی مسجد میں ایک ملاں حسین بخش کے پاس مجھے پڑھنے کے لئے بٹھایا۔ مرزا سلطان احمد بھی وہاں میرے ساتھ پڑھتے تھے۔ اسی طرح پھر میں حضرت صاحب کا واقف ہوا۔ اور حضور کے گھر آنے جانے لگ گیا۔ ان دنوں حضرت صاحب دس گیارہ سال کامل گوشہ نشینی کے بعد باہر نکلنے لگے تھے۔ اس سے پہلے حضور نے تقریباً دس گیارہ سال گوشہ نشینی کی اور بہت ہی کم باہر نکلتے تھے اور لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ اس عرصہ میں حضور کی صحت کچھ خراب ہو گئی تھی۔ آپ کے والد صاحب مرحوم کو جب علم ہوا تو فرمایا اس ملاں کو کہو ذرہ باہر ٹہل لیا کرے اور دیکھ بھال کر توجہ کی اور مرغ اور سریاں کھلانی شروع کیں اور یخنی پلائی شروع کی کیونکہ کمزوری بڑھ گئی تھی۔ اس لئے کہ جو کھانا آتا تھا وہ مسکینوں کو دے دیتے تھے اور خود بہت کم کھاتے تھے۔ آپ کے بھائی مرزا غلام قادر کو جب پتہ لگا کہ یہ روٹی تقسیم کر دیتے ہیں' انہوں نے گھر میں انتظام کر دیا کہ دو آدمیوں کا کھانا زیادہ بھیجا کرو۔ اس لئے پھر دس بارہ

روٹیاں آتیں مگر حضور تقریباً سب ہی تقسیم کر دیتے اور جہاں تک مجھے علم ہے میں نے اس وقت لوگوں سے سنا کہ حضور ایک روٹی کی چوتھائی تناول فرماتے ہیں۔ اس میں سے تین چوتھائی روٹی تقسیم کر دیتے۔ شام کے وقت لڑکوں سے چنے بھنوا کر منگوا لیا کرتے تھے۔ اس میں سے بہت سا حصہ پاس بیٹھنے والوں کو دے دیتے' خود تھوڑے ہی چبایا کرتے تھے۔

حضرت صاحب کی عادت تھی' دروازہ بند رکھتے تھے' اگر دنیادار وجیہہ لوگ ملنے کو آتے تو آپ ان کے ملنے کے لئے بہت کم دروازہ کھولتے تھے۔ ہاں جب کوئی مسکین آوے اور آواز دے تو آپ دروازہ کھول دیتے۔ آپ مسکینوں اور غرباء کے کنبوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ بڑی مسجد اقصیٰ نامی میرے سامنے بنی ہے۔ حضرت صاحب کے والد صاحب نے یہ جگہ سات سو روپیہ کو ہندوؤں سے خرید کی تھی۔ ان دنوں میں جوان تھا۔ طاقت اچھی تھی' بھوک زیادہ لگتی تھی۔ جو کھانا حضرت صاحب کے ہاں سے ملتا' وہ تو سب مسکینوں کو حصہ رسدی ملتا تھا۔ اس سے میری شکم پوری نہ ہوتی تھی۔ سوال کرنے سے مجھے نفرت تھی۔ زیادہ سوال میں نہ کرتا تھا اکثر دفعہ بھوک کے وقت میں مسجد اقصیٰ میں توت کے پتے کھا لیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھے ایسا کرتے دیکھ لیا۔ میری جھولی سے پتے گر پڑے۔ آپ نے فرمایا حافظ یہ پتے کیسے ہیں؟ میں نے کہا۔ حضرت بھوک کے وقت کھا لیتا ہوں۔

گول کمرہ میرے روبرو بنا ہے۔ یہ کئی دفعہ گرا کر بنایا۔ حضور کے والد جب دیکھتے کہ ذرہ خم رہ گیا ہے۔ پھر گروا کر بنواتے۔ اسی طرح اس کی

عمارت تین چار دفعہ میں آپ کے پسند آئی تھی۔ مسجد مبارک بھی میری موجودگی میں بنی ہے۔ کوچہ پر ڈاٹ لگی اور یہ تین کمرے بنے تھے۔ ایک محراب کا کمرہ تھا۔ آگے اور دوسرا کمرہ بڑا تیسرا کمرہ تھا یہ جگہ اس وقت ویران پڑی تھی۔ دھتورے اور آک اور ڈیلوں کے بوٹے یہاں کھڑے ہوتے تھے۔ میں اور اور لڑکے کھیلا کرتے تھے۔

حضرت صاحب گوشہ نشینی میں ذکر الٰہی کرتے تھے۔ قرآن پڑھتے تھے' حدیث دیکھتے تھے اور نوٹ کرتے تھے۔ آخر آپ نے براہین احمدیہ لکھنی شروع کی۔ اور وہ اس طرح کہ ایک شخص شمس الدین نامی حضرت صاحب کے پاس ہوتا تھا۔ آپ ٹہلتے تھے بغیر کتاب کے۔ آپ براہین احمدیہ کی عبارت پڑھتے تھے۔ اس کو کہتے تھے لکھتا جا۔ وہ لکھتا جاتا تھا۔ حضرت صاحب ٹہلتے رہتے اور مضمون لکھاتے رہتے تھے۔ مگر شمس الدین حقہ پیا کرتا تھا۔ اور اس کی توجہ میں بعض دفعہ غلطی ہو جایا کرتی تھی۔ جب حضور فرماتے مسودہ سناؤ۔ وہ سناتا آپ فرماتے۔ تم نے تو مسودے کا بیڑا غرق کر دیا۔ اور بہت غلطیاں کیں۔ اس کو رد کروا کر دوبارہ لکھواتے تھے۔ اسی طرح براہین احمدیہ کا مسودہ حضور نے لکھوایا۔ اور حضور کے پاس کوئی کتاب وغیرہ نہ ہوتی تھی۔ زبانی ہی مضمون لکھواتے تھے۔ جب مسودہ درست لکھا جاتا۔ پھر غلام محمد کاپی نویسی کرتا تھا۔ اس کو مسودہ ملتا تھا۔ وہ کاپی لکھتا تھا اور وہ کاپی پھر چھپ جایا کرتی تھی۔

مرزا سلطان احمد صاحب نے قرآن تو مسجد میں پڑھا۔ مگر بعد میں حضرت صاحب نے خود مرزا سلطان احمد صاحب کو قرآن پڑھایا اور سبقاً" سبقاً" کئی

کتابیں تا شرح ملا کافیہ حضرت صاحب سے پڑھیں۔ یہ دل لگا کر پڑھتے تھے.......... حضور نے مرزا سلطان احمد کو فارسی بھی پڑھائی۔ فضل احمد بھی حضور کے پاس پڑھتا تھا مگر وہ دل نہ لگاتا تھا۔ اور اکثر ادھر ادھر دوڑ جایا کرتا تھا۔ اس لئے اسے کچھ کم علم نصیب ہوا تھا۔ صرف تھوڑا بہت اردو ہی سیکھا تھا۔

ایک دفعہ میرے روبرو مرزا غلام قادر مرحوم نے آخری ایام میں مرزا سلطان احمد کو بلایا اور سمجھایا کہ میں آج کل بیمار ہوں۔ دنیاوی کاموں میں بھی اکیلا ہی رہا اور تم بھی اکیلے ہی ہو۔ مگر یاد رکھو۔ بھائی صاحب سے (مرزا غلام احمد صاحب سے) میں بھی قانونی باتوں میں بہت مشورہ لیتا تھا۔ تم بھی مشورہ لے لیا کرو۔ جب براہین احمدیہ چھپنی شروع ہوئی۔ حضرت صاحب کو روپے کی ضرورت ہوئی۔ آپ نے ایک دن اپنی بیوی سے کہا کہ تمہارے پاس زیور طلائی و نقری ہے۔ تم مجھے بطور قرض کے دے دو۔ ہمیں کتاب کی چھپوائی میں ضرورت ہے۔ جب اس نے سنا تو انکار کر دیا کہ آپ تو ملاں آدمی ہیں۔ دن رات نماز روزوں اور قرآن کتابوں میں لگاتے ہو۔ میں وہ زیور بھی جو میرے ساس خسر نے دیا ہے تم کو دیکر کھو دوں۔ خیر زور نہ دیا۔ آپ خاموش رہے۔

ایک دن حضور نے میاں جان محمد کو کہا کہ کچھ روپیہ قرض دو۔ براہین احمدیہ کی چھپوائی کے لئے ضرورت ہے۔ اس نے کہا پانچ روپے ہیں۔ آپ نے لے لئے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد روپے آگئے۔ آپ نے وہ واپس کر دیئے۔ شاید کچھ زیادہ ہی دیا۔ کیونکہ آپ کی عادت تھی کہ ہمیشہ لوگوں پر

احسان کرتے تھے۔

ایک دن مسجد اقصیٰ کے پاس سے گذر رہا تھا حضرت صاحب معہ میاں جان محمد کے وہاں ٹہل رہے تھے۔ میرے جو تہمد باندھا ہوا تھا' وہ لنگوٹ کی طرح کا تھا' اور اس سے پنڈلیاں ننگی ہوتی تھیں گھٹنوں تک بمشکل آتا تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ نابینا حافظ یونہی آوارہ پھرتا ہے۔ قرآن پڑھے تو بہت ہی بہتر ہے۔ اگر قرآن نہیں پڑھتا تو کم از کم کوئی قصہ وغیرہ یاد کر لے' روٹی کا گذارہ تو چل جائے۔ اس بات کا مجھ پر بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ میں نے قصے (سوہنی وغیرہ کے) یاد کرنے شروع کر دیئے۔ اور میں اپنے بھائی کے ساتھ گداگری کو جاتا تو قصے پڑھتا۔ کیونکہ ہماری ذات بھرائی تھی اور ہم لوگ بھیک مانگ کر گذارہ کرتے تھے مگر وہاں ان قصوں نے تو کام خوب دیا۔ لوگ قصہ سنتے اور کچھ دے دیتے۔ مگر مجھے یہ تکلیف ہوئی۔ کہ جب میں نماز پڑھنے لگتا۔ تو میرا بھائی مجھے روکتا کہ نماز نہ پڑھو۔ اس طرح مانگنے میں ہرج ہوتا ہے۔ میں نے دعا کی خدایا اس سے چھڑا۔ چنانچہ خدا کی حکمت دیکھو۔ ایک دن میں حضرت صاحب کی طرف آیا۔ مرزا غلام قادر صاحب مرحوم بیمار تھے۔ انہیں قصے سننے کا شوق تھا۔ بوجہ بیماری بیکار رہتے تھے قصہ سن کر خوش ہوتے۔ دن کو تو لوگ آجاتے تھے مگر رات کی تنہائی میں گھبراتے۔ میاں جان محمد صاحب نے ان سے ذکر کر دیا کہ حافظ معین الدین خوب قصہ جانتا ہے۔ انہوں نے حضرت صاحب سے سفارش کی کہ آپ اس حافظ کو کہدیں کہ میرے پاس رہا کرے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا۔ حافظ صاحب تم مرزا غلام قادر صاحب کے پاس رہا کرو۔ وہ

تمہیں رکھنا چاہتے ہیں میں نے عرض کیا۔ حضرت روٹی کہاں سے کھاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ جب وہ رکھیں گے روٹی بھی دیویں گے۔ اگر نہ دیں ہمیں اطلاع کرو۔ ہم بندوبست کر دیں گے۔ آپ بے فکر رہیں خداوند تعالیٰ تمہاری روٹی کا انتظام کردے گا۔ چنانچہ کچھ دن ایک وقت کھانا مرزا غلام قادر صاحب دیتے اور ایک وقت حضرت صاحب۔ پھر مرزا غلام قادر صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب دونوں وقت کا کھانا ہمارے ہی ہاں کھایا کرو۔ چنانچہ میں آٹھ نو ماہ رہا پھر مرزا غلام قادر صاحب کی وفات ہوگئی اور پھر مجھ کو اجازت ہوگئی اور میں موضع ننگل چلا گیا۔ اور وہاں جاکر قرآن شریف پڑھنا شروع کردیا۔ میں نے تقریباً دس یا گیارہ پارے قرآن شریف کے پڑھے تھے کہ ایک دن میں حضرت صاحب کے پاس آیا۔ آپ گول کمرہ کے آگے ایک تخت پوش پر تنہا بیٹھے تھے۔ اس وقت مسجد مبارک تیار ہوگئی تھی۔ مجھے بلا کر فرمایا حافظ! اب تم بالکل ہمارے پاس آجاؤ۔ اور اس مسجد میں اذان دیا کرو۔ کیونکہ مجھے کام میں لگا رہنے کے باعث بعض وقت وقت تنگ ہوجاتا ہے۔ اگر مسجد میں اذان ہووے تو ہمیں پتہ لگ جاوے اور نماز اول وقت پر پڑھی جایا کرے۔ اگر تم اب نہ آئے تو یاد رکھو کہ پھر خدا کی بہت مخلوق میرے پاس آجائے گی اور پھر تم کو یہاں جگہ نہ ملے گی۔ اور پھر پچھتاؤ گے۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ وہ ختم ہو جائے تو آسکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جو پڑھ لیا ہے وہی کافی ہے۔ اب یہاں آجاؤ۔ میری بدقسمتی میں نے نہ مانا۔ اور خاموش ہو کر چلا گیا۔ وہاں جاکر دس پانچ دن بہت کوشش کی کہ کچھ ترقی کروں۔ مگر سبق یاد ہی نہ ہوتا تھا

بلکہ معکوس ترقی ہونے لگی۔ آخر میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک دریا ہے میں اس میں خود کودتا ہوں۔ اچھلتا ہوں۔ نہاتا ہوں۔ اس کے پانی کے نیچے نہایت عمدہ ریت ہے۔ اس کا پانی گھٹنوں تک تھا مگر تھوڑی دیر میں وہ پانی بالکل خشک ہوگیا۔ مجھے جاگ آگئی۔ اس کی تعبیر کچھ سمجھ میں نہ آئی۔ کچھ دنوں بعد جب میں قادیان آیا۔ حضرت صاحب مجھے ملے۔ فرمایا حافظ تجھ کو کہا تھا کہ یہاں آجاؤ۔ تو نہ آیا۔ جب آپ نے یہ حکم فرمایا۔ خدا نے فوراً اس خواب کی تعبیر میرے دل میں ڈال دی کہ وہ دریا قرآن تھا۔ وہ تو خشک ہوگیا۔ اب ترقی نہ ہوسکے گی۔ اور جہاں کا تھا وہاں ہی رہ گیا۔ میں ڈر گیا۔ میں نے زور سے کہا۔ حضرت میری توبہ میں بھول گیا۔ اب میں آجاؤں گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں آجائے گا۔ میں نے کہا ہاں حضور۔ آپ نے فرمایا پکا وعدہ ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں حضور پکا وعدہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر تو یہاں سے نہ جائے گا۔ میں نے کہا حضور نہیں پھر نہیں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اپنا بسترا اٹھا لاؤ۔ چنانچہ میں گیا اور بسترا اٹھا لایا۔ اور گول کمرہ میں رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب تشریف لائے۔ فرمایا حافظ! تجھے کہا تھا مگر تو نہ آیا۔ میں نے کہا حضرت میں تو آگیا۔ بستر بھی لے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا بستر بھی لے آیا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور لے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا اب تو تو نہ جائے گا۔ میں نے عرض کیا نہیں حضور اب نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ اس دن سے میں نے در دولت پر رہائش شروع کردی، اور مسجد میں اذان دیا کرتا تھا۔

آپ اکثر دفعہ مجھ سے پنجابی کے شعر سنا کرتے تھے۔ جو عورتیں یا بچے

پاس ہوتے تھے وہ میرے شعروں میں متوجہ ہوتے۔ آپ کام میں لگ جاتے اور فرماتے حافظ تم پڑھو۔ میں کام بھی کرتا ہوں اور سنتا بھی ہوں۔ مگر وہ عورتیں بچے حضور کے کام میں حارج نہ ہوتے تھے۔ میں ابتداء سے حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوۃ والسلام) کے اندر زنانہ مکان میں چلا جایا کرتا تھا' دروازہ پر دستک دیا کرتا تھا' جب اندر سے حضرت صاحب اجازت فرما دیتے تو میں اندر جاتا۔ اگر اجازت نہ ہوتی تو واپس آجاتا۔

جب براہین احمدیہ چھپ گئی۔ لوگ اس کو دیکھ کر جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ پھر بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لوگ بیعت کرنے لگ گئے۔ قادیان میں رونق ہونے لگی۔ ہر قسم کے تحائف اور روپے اور جگہ جگہ سے انسان آنے شروع ہو گئے۔

براہین احمدیہ کے شائع ہونے سے پہلے حضورؓ نے بتایا کہ براہین احمدیہ کے شروع کرنے سے پہلے کھانا کھانے والوں کے علاوہ میرے پاس پچپن ہزار سائل آئے اور میں نے ان کو کچھ نہ کچھ دیا اور یہ تعداد میں لکھتا رہا۔ مگر جب الہامات شروع ہوئے پھر میں نے یہ لکھنا چھوڑ دیا۔

ایک دفعہ ایک سائل آیا اور حضور نے اس کے سوال پر گیارہ روپے میرے ہاتھ بھیجے آپ حتی الامکان سائل کو خالی نہ جانے دیتے تھے مگر جو سائل فضول خرچی کے لئے کچھ مانگے اسے سمجھا بجھا کر واپس کر دیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص آیا اور مجھ سے پوچھا حضرت صاحب کہاں ہیں۔ میں نے کہا گول کمرہ میں ہیں۔ بیٹھو جب حضرت صاحب تشریف لاویں گے مل لینا۔ وہ بہت گھبراتا تھا۔ ابھی ملنا ہے سختی سے کہتا تھا۔ آخر میں اندر گیا۔

حضور کو اطلاع دی آپ نے فرمایا اگر وہ گھبراتا ہے۔ تم مت گھبراؤ۔ اس کو کھانا کھلاؤ بڑی نرمی سے بات کرو اور خواہ کچھ سخت سست کہے برداشت کرو۔ مہمان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ اس کی سختی کی ہرگز ہرگز پرواہ نہ کرو۔ جو کچھ بھی کہے سب برداشت کرو۔ جب میں باہر آؤں گا تو ملوں گا۔ اس دن حضور باہر تشریف نہ لائے اور ملاقات نہ ہو سکی۔ میں نے رات کو اس شخص کو پوچھا۔ تم کام بتاؤ۔ اس نے بڑی لمبی چوڑی باتیں کر کے بتایا۔ میری تجارت تھی وہ خراب ہو گئی۔ مجھے چار سو روپیہ کی ضرورت ہے۔ وہ عرض کر کے دلوادو۔ چنانچہ میں نے حضرت صاحب سے عرض کر دیا۔ آپ صبح کو نماز کے وقت تشریف لائے۔ تو اس وقت اس سائل سے ملاقات ہوئی۔ اس نے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے اور میرا کام توکل پر ہے۔ جو آتا ہے خرچ کر دیا جاتا ہے۔ یہ خیال لوگوں کا غلط ہے کہ جب عیسیٰؑ آویں گے تو ان کے پاس خزانہ ہو گا۔ جو آوے گا۔ اس کو بوریاں بھر بھر کر دولت دیوے گا۔ یہ غلط ہے۔ دولت کی بوریاں ہمارے پاس نہیں۔ ہاں قرآن مجید کا خزانہ خدا نے مجھے دیا ہے وہ حسب استعداد ہر ایک کے لئے تقسیم ہوتا ہے جو چاہے فائدہ حاصل کر لے۔ آخر سائل کو کچھ دیا گیا۔ مگر وہ جاتا ہوا ایک خط لکھ کر حضرت صاحب کو دے گیا جو سارے کا سارا گالیوں سے پر تھا۔ آپ نے وہ خط پڑھا اور خط کو حضرت مولوی نورالدین صاحب کے پاس بھیجا کہ مہمان صاحب یہ انعام دے گئے ہیں۔

ایک دن ہمیں مرزا نظام الدین نے بلا کر کہا کہ حضرت صاحب سے

ہماری صلح کروادو۔ اور ہم انہیں مان لیتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ بہت اچھی
بات۔ مناسب موقع پر عرض کی جاوے گی۔ مگر دل ڈرتا تھا۔ کیونکہ صاحب
کی زبان مبارک سے کئی دفعہ ایسے کلمات سنے تھے۔ جن سے ہم پر ثابت
ہوتا تھا کہ ان کو ایمان نصیب نہ ہوگا۔ چنانچہ خود عرض کرنے کی جرات نہ
ہوئی۔ مگر ایک حافظ جو ان دنوں یہاں رہتا تھا۔ اس سے ہم نے ذکر کیا۔ اس
نے کہا۔ میں حضرت صاحب کو کہوں گا۔ اور میں تو حضرت سے منوالوں گا۔
کیونکر یہ ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی کہے میں ایمان لاتا ہوں اور حضرت صاحب
انکار کردیں کہ ہمیں تیری ضرورت نہیں۔ خیر جب حضرت تشریف لائے
حافظ صاحب نے فوراً یوں سلسلہ گفتگو شروع کیا کہ حضرت ایک عرض
ہے۔ آپ نے فرمایا کہو۔

حافظ :- حضور اگر کوئی مخالف اپنی غلطیوں سے توبہ کرکے حضور کے ہاتھ پر
ایمان لاوے اور وہ پہلے حضور کے ساتھ بہت مخالفت کرچکا ہو۔ کیا حضور
اس کو معاف فرما کر اس کی بیعت لے لیں گے؟

حضرت صاحب :- ہاں ہم اس کو معاف کردیں گے۔ اور بیعت میں داخل
کرلیں گے۔ خواہ وہ محمد حسین بٹالوی جیسا دشمن ہو۔ سوائے نظام الدین
وغیرہ کے۔

حافظ :- حضور نظام الدین کی استثناء کیوں فرمادی۔ حضور قرآن سے اس
کی دلیل دیں۔ کیا نظام الدین جدا مخلوق ہے۔

حضرت صاحب :- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ دیکھو خدا فرماتا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں

کہ ہم ایمان لائے اللہ اور آخرت پر مگر وہ مومن نہیں۔ سو نظام الدین بھی
انہیں میں سے ہے۔

روایت ۳۳۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مسیح کی موت میں اسلام کی زندگی
ہے۔ چاہے مسیح کی موت مان لو۔ چاہے اسلام کی موت قبول کرلو۔ اس
وقت مسیح کی خدائی زور پکڑ رہی ہے۔ مسیح کو مرنے دو تا اسلام زندہ ہو۔
اسلام تو حقیقت ہے راہ ہے۔ اس سے تو جہان ہدایت پاتا ہے۔ مسیح تو ایک
آدمی ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے۔ اگر اس کی زندگی سے جہان کی ہدایت
رکے۔ سو تم اس عقیدہ کو چھوڑو۔ تا اسلام زندہ ہو۔

روایات ۳۴۔

حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ

حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر علماء کو علم کا گھمنڈ ہے تو ہماری کتابوں کا
رد لکھ دیں۔ کسی نے کہا فلاں عالم کہتا ہے کہ میں رد لکھ سکتا ہوں لیکن اگر
چاہوں۔ مگر میں نے نہیں چاہا۔ آپ نے فرمایا۔ ایک شخص کے پاس بکری
تھی۔ اس نے اشتہار دیا میری بکری شیر کو مار دیتی ہے۔ لوگ آئے اور کہا
دکھاؤ کس طرح مارتی ہے۔ کہا مارتی ہے جب اس کا جی چاہے۔ سو ان علماء
کی یہ حالت ہے۔ یہ لکھ تو سکتے نہیں یونہی کہ کر اپنا اور جہلاء کا جی خوش کر

دیتے ہیں۔

چونکہ قرآن میں آیا ہے کہ مومن مصیبت میں بھی خوش ہوتا ہے۔ نظام الدین کا لڑکا دل محمدؓ نامی مرگیا۔ بڑی جزع فزع ہوئی۔ مگر کچھ دن کے بعد میاں مبارک احمدؓ صاحب کی وفات ہوگئی۔ اس دن میں نے دیکھنا چاہا کہ مصیبت میں خوشی کس طرح ہوتی ہے۔ چنانچہ میاں مبارک احمد کا جنازہ لے کر بہشتی مقبرہ میں گئے۔ وہاں قبر میں دیر تھی۔ حضرت صاحب بلا تکلف زمین پر بیٹھ گئے۔ خدام ارد گرد بیٹھ گئے۔ جب سب لوگ بیٹھ گئے تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ خوشی اور غمی کے دن کبھی کبھی آیا کرتے ہیں۔ ہمارے گھر میں اٹھارہ برس کے بعد آج یہ دن آیا ہے۔ اس دن بڑا فضل ہوتا ہے۔ خداتعالیٰ نے انسان کی اصلاح کے لئے دو طریقے رکھے ہیں۔ ایک قانون شریعت‘ ایک قانون قضاء وقدر۔

شریعت میں خود اپنی اصلاح اپنی ضروریات اور حالت کے ماتحت کر لیتا ہے۔ مثلاً وضو کی جگہ تیمم کر لیا۔ نماز کھڑے ہو کر نہ پڑھی گئی بیٹھ کر پڑھ لی۔ روزہ کی بجائے فدیہ دے دیا۔ رمضان کے مہینہ میں بیمار ہوا تو دوسرے وقت روزہ رکھ لیا۔ مگر قانون قضاء و قدر خدا کے ہاتھ ہے‘ وہ انسان کے اوپر اتنی چھری چلاتا ہے جتنی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر انسان اس وقت صبر کرے‘ چالیس سال کی نماز کے برابر ثواب ملتا ہے۔ فرمایا ایسے وقت دل بڑا خوش ہوتا ہے۔

جس وقت حضور نے یہ تقریر فرمائی حضور کا چہرہ مبارک بالکل بشاش تھا۔ اور ہمارا وہ مسئلہ حل ہوگیا کہ مومن مصیبت کے وقت بھی خوش ہوتا ہے۔

ایک دن حضرت صاحب کے پاس کسی نے عرض کیا کہ بٹالہ میں مخالف لوگ شور کرتے ہیں کہ احمدی لوگ قادیان میں رہ کر شراب پیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا اس کی تحقیقات کرو۔ رائی کا پہاڑ بنتا ہے۔ مگر جب تک کچھ وجود نہ ہو۔ انسان سے کچھ نہیں بنتا۔ چنانچہ اس کی تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب کا ایک رشتہ دار جو رشتہ میں ان کا بھتیجا تھا‘ وہ شراب پیتا ہے۔ اور ہندو بازار میں جا کر چوری چھپے یہ کام کرتا ہے۔ حضرت صاحب کو اطلاع دی گئی آپ نے ناراض ہو کر فرمایا۔ مولوی صاحب سے کہدو۔ کہ اس کو فوراً نکال دیں۔ اس پر حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی گئی۔ آپ نے اسی وقت اس کو کہا کہ اگر تمہارے پاس خرچ اور کرایہ وغیرہ نہیں ہے تو لے لو۔ اور فوراً چلے جاؤ۔ چنانچہ اس نے کچھ روپے لے لئے اور چلا گیا۔ حضرت صاحب کو اطلاع دی گئی کہ اس کو رخصت کر دیا گیا۔ فرمایا آپ نے خوب کیا۔

انبیاء کی خاص وقتوں میں خاص حالت ہوتی ہے۔ ایک اخبار شبھ چنتک نامی آریہ قوم کا قادیان سے نکلتا تھا اس میں ہمارے سلسلہ کی نسبت بہت سا گند شائع ہوتا تھا اور طرح طرح کے بہتان شائع ہوتے تھے۔ مگر جب حضرت سے ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اور ان سے کچھ جھگڑا نہ کرو۔ ان کی طرف خیال ہی نہ کرو۔ جو کچھ لکھیں لکھنے دو۔

عرصہ گذر گیا ایک دفعہ کے پرچہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے نشانات پر اعتراض کئے گئے۔ وہ پرچہ حضرت مولوی نورالدین

صاحب نے دیکھ لیا۔ اس پرچہ کو دیکھ کر اہل مجلس سے فرمایا آج تمہیں ایک تماشہ دکھاویں گے۔ آج ہم یہ پرچہ حضرت صاحب کے روبرو پیش کریں گے۔ دیکھنا آج کیا ہو گا۔ چنانچہ ظہر کے وقت جب حضرت صاحب تشریف لائے۔ نماز کے بعد مولوی صاحب نے وہ پرچہ حضرت صاحب کو دکھایا اور فرمایا ان کی حالت اب یہاں تک پہنچ گئی۔ حضور نے پرچہ دیکھا۔ اس کو پڑھتے پڑھتے حضور کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور وہ پرچہ لے کر اندر تشریف لے گئے۔

عصر کے وقت باہر تشریف لائے اور رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم" کا مسودہ لکھ لائے۔ اور مسودہ جماعت کو سنایا اور کہا۔ ان کا اب وقت آگیا ہے۔ اخبار والے سال کے اندر اندر فنا ہوں گے۔ اور بڑے زور سے فرمایا یہ قوم ہی سو سال کے اندر تباہ ہو جائے گی بلکہ بعض تم میں سے دیکھتے ہوں گے کہ اس قوم کا خاتمہ ہو جائے گا۔

چنانچہ اخبار کا سال کے اندر اندر خاتمہ ہو گیا اور اس کے کارکن اور ایڈیٹر وغیرہ بھی سال کے اندر ہی مر گئے۔ باقی جو حالت قوم کی اس دن سے ہوئی۔ وہ بھی لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

ایک دن حضور کرم دین کے مقدمہ میں گورداسپور تشریف رکھتے تھے، دو تین آدمی آئے اور بار بار عرض کی حضور کرم دین کے ساتھ راضی نامہ کر لیں وہ مقدمہ سے دست برداری نامہ دیتا ہے۔ آپ فرماتے تھے، دست برداری نامہ کیا ہوتا ہے وہ لکھ دے کہ وہ خط میرے ہی تھے جن کو غلط ثابت کرنے کا میں نے مقدمہ دائر کیا ہے۔ ہم اس پر کچھ نہیں کرتے۔ مگر وہ بار بار

کہتے تھے، راضی نامہ کر لو۔ آخر آپ نے بڑے جوش میں آکر فرمایا۔ راضی نامہ کیا ہوتا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو آنے والی نسلیں یہ خیال کریں کہ ایسا شخص بھی مسیح موعود ہو سکتا ہے، جس نے کرم دین کی طرف سے جھوٹے خط شائع کئے اور بعد میں مقدمہ بننے پر راضی نامہ کر لیا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم راضی نامہ کریں۔ آپ کو معلوم نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے قبل از وقت اس مقدمہ کے فیصلہ کی اطلاع دے دی اور آپ کو کیا معلوم ہے۔ خدا تو مجھ سے اس طرح باتیں کرتا ہے۔ جس طرح میں آپ سے باتیں کرتا ہوں۔ پھر میں کیونکر تمہارے کہنے سے خدا کی مرضی کے خلاف راضی نامہ کر لوں۔ اس مقدمہ سے تو ایک نشان ظاہر ہو گا۔

روایات ۳۵۔

حضرت سید میر عنایت علی شاہ لدھیانویؓ

میرے چچا عباس علی حضرت صاحب کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ لدھیانہ کے لوگوں نے میرے چچا کو مجبور کیا۔ کہ حضرت اقدس کو لدھیانہ میں تشریف لانے کے لئے عرض کی جاوے چنانچہ چچا صاحب اکیلے ہی قادیان آئے اور حضرت صاحب سے درخواست کی لدھیانہ تشریف لے چلیں اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں نے ایک کشف دیکھا ہے کہ کوئی شہر ہے ہم وہاں گئے ہیں۔ وہاں لوگ ہم سے مخالف ہوئے ہیں۔ ہم نے ان سے کہا۔ آؤ ہم تم کو نماز پڑھائیں۔ انہوں نے کہا ہم نے نماز پڑھی ہوئی ہے ہم چل پڑے اور پیچھے لوٹ کر دیکھا کہ کوئی ہمارے ساتھ ہے یا

نہیں؟ تو نظر آیا کہ میر صاحب اس حالت میں یعنی آپ میرے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا دیکھنا میر صاحب کہیں کشفی شہر آپ کا لدھیانہ ہی نہ ہو۔ حضور نے چلنے کا وعدہ فرمایا اور فرمایا مکان (میری رہائش کے لئے) وسیع تجویز کرنا۔ جس میں الگ الگ کمرے ہوں۔ اور جس میں سب ضروریات مہیا ہوں۔ چنانچہ حضور وقت موعودہ پر لدھیانہ تشریف لائے۔

ایک کثیر انبوہ شہر کے عمائد اور سربر آوردہ لوگوں کا استقبال کے لئے سٹیشن پر گیا۔ مگر سوائے میر عباس علی صاحب کے کوئی حضور کا عینی واقف نہ تھا۔ چنانچہ وہ سب لوگ آگے کی گاڑیوں میں تلاش کرتے تھے۔ اور حضور پچھلی گاڑیوں سے اتر کر تمام لوگوں میں سے ہو کر باہر تشریف لے آئے۔ جب لوگوں نے سب اگلی پچھلی گاڑیاں دیکھ لیں اور حضور کو نہ پایا۔ تو مایوس ہو کر باہر آ گئے۔ حضرت صاحب باہر ٹھہر گئے۔ آپ کے ساتھ حافظ حامد علی صاحب۔ میاں جی جان محمد اور ملاوامل تھے' میں باہر کی طرف نکلا۔ آپ کو دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا۔ یہ نورانی بشرہ اسی پاک وجود کا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے مصافحہ کیا۔ اتنے میں میرے چچا بھی آ پہنچے۔ انہوں نے جھٹ مصافحہ کیا۔ میں نے تب جان لیا کہ یہی حضرت اقدس ہیں۔ لوگوں سے مصافحہ کرنے کے بعد نواب علی محمدؓ خان ساکن جھجر والے نے میرے چچا صاحب سے کہا کہ آپ کو میری کوٹھی لے چلو۔ چچا صاحب نے انکار کیا۔ اس دن حضور ڈپٹی امیر علی والے مکان میں جو حضور کے واسطے تجویز کیا گیا تھا' ٹھہرے۔ اور کھانا وغیرہ کھایا۔ اگلے دن منشی رحیم بخش صاحب نے منشی احمدؓ جان صاحب اور چچا صاحب سے کہا۔ آج ہمارے ہاں دعوت قبول

کروائیں۔ چنانچہ حضرت صاحب سے عرض کی گئی۔ آپ نے دعوت قبول فرمائی اور جب کھانے کا وقت آیا۔ تب حضور معہ اپنے احباب کے منشی رحیم بخش کے مکان پر تشریف لے گئے۔ چنانچہ وہاں ایک وسیع کمرہ میں حضرت صاحب اور ان کے احباب کو جو ساتھ تھے۔ بٹھایا گیا۔ کچھ دیر کے بعد صاحب مکان نے عرض کی' کھانا تیار ہے۔ دوسرے کمرے میں چل کر کھانا کھالیں۔ اسی کمرہ میں حضور تشریف لے گئے۔ کمرہ چھوٹا تھا' آدمی بہت تھے۔ جگہ بہت تھوڑی تھی' دقت سے کھانا کھایا گیا۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی۔ تب ایک آدمی مولوی عبدالعزیز کے پاس سے آیا اور منشی احمدؓ جان سے کہا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں۔ مرزا صاحب قادیان والوں کو کہہ دو۔ یا تو ہم سے بحث کرلیں یا کوتوالی چلیں۔ منشی احمدؓ جان نے کہا۔ ان کو کہہ دو۔ اگر کوئی بات کرنی ہے تو محلّہ صوفیاں میں حضرت صاحب ٹھہرے ہوئے ہیں آ جائیں۔ حضرت صاحب اس جگہ سے اٹھ کر بڑے کمرہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ کمرہ لوگوں سے بھرا ہوا ہے اور لوگوں نے کہا۔ ہم شکوک رفع کرنے کے لئے آئے ہیں۔ لوگوں نے شکوک بیان کئے۔ حضور نے ایک مدلل تقریر فرمائی۔ وہ لوگ مخالفت پر اڑے رہے۔ صاحب مکان نے عرض کی کہ میں حضور کو تکلیف دینا نہیں چاہتا جو اب معقول دئے جا چکے ہیں۔ اب اگر یہ ضد کریں تو کرنے دو۔ حضور جائے قیام پر تشریف لے چلیں۔ راستہ میں مولوی عبدالعزیز کا آدمی ملا کہ وہ بلاتے ہیں' ان کا مکان قریب ہی ہے۔ وہاں چلیں۔ منشی احمدؓ جان نے کہا۔ جاؤ ان کو کہہ دو۔ کہ اگر ملنا ہے تو حضور کی جائے قیام پر آ جائیں۔ اور حضرت کی خدمت میں

عرض کی کہ حضور اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ ہولیں۔ کیونکہ مولوی دنگئی کہیں دنگا نہ کرلیویں۔ آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ ہم اسی راستہ سے چلیں گے آپ اسی راستہ سے بخیرو خوبی مکان پر پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو ملاوامل نے کہا کہ میر صاحب آپ نے کچھ معلوم کیا۔ یہاں پر حضرت اقدس کا کشف پورا ہوگیا۔ جس کے متعلق حضرت صاحب نے قادیان میں آپ کو بتایا تھا۔ وہ شہر لودہیانہ ہی نکلا۔ اور یہاں کے ہی لوگوں نے مخالفت کی۔ بلکہ کشف تو دعوت کے مکان ہی میں پورا ہوگیا۔

روایات ۳۶۔

حضرت شیخ غلام احمدؓ صاحب واعظ رضی اللہ عنہ

ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے لدھیانہ میں آریوں کو نصیحت فرمائی۔ عقبیٰ خرید لو۔ دنیا چند روزہ ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب کے پاس کسی نے میری شکایت کی کہ یہ لڑکا نالائق ہے۔ اس وقت میری عمر گیارہ سال کی تھی' اور میرے بھائی کی تعریف کی۔ اس کی عمر دس سالہ تھی۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ آپ کے نزدیک چھوٹا برخوردار ہے۔ میرے نزدیک بڑا برخوردار ہے۔ اس وقت حضرت صاحب نے دعویٰ وغیرہ کچھ نہ کیا تھا۔ یہ عجائبات قدرت ہیں۔ میں بیعت میں ہوں' وہ مخالف ہے۔

روایت ۳۷۔

چوہدری بدر بخش صاحبؓ

حضرت صاحب نے سیر کے درمیان مولوی محمدؐ احسن صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا۔ رات مجھے الہام ہوا ہے کہ:۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

جس کا ترجمہ ایک شعر کے رنگ میں معلوم ہوا ہے۔

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپکو تب اسکو پاوے ۔

روایت ۳۸۔

سید فضل شاہ صاحب

ایک دن ایک شخص حضرت صاحب کی خدمت میں تقریباً دن کے ایک بجے حاضر ہوا۔ حضور ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے باہر تشریف لائے تھے۔ اس شخص نے آتے ہی حضورؑ کو السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا۔ پھر ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اور سو روپیہ کے قریب رومال میں بندھا ہوا بطور نذرانہ پیش کیا۔ اور عرض کیا صرف زیارت کرنے آیا ہوں۔ ظہر کی نماز پڑھ کر واپس چلا گیا۔ حضور نے اگلی صبح باہر تشریف لاکر فرمایا بعض انسان عجیب اخلاص رکھتے ہیں۔ کل جو شخص آیا تھا۔ وہ شاید ایک گھنٹہ رہا ہوگا۔ میں اس کا واقف ہی نہیں' مگر عجیب اخلاص رکھتا تھا۔ کل اس نے دن میں سو روپیہ کے قریب

دئے۔ رات کو میں نے اس شخص کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے سامنے بیٹھا ہے اور ایک ایک کرکے گن گن کر روپیہ مجھے دیتا ہے۔ میں نے دامن آگے کر رکھا ہے۔ میں گن گن کر لیتا ہوں۔ معلوم ہوا خدا نے اس کی نذر کو قبول فرمالیا اور یہ خواب اس کی سند تھی۔

روایت ۳۹۔

شیخ امام بخش صاحب شاہجہانپوری

معرفت حافظ سخاوت علی صاحب

حضرت صاحب معہ خدام کے گول کمرہ میں کھانا کھا رہے تھے۔ ایک آدمی درمیان میں ایسا تھا کہ اس کے کپڑے بالکل میلے اور پھٹے ہوئے تھے۔ اسے ایک امیر آدمی یعنی وجیہہ اور خوش پوش صاحب نے ذرہ کہنی سے دبایا کہ پیچھے رہو پھر کھالینا۔ حضرت صاحب کی نظر پڑ گئی اور آپ نے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی کہ ہماری جماعت غرباء کی جماعت ہے۔ اور ہر نبی کی جماعت غرباء سے ترقی کرتی رہی ہے۔ یہ لحاظ رکھنا چاہئے۔ اگر ہمارے کسی ذی مقدرت دوست کو کوئی غریب برا معلوم ہو۔ اس سے نفرت آوے۔ تو اس کو چاہئے کہ خود الگ ہو جائے مگر کسی غریب کو تکلیف نہ دے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔

روایت ۴۰۔

میر مہدی حسین صاحبؓ

ایک دن کسی تقریب یا جلسہ پر بہت سے دوست کھانے کے لئے جمع

ہوئے۔ اس وقت غیر احمدی لوگ اردگرد کے بہت جمع ہو گئے اور کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ میر ناصر نواب صاحب نے حضرت صاحب سے عرض کی کہ کھانا احمدیوں کی تعداد کے اندازہ کا خیال رکھ کر پکایا گیا ہے۔ یہ غیر احمدی شامل ہوتے ہیں ہماری رائے ہے کہ ان کو منع کر دیا جاوے۔ آپ نے فرمایا ان کا بھی وہ ہی رب ہے جو احمدیوں کا رب ہے۔ کھانے سے منع نہ کرنا چاہئے۔

روایات ۴۱۔

حضرت حافظ احمد اللہ صاحبؓ ناگپوری

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ آپ نے فرمایا۔ جو ترجمہ اس کا عام مفسر کرتے رہے ہیں۔ اس سے انبیاء کی فضیلت ثابت کرتے ہیں۔ میں الگ معنے بتاتا ہوں' وہ بھی لطیف ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت جیسی نعمت کو کن اہل دل لوگوں میں قبولیت کے لئے جگہ دیوے۔

ایک دن حضور گول کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ تقریباً بیس یا پچیس آدمی وہاں موجود تھے۔ حضور کچھ تقریر فرما رہے تھے کہ ایک فقیر آیا۔ اور زور سے سوال کیا۔ مجھے ناگوار معلوم ہوا کہ حضور کی آواز میں مخل ہوتا ہے۔ میں نے دروازہ بند کر دیا۔ حضور کی نظر پڑ گئی۔ آپ نے تقریر بند کرکے مجھے

فرمایا۔ جاؤ اٹھ کر اندر دروازہ پر دستک دے کر اس سائل کو اندر سے کچھ دلواؤ۔ اور ایسا کرنا اچھا نہیں کہ سائل کے سوال پر دروازہ بند کر دو۔

ایک دفعہ حضور نے فرمایا مجھے الہام ہوا ہے۔

نزلت الرحمت علی ثلٰث العین و علی اُخرین

تین عضوؤں پر رحمت نازل ہوئی۔ ایک آنکھوں پر اور دو عضووں پر۔ دو اور عضو کی حضور نے تشریح فرمائی۔ ایک گھٹنوں کی آنکھوں پر اور ایک دل کی آنکھوں پر۔ یعنی خدا تعالیٰ نے تین آنکھوں پر رحمت نازل کی۔ ایک آنکھیں، دوسری دل کی آنکھیں۔ تیسری گھٹنوں کی آنکھیں۔

چنانچہ حضور نے اخیر عمر تک عینک وغیرہ نہ دن کو اور نہ رات کو استعمال فرمائی۔ اور سیر بھی خوب فرماتے رہے۔ یعنی گھٹنوں میں بھی طاقت رہی اور دل کی آنکھوں کا تو کیا کہنا۔ لاکھوں اندھے سوجاکھے کر دیئے۔

روایات ۴۲۔

حضرت میر مہدی حسین صاحبؓ

میں نے ۱۸۸۵ء میں عبدالکریم خان ساکن چمارو کے پاس کتاب سرمہ چشم آریہ دیکھی، اس کے اشعار کو بڑے وجد سے پڑھا۔ اور حضور کے حالات معلوم ہوئے۔ میں نے نتیجہ نکالا پنجاب میں کوئی مولوی ہے جو اسلام کو غلبہ دینا چاہتا ہے۔ میں ان دنوں شیعہ تھا۔ بیعت وغیرہ سے اپنے تئیں مستثنٰی سمجھتا تھا۔ اس کے بعد مقام شیرپور میں منشی احمدؐ بخش، منشی ابراہیم اور منشی اسماعیل ساکنان سنور نے حضرت کا ذکر کر کے مجھ سے سوال کیا کہ تم کسی

شخص کو الہام کا ہونا ممکن سمجھتے ہو۔ میں نے کہا ہاں الہام کی خصوصیت اسلام میں ہے اور مذاہب میں نہیں، یہ ممکن ہے۔ ۹۰ء یا ۹۱ء میں جب حضور کا دعویٰ شائع ہوا۔ میں نے عبدالکریم خان ساکن چمارو کو ایک خط لکھا کہ جس شخص کو تم پیشوا سمجھتے ہو۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں آسمان سے نازل ہوا۔ کیا تم اس پر یقین رکھتے ہو مجھے سمجھاؤ۔ اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ اس لئے میں رخصت حاصل کر کے اس کے مکان پر گیا۔ اور یہی مطالبہ کیا کہ مجھے سمجھاؤ۔ عبدالکریم خان نے قرآن مجید ثبوت میں پیش کیا کہ قرآن مجید آسمان پر جانے کا انکار کرتا ہے اور یہ عقیدہ سرے سے غلط ہے۔ اور جس نے آنا ہے وہ اسی دنیا سے ہوگا۔ میں نے کہا۔ قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھو مان لوں گا۔ اس نے کہا۔ تیس آیتیں موجود ہیں۔ میں نے کہا۔ صرف تین ہی کافی ہیں۔ اگر اکیلی آیت ثابت کرے تو وہ ایک ہی کافی ہے۔ اس نے ازالہ اوہام میں سے یہ آیت لے کر پڑھی و من نعمّرہ ننکسہ فی الخلق افلا یعقلون۔ میں نے اس آیت کو سن کر کہا کہ بے شک آسمان پر جانا غلط ثابت ہوتا ہے۔ اور میرا عقیدہ اب کسی کے آسمان پر جانے کا نہیں رہا۔

میں نے عبدالکریم خان سے کتاب مانگی۔ اس نے کہا کتاب نہیں دے سکتا۔ ہاں کتاب لے کر تمہارے گھر آ کر لوگوں کو سناؤں گا تیسرے روز میرے مکان پر کتاب لے کر آ گئے۔ میں نے ان سے کہا۔ کوئی مقام ہمارے دوستوں اور مخالفوں کو سناؤ۔ چنانچہ کچھ حصہ کتاب کا سنایا (ہمارے مخالف الرائے مولویوں کا حوصلہ) میں نے ایک خواندہ بزرگ سے پوچھا کہ کیا تم

اس شخص کی تصدیق کرتے ہو۔ انہوں نے کہا مولویوں کے برخلاف ہے۔ جب مولوی نہیں مانتے ہم کیوں مانیں۔ میں نے کہا۔ ایسے مولویوں پر ہزار نفریں جو قرآن کریم کی بات سے انکار کریں۔ اور اپنے مولویوں کی بات کو مقدم کریں۔

پھر میں نے حضرت صاحب کو خط لکھا اور عرض کیا کہ اپنے عقائد کی فہرست بھیج دی جائے۔ اگر اس میں شرک کی ملونی نہ ہوئی تو مان لوں گا۔ اس کے جواب میں حضرت مولانا نورالدین صاحب کا لکھا ہوا خط پہنچا کہ ہمارے عقائد ہماری کتابوں میں لکھے ہیں۔ کتابیں جلد بھیجی جائیں گی۔ صبر سے انتظار کرو۔ اور اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ بہت پڑھا کرو۔ مجھے اس ہدایت سے کمال خوشی ہوئی اور نور احمدؓ صاحب جالندھری نے کتابیں مہیا کر دیں۔ میں نے کتابیں پڑھ کر جو نتیجہ نکالا۔ وہ یہی تھا کہ دنیا میں بہت لوگ اعلیٰ اعلیٰ مضامین نویس ہوتے ہیں۔ خدا جانے یہ کہاں تک درست ہے۔ اس کے بعد فیصلہ آسمانی میں حضرت صاحب کا ایک استخارہ نکلا کہ اگر کوئی شخص میری تین کتابوں کو پڑھ کر مطمئن نہ ہو۔ تو وہ اس طرح سے استخارہ کرے۔ چنانچہ میں نے استخارہ کا مصمم ارادہ کر لیا اور رخصت کا منتظر رہا اور ۱۳۱۱ھ کا رمضان شریف آگیا۔ میں نے سوچا اب خوب موقع ہے۔ مگر میں نے حضرت کے بتائے ہوئے استخارہ کے بغیر خود تجویز کردہ استخارہ کیا۔ پہلے ہی دن وتروں میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ ۳۱ مرتبہ پڑھی۔ دعا کی حالت میں مجھ پر غنودگی طاری ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ صبح کا وقت ہے۔ اور ایک ہاتھ میں سامنے ایک تختی نظر آئی جس پر لکھا تھا۔ حضرت مرزا صاحب جی۔

وہ تختی میرے روبرو کسی نے گزاری۔ اس کے بعد ایک آواز آئی ' مرزا سچا نکلے گا۔ اور پھر میں اپنی اصلی حالت میں آگیا۔ اور اس کھلے نظارے کے بعد بیعت کا خط لکھا۔

میں نے ایک دفعہ دعا کے واسطے خط لکھا۔ میرے خیال میں جب وہ خط حضرت صاحب کے پاس پہنچا۔ میرا مطلب پورا ہو گیا۔ بعد میں حضرت صاحب کا جواب پہنچا دعا کی گئی۔ گویا جواب پہنچنے سے پہلے خداوند تعالیٰ نے مجھے قبولیت کے آثار دکھا دئے۔

میں نے ملازمت ترک کر دی اور قادیان آگیا اور حضور کی خدمتگاری اختیار کی۔ حضرت صاحب نے ایک دفعہ مجھے کیوڑہ کی گاگر کی بلٹی کے لئے بھیجا۔ جو جے پور سے آتی تھی۔ مجھے بلٹی چھڑاتے وقت بابو نے کہا۔ جو کرایہ وہاں سے دیا گیا ہے۔ وہ ایک روپیہ کم دیا گیا ہے۔ وہ روپیہ دو۔ میں نے کہا۔ بلٹی پیڈ (Paid) ہے۔ اس نے کہا۔ بلٹی میں پچھلے کلرک نے غلطی کی ہے۔ ایک روپیہ جلدی ادا کرو۔ میں نے ایک روپیہ دے کر رسید لے لی۔ واپس آکر حضور سے عرض کیا کہ ایک روپیہ اور دیا گیا ہے۔ یہ اس کی رسید ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ ہم محصول کم دینا کب چاہتے ہیں۔ یہ فقرہ میرے لئے موثر ہوا۔

مجھے حضور برف خرید کر کے لانے کے لئے امرتسر بھیجا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے بلوا کر آستانہ پر کھڑا کر کے یوں فرمایا میاں مہدی حسین ہم نے تمہیں برف کے لئے امرتسر بھیجا تھا۔ ہم نے خوب برف پی۔ اور تم کو ثواب ہوا۔ پھر دوسری مرتبہ ہم نے بھیجا اور برف استعمال کی ' تم کو ثواب ہوا۔ پھر

تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ اب چوتھی مرتبہ ہمارا ارادہ تھا کہ کسی اور بھجیں۔ مگر ہم نے یہی چاہا۔ کہ یہ ثواب بھی تم کو ہی دیں۔ اس اثناء میں حضور چارپائی پر لیٹ گئے اور میں پاؤں دبانے لگ گیا۔ میں نے عرض کیا حضور میں اسی کام کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں۔ جتنی مرتبہ حضور حکم دیں مجھے اس میں فخر ہے۔ آپ بڑے بشاش ہوئے اور بہت خوشی سے مجھے چوتھی مرتبہ جانے کے لئے حکم دے کر اندر تشریف لے گئے۔ چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔

ایک دفعہ حضور کے لئے جہلم سے مچھلی آئی تھی۔ اس وقت آپ احباب کے ساتھ عام مجمع میں باہر مسجد میں ہی کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ جب شام کو کھانے کے لئے بیٹھے وہ مچھلی بھی کھانے میں آئی۔ حضور بار بار لوگوں سے فرماتے تھے۔ اس کو کھاؤ۔ میں زیادہ قریب تھا۔ جب ہم نے کھانے میں کچھ تامل کیا۔ تو حضور نے اپنے دست مبارک سے مچھلی رکھنی شروع کر دی۔......... چنانچہ میں نے دیکھا۔ آپ بہت آہستہ آہستہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ پہلے ایک چپاتی کے بہت سے ٹکڑے کر دیتے اور اس میں سے تھوڑا سا کھاتے تھے۔ مجھے اس وقت یہ خیال آیا کہ تھوڑا کھانے سے عبادت میں ترقی ہوتی ہے۔ اس لئے ہم کو بھی پیروی کرنی چاہئے۔

حضور نے بعض کتابیں راتوں کو جلد چھپوانے کی غرض سے چھپوائیں۔ اس کا باعث گورداسپور والے مقدمات بھی تھے۔ کیونکہ دن میں مقدمات وغیرہ کے لئے جانا ہوتا تھا۔ حضور دن میں تصنیف فرماتے۔ پھر کاپی پڑھتے۔ پھر پروف نکلوا کر پڑھتے اور رات کو چھپواتے۔ اور دوبارہ سہ بارہ پروف

راتوں کو دیکھ کر صحیح فرماتے۔ اور اس کام کو ایسی مصروفیت سے کرتے تھے کہ گویا کوئی بڑا بادشاہ کسی فوج کی تیاری میں مصروف ہے۔ بہت سی راتیں آپ تصنیف میں مصروف رہتے۔ اور کاتبوں کو بھی رات کو لکھنے کے لئے دیتے۔ اور دگنی مزدوری دے کر رات کو لکھواتے' نہ اپنے آرام کی پرواہ نہ خرچ کی پرواہ کرتے۔ یہ مواقع میں نے بارہا دیکھے ہیں۔

ایک دفعہ حضور نے مجھے دو سو روپیہ کا آٹا خریدنے کے لئے روانہ فرمایا۔ اور احمدؓ نور کابلی کو میرے ساتھ روانہ کیا۔ میرے والد کسی قدر بیمار تھے۔ میں حضرت حکیم الامتہ نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں گیا۔ کہ میرے بعد دوا سے خبر گیری فرماویں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ آج مت جاؤ۔ میں نے کہا۔ حضرت صاحب نے روانہ فرمایا ہے۔ رک نہیں سکتا۔ انہوں نے فرمایا میری طرف سے عرض کرو کہ آج مہلت دی جاوے۔ میں نے ان کی طرف سے اپنے لئے عرض کی۔ حضور نے فرمایا۔ مجھے تو معلوم نہیں کہ تمہارے والد صاحب بیمار ہیں۔ اور تم کیا کر سکتے ہو۔ خدا تعالیٰ کے قضاء و قدر دنیا میں نازل ہوتے رہتے ہیں' وہ جو چاہے گا ہوتا رہے گا۔ ایک روپیہ اور عطا فرمایا کہ یکہ میں سوار ہو کر چلے جاؤ اور کل واپس آ جانا۔ میں یہ حال حکیم صاحب سے عرض کر کے روانہ ہو گیا۔ اور اپنے والد صاحب سے بھی کہدیا کہ مجھے حضور نے کام بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا جاؤ۔ میری روانگی کے بعد والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوۃ والسلام) نے کفن تیار کرا دیا اور قبر کھدوا دی۔ اور فرمایا۔ جب مہدی حسین آئے' اپنے والد کو دفن کر دے۔ میں اگلے روز شام کو واپس آیا۔

مجھے سب سامان تیار ملا اور جنازہ پڑھوا کر والد صاحب کو دفن کر دیا۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ کو غلاموں کی اس قدر پرواہ۔ یہ بغیر خدا تعالیٰ کے مقبولوں کے دوسرے میں نہیں پائی جاسکتی۔

میں حضور سے دس روز کی رخصت لے کر گھر گیا۔ واپسی کے روز میرا بڑا لڑکا بیمار ہو گیا۔ مجھے گھر والوں نے روکا۔ میں نے کہا۔ میں نے حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوۃ والسلام) کے حضور اقرار واپسی دسویں روز کیا ہے۔ میں نہیں رک سکتا۔ بچہ کا علاج کرواؤ۔ اللہ کافی ہے۔ میری غیر حاضری کے ایام میں کسی نے پوچھا کہ حضور سیالکوٹ کب تشریف لے جاویں گے۔ آپ نے فرمایا۔ مہدی حسین نے جمعرات کے روز واپس آنا ہے۔ اس کے آنے پر ہم اگلے روز روانہ ہو جائیں گے۔ میں وقت مقررہ پر حاضر ہو گیا۔ حضور نے مجھے ساتھ لیا اور سیالکوٹ معہ اور بہت سے احباب کے تشریف لے گئے۔

ایام مقدمات گورداسپور میں واپسی کے وقت میں نے حضور سے عرض کیا کہ میں کس راستہ سے قادیان جاؤں۔ حضور نے فرمایا۔ آپ میرے ساتھ جاویں گے۔ اس حکم سے جو حالت مجھ پر طاری ہوئی وہ وجدانہ تھی کہ ایسے بادشاہ کو ایسے غلاموں سے ایسی شفقت ہے۔ میں پیدل چل کر قادیان پہنچ سکتا تھا مگر حضور مجھے ساتھ لائے جس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔

روایت ۴۳۔

حضرت حافظ احمد اللہ صاحبؓ

ایک دن حضرت صاحب نے شیخ عبد الرحیم صاحب کو فرمایا کہ ایک بلٹی

مالدے آموں کی آئی ہوئی ہے۔ بلٹی لے جاؤ بٹالہ سے آم لے آؤ۔ چنانچہ وہ فوراً بلٹی لے کر چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر بلٹی حاصل کی اور لے کر واپس ہوئے۔ انہوں نے کہا۔ راستہ میں میرا دل چاہا کہ ایک آم کھاؤں۔ مگر خیال آیا۔ کہ خیانت ہوگی۔ اسی شش و پنج میں مجھے یاد آیا کہ دوستوں کے گھروں سے کھانے کی نسبت قرآن میں آیا ہے کہ صدیقوں کے گھروں سے کھالیا کرو۔ میں نے سوچا کہ حضور سے زیادہ میرا مشفق کون ہے۔ خیر ایک آم کھالیا' اور قادیان مہمان خانہ میں پہنچا۔ ٹوکری رکھ دی تو ایک بزرگ تشریف لائے۔ ان سے عرض کیا۔ میں بلٹی چھڑوا کر لے آیا ہوں۔ اس ٹوکری کو اندر پہنچا دیں۔ انہوں نے ٹوکری لے لی تو چلتے وقت میں نے ان سے کہا کہ جناب ایک آم میں نے ان میں سے کھالیا ہے۔ حضور کی خدمت میں عرض کر دینا۔ وہ ناراض ہوئے اور کہا کہ اچھے مرید ہو۔ پیر کا مال کھانے میں بھی دریغ نہیں کیا۔ میں نے کہا۔ خیر کھالیا۔ آپ حضور سے کہدیں۔ چنانچہ انہوں نے ٹوکری لے جا کر حضرت صاحب کے پیش کی اور شکایت کی۔ حضور نے فرمایا۔ کیا ہوا۔ ایک آم اور ان کو دیدو۔ چنانچہ حضور کا بھیجا ہوا آم میرے تک پہنچا اور میں نے خدا کا شکر کر کے کھایا۔

روایات ۴۴۔

حافظ محمد ابراہیم صاحبؓ

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ گورداسپور میں مقدمہ کے ایام میں جو کرم دین

سے تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ مہمان کثرت سے آ گئے لنگر خانہ بھی نہیں تھا۔ تمام ملازمین لوگوں کو کھانا کھلاتے کھلاتے حضرت صاحب کو کھانا کھلانا بھول گئے۔ بارہ بجے کے قریب جب دن ڈھلنے کو آیا تو حامد علی نے آ کر حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور کھانا تو ختم ہو گیا اور میرے اب یاد آیا کہ حضور نے کھانا تناول نہیں فرمایا۔ اگر حضور حکم دیں تو کھانا دوبارہ تیار کیا جائے۔ فرمایا کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ڈبل روٹی اور دودھ لے آؤ۔ میں وہی بھگو کر کھالوں گا۔ فوراً حامد علی ڈبل روٹی اور دودھ کے لئے گیا۔ ڈبل روٹی تو مل گئی مگر دودھ نہ ملا۔ حامد علی نے عرض کیا کہ حضور ڈبل روٹی تو مل گئی مگر دودھ کہیں نہیں ملتا۔ فرمایا پانی میں بھگو کر کھالیں گے' کوئی ہرج نہیں ہے۔ اور حضور نے اسی طرح کچھ ڈبل روٹی پانی میں بھگو کر کھائی۔ اور دن بسر کر دیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ گورداسپور کے کرم دین والے مقدمہ کے دوران میں ہم سب خدام حضور کے ساتھ کچہری چلے گئے۔ حضور نے فرمایا ہمارا کھانا کچہری ہی آ جائے۔ تو جس وقت ہم پہنچے' اسی وقت حضور کو حاکم نے اندر طلب کیا۔ پیچھے سے کھانا آ گیا۔ سب لوگوں نے کھانا کھایا۔ حضورؑ کا کھانا باقی رکھ چھوڑا۔ بارہ بجے کے قریب لاہور کی جماعت آ گئی۔ جو کھانا حضور کے لئے رکھا تھا۔ وہ ان لوگوں نے کھا لیا۔ حضور والا دو بجے کے قریب اندر سے آئے۔ اور لوگوں نے کہا حضور کا کھانا لاہور کی جماعت نے کھا لیا۔ اگر حکم ہو تو اور کھانا تیار کرلائیں۔ فرمایا کوئی ضرورت نہیں' اب شام میں تھوڑی دیر ہے۔ شام کو ہی کھائیں گے۔ اب تھوڑا سا مصری کا

شربت پی لوں گا۔ چنانچہ حضور نے شربت پیا اور اسی طرح دن بسر کر دیا۔

روایات ۴۵۔
حضرت شیخ غلام احمدؑ صاحبؓ واعظ

۱۹۰۰ء کے رمضان شریف کے پہلے جمعہ میں میں نے مسجد اقصیٰ میں حضرت صاحبؑ کی بیعت کی۔ بیعت لیتے وقت حضور نے میری طرف بہت توجہ سے مگر خلاف عادت دیکھا۔ آپ کی اس توجہ سے میری زبان پر آیت وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ تقریباً دو تین گھنٹہ جاری رہا۔ میں لنگر خانہ سے روٹی نہ کھایا کرتا تھا۔ اور اپنے پاس سے اپنا سامان فروخت کر کے کھاتا رہا۔ جب وہ ختم ہو گیا۔ میر سعید عبداللہ عرب کے پاس سوا آنہ روز پر ملازم رہا۔ اس نے کچھ عرصہ بعد جواب دے دیا۔ پھر میں شیخ یعقوب علی صاحب کے پاس ڈیڑھ روپے ماہوار اور روٹی پر ملازم رہا۔ اس شرط پر کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب کے بعد ملازم نہیں۔ اور نماز اور درس کے وقت ملازم نہیں۔ وہ حیران رہے کہ اس ملازم کو کس طرح ہٹاؤں۔ قدرت ایزدی' میں بیمار ہو گیا۔ انہوں نے ہٹا دیا۔ میں نے نواب صاحب سے پانچ روپیہ قرض لے کر دودھ کی دوکان شروع کر دی۔ لوگوں نے حضور سے کہدیا کہ غلام احمدؑ نے دودھ کی دوکان نکالی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ خدا اس کو بڑی برکتیں دے گا۔

ایک دن میں نے عرض کیا۔ حضور میں نے دودھ کی دوکان کی ہے۔ اور میں حضور کے لئے ایک سیر پختہ دودھ روز بھیجا کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔

شیخ صاحب میں نے تو بکری رکھی ہوئی ہے۔ اس کا دودھ پی لیتا ہوں۔ خیر میں نے اگلے دن سیر بھر دودھ بھیج دیا۔ آپ نے لیا۔ میں تین دن متواتر بھیجتا رہا۔ چوتھے دن حضور نے منع فرمادیا کہ بس۔ میں نے رقعہ لکھا کہ حضور نے دودھ کیوں واپس کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ دعوت کی حد تین دن ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اس کے بعد تکلف ہے۔ اور نبی کریمؐ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ۔ اس لئے میں نے بھی اس آیت پر عمل کیا۔ لہٰذا آج دودھ نہ بھیجیں۔

ایک دن میں فرنی بنوا کر لے گیا۔ اور رکابیوں کی تعداد اتنی لے گیا جتنے کہ مرد۔ عورتیں اور بچے حضور کے ساتھ اندر تھے۔ حضرت صاحب کے دروازہ پر دستک دی۔ حضور خود ہی تشریف لائے۔ میں نے فرنی پیش کی۔ فرمانے لگے۔ آپ نے تکلیف کیوں کی ہے۔ پھر فرمایا۔ اچھا ایک رکابی لے لیتا ہوں‘ میں نے عرض کیا کہ میں تو حضور کے عیال کا شمار کر کے ہر ایک کے لئے ایک ایک رکابی لایا ہوں۔ آپ نے پہلے ایک رکابی لی پھر میرے اصرار پر ایک اور لے لی۔ پھر فرمایا۔ باقی لے جاؤ۔

جن دنوں کرم دین کے ساتھ مقدمات تھے۔ مجھے حضور نے فرمایا۔ شیخ صاحب آپ کی دوکان کا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور کے دروازہ پر دھونی رمائے بیٹھا ہوں۔ کچھ نائی دھوبی کے لئے پیسے مل جاتے ہیں۔ فرمانے لگے‘ آپ گھبرائیں نہیں‘ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت برکت دے گا۔ فرمایا میں آپ کی ایک بات پر بہت حیران ہوں وہ آپ کا استقلال ہے جو آپ اس دکان میں ہارے نہیں بلکہ لگے ہی رہے ہیں۔ باوجودیکہ تمہیں

بہت خسارہ ہوا ہے۔

فروری ۱۹۰۰ء میں حضور نے فرمایا۔ رات میں نے خواب میں دیکھا۔ چار آدمی میرے پیش کیئے گئے‘ ان کی قسمت کے نوشتہ بھی دکھائے گئے۔ اور ایک کی ان میں سے چار سال کی عمر بتائی گئی۔ جب حضور سے ان کا نام پوچھا۔ تو حضور نے نام نہ بتلائے بلکہ کہا کہ یہ باتیں قضاء وقدر کی ہیں ہم ظاہر کرنی نہیں چاہتے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے۔ مئی ۱۸۹۹ء میں حضورؑ کو الہام ہوا:۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنَ۔

ایک دن حضور نے فرمایا۔ جن دنوں میں سیالکوٹ میں رہتا تھا۔ ایک روز میں دو منزلہ مکان پر تھا‘ چند اور شخص بھی ساتھ تھے۔ جب رات گذری چھت میں کھڑکھڑاہٹ ہوئی میں نے لوگوں سے کہا۔ نکلو چھت کے گرنے کا خوف ہے۔ لوگوں نے کہا شاید چوہے وغیرہ ہوں گے۔ خیر سو گئے۔ پھر مجھے ایسا ہی معلوم ہوا۔ میں نے جگایا۔ انہوں نے پہلی طرح پھر ٹال دیا اور سو گئے۔ تیسری دفعہ مجھے ایسا ہی پھر معلوم ہوا میں نے زور سے لوگوں کو کہا جلدی اترو۔ چنانچہ سب اترے میں سب سے پیچھے رہا۔ جب میں اترا۔ تو دھڑام سے چھت گر پڑی۔ خداوند تعالیٰ نے میری وجہ سے ہی ان سب لوگوں کو بچایا۔ کیونکہ مجھ سے خدمت دین کرانی تھی۔ میری وجہ سے وہ بھی بچ گئے۔

آپ نے فرمایا۔ جو رسول کریم (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ مسیح کے اولاد ہوگی اور دجال کے اولاد نہ ہوگی‘ اس سے حدیث شریف کا یہ منشاء ہے کہ جب مسیح فتح پائے گا تو دجال کی شر انگیز اولاد قطع ہو جائے گی۔ یعنی اثر

دجالیت نہ رہے گا۔ اور اثر مسیح باقی رہے گا۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آج کل عیسائیوں کے بہت اولاد ہے۔ سواس کا جواب یہی ہے کہ ان کے جو مکروفریب ہیں سب جاتے رہیں گے۔

ایک دن حضور نے فرمایا کہ دجال کو جو کانا کہا گیا ہے۔ سواس سے یہ مراد ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے دو آنکھیں تھیں۔ ایک حضرت اسحاقؑ جن کی اولاد میں سے سب انبیاء بنی اسرائیل ہیں اور ایک آنکھ حضرت اسماعیلؑ تھے۔ جن کی اولاد ہمارے نبی ﷺ ہیں۔ سو دجال نے ایک آنکھ سے کام لیا۔ یعنی بنی اسرائیل کے نبیوں کو تو کچھ تھوڑا بہت مانا۔ مگر دوسری آنکھ یعنی ہمارے نبی کریم ﷺ کو نہ مانا۔ اس واسطے کانا ہے۔

ایک دن حضور نے فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گھر سے اپنے باغ کی طرف جا رہا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لشکر عظیم الشان سواروں کا میری طرف چلا آتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میرے مقابلہ کے لئے آیا ہے۔ اور میں ان کی طرف بہادروں کی طرح جاتا ہوں۔ مجھے ان کا ذرہ بھی خوف نہیں۔ میں بہت دلیر ہوں۔ اور پھر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ لشکر ہمارے باغ میں چلا گیا۔ مجھے خوف ہوا کہ شاید باغ کا نقصان کریں گے۔ میں ان کے پیچھے باغ میں گیا۔ تو دیکھتا ہوں کہ وہ سب ہلاک ہوئے پڑے ہیں اور ان کا سر الگ ہے۔ ہاتھ الگ اور پیر بھی الگ ہیں۔ بدن کا چمڑا اترا ہوا ہے۔ میں دیکھ کر حیران ہوا کہ الٰہی تو بڑا قادر ہے۔ یہ لشکر تو نے عجیب طرح پر ہلاک کیا۔ پھر میں بیدار ہو گیا۔ تعبیر یہ ہے۔ سر کٹنے سے مراد کہ وہ کلام

کرنے سے بند ہو جائیں گے۔ ہاتھوں سے مراد کہ ان کی قلم ہمارے مقابلہ میں کٹ جائے گی۔ پیروں سے مراد کہ وہ بھاگ نہ سکیں گے۔ چمڑا سے مراد کہ ان کا پردہ فاش ہو جائے گا۔

ایک دن فرمایا۔ میں نے خواب دیکھا۔ ہمارا جو باہر کا مکان ہے اس کے آگے دو موٹے تازے گھوڑے باندھے ہوئے ہیں۔ ایک گھوڑے پر حضرت رسول کریم (ﷺ) سوار ہیں۔ ایک پر میں سوار ہوں۔ ہم دونوں بہادروں کی طرح بڑی تیز رفتار سے چلتے ہیں۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔

روایات ۴۶۔

میر مہدی حسین صاحبؓ

ایک دفعہ لنگر خانہ میں خرچ کی کچھ دقت تھی۔ حضور کو اس کی تشویش تھی۔ ایک نابینا ایبٹ آباد کی طرف سے آیا۔ اور وہ دو چار دن رہ کر جانے لگا۔ تو اس نے زاد راہ کے لئے حضورؑ سے مسجد میں سوال کیا۔ حضور اندر تشریف لے گئے۔ اور اس کو اندر سے دو یا تین روپے لا کر دیئے۔ اس نے کہا۔ حضور پیدل نہیں چل سکتا۔ اس لئے یکہ وغیرہ کی ضرورت پڑے گی۔ ریل کا بھی کرایہ چاہئے۔ یہ کافی نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا۔ حافظ جی تمہیں کسی کے گھر کی کیا خبر ہے۔ یہ فرما کر ٹھہر گئے۔ پھر دوبارہ اندر تشریف لے گئے۔ اور اس کو ایک روپیہ اور لا کر دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت خرچ کی بہت تکلیف تھی۔ اس پر بھی آپ نے سائل کو طاقت سے بڑھ کر

عطا فرمایا۔

حضرت صاحب ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد باغ میں رونق افروز تھے۔ ایک خیمہ باہر مہمانوں کے لئے نصب تھا۔ اور اس میں مولوی عبدالکریم صاحب۔ پیر منظور محمدؓ صاحب۔ میاں شادی خاں صاحب اور عاجز رہا کرتے تھے۔ سید امیر علی شاہ کورٹ انسپکٹر صاحب ساکن سیالکوٹ آئے۔ درختوں کے نیچے ہی رات کو سوئے تھے۔ رات کو جھکڑ کے چلنے کی وجہ سے ان کو بہت تکلیف ہوئی۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے اس کا ذکر حضرت صاحب سے کیا۔ حضور نے مجھے بلوا کر فرمایا کہ میاں مہدی حسین ہم نے یہ خیمہ اپنے مہمانوں کے لئے لگایا تھا۔ ہمارے سید امیر علی شاہ کو رات تکلیف ہوئی۔ اور کسی نے ان کی خبر بھی نہیں لی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے ان کی تکلیف کی خبر نہیں۔ آدھی رات کے قریب جھکڑ آیا تھا۔ میں سوتا تھا۔ میں حضور کے حکم کے مطابق یہاں آیا ہوں۔ حضور حکم دیں وہاں چلا جاؤں گا خواہ حضور کسی درخت کے نیچے رہنے کا حکم فرمادیں یا حد آبادی کے اندر۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں تم گاؤں میں چلے جاؤ۔ اور میرے بعد اور احباب سے فرمایا کہ لو یہ تو جلدی ہی مان گئے۔ اسکے بعد میاں شادی خاں کو بلایا اور متذکرہ بالا تکلیف کا ذکر کیا۔ میاں شادی خان نے عرض کی کہ جہاں حضور حکم دیں وہاں جا سکتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ تم اندر گاؤں کے ہمارے مکانات میں چلے جاؤ۔ میاں شادی خاں نے اسی وقت اپنے بچوں کو لے کر خیمہ سے اسباب اٹھانا شروع کر دیا۔ اس پر میاں شادی خاں صاحب کی بیوی کو رنج پیدا ہوا۔ کیونکہ ان کی بیٹی مولوی عبدالکریم صاحب کے گھر

میں پاس ہی مقیم تھی۔ اور انہوں نے رونا شروع کیا۔ والدہ شادی خاں نے اس کو چپ کرانے کے لئے کہا۔ اچھا ہم سیالکوٹ چلتے ہیں۔ کیونکہ زلزلہ کا خطرہ ہے۔ اور حضرت صاحب کے مکانات پختہ ہیں۔ پیر منظور محمدؓ صاحب نے والدہ شادی خاں کو دو تین دفعہ کہا۔ کہ حضرت صاحب کے حکم کے تحت کام کرو ورنہ پچھتاؤ گے' اس کے رونے کی آواز حضرت اقدس کو پہنچ گئی۔ آخر والدہ شادی خاں صاحب نے حضرت صاحب کے حضور جا کر ہاتھ جوڑے اور کہا۔ ہم سے خطا ہوئی۔ ہم نادان ہیں ہمیں معافی دی جائے۔ حضور نے فرمایا۔ ہم نے تم کو اپنے مکانوں میں رہنے کو کہا تھا۔ ہمارے مکان بفضل خدا محفوظ رہیں گے۔ اگر ہمارے مکان پر بھی زلزلے آئے۔ تو دوسروں کا کیا حال ہو گا۔ اچھا اب ہم تم کو وہاں جانے کا حکم نہیں دیتے۔ اور فرمایا۔ دو چھولداریاں ہیں جو کہ مشرقی جانب نصب ہیں۔ ان میں تم اور مہدی حسین رہو۔ ہم حضور کے حکم کے مطابق ان چھولداریوں میں چلے گئے۔ اور حضرت کے قیام باغ تک وہاں مقیم رہے۔

ایک دن مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے مولوی نورالدین صاحب سے لے کر شہد کھایا وہ بہت عمدہ اور لذیذ تھا حضرت صاحب نے فرمایا۔ عسل اعلیٰ صفتیں اور خوبیاں رکھتا ہے۔ اور میں اس کا ہمیشہ استعمال کرتا ہوں۔ اور اس کی خاص صفت بتاتا ہوں۔ میں ایک مرتبہ کھانا کم کرتا کرتا خشک روٹی کے چوتھے حصہ پر پہنچ گیا۔ حتیٰ کہ چھ ماہ تک یہی عمل رہا۔ مگر اس وقت شہد کا شربت پیا کرتا تھا۔ اور شربت پینے سے میرے کل اعضا کو بہت طاقت اور

قوت ہوتی تھی۔ اگر شربت پینے سے ہٹ جاتا۔ تو کچھ اعضاء میں درد ضعف پیدا ہو جاتا۔ اس واسطے شہد کو خصوصیت سے پیا کرتا تھا۔ اس میں یہ خاص خوبی ہے کہ کل اعضا کو طاقت بخشتا ہے۔ اس ریاضت میں بہت کشف ہوئے۔ ابتداء یوں ہوئی کہ ایک دن ایک صالح مرد دیکھا۔ اس نے کہا۔ روزے رکھے جائیں۔ سو میں نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ جب تین ماہ کے قریب پہنچا۔ ایک شخص بڑا قد آور اور سرخ رنگ کے جسم والا میرے سامنے آیا۔ یہ الفاظ کہتا تھا۔ قرت ' قرت ' قرت۔ یعنی تو قدر دایہ کرو۔ قدر دایہ کیا۔ تو قدر دایہ کیا۔ تیسرا کشف۔ میرے ساتھ زمین نے بھی کلام کیا۔

روایت ۴۷۔

(بھائی) عبدالرحیم صاحبؓ

میاں مبارک احمدؓ صاحب کو دفن کرنے کے بعد حضرت اقدس پاس کی روش پر بیٹھ گئے اور جماعت کو نصیحت فرمائی کہ جس طرف میں لے جانا چاہتا ہوں۔ ابھی جماعت نے اس طرف رخ بھی نہیں کیا۔ ذرا سی مصیبت آتی ہے۔ اسی میں گھبرا جاتے ہیں۔ جزع فزع شروع کر دیتے ہیں۔ خدا کی دی ہوئی چیز اگر وہ واپس لے لے تو اس میں ہمارا کیا ہے۔ اسی قسم کی نصائح دیر تک فرماتے رہے۔ ہم لوگ تعجب کرتے تھے کہ اللہ اللہ یہ کس قدر عظیم الشان انسان ہے کہ اپنے بیٹے کی وفات پر بھی افسوس نہیں بلکہ جماعت کو نصیحت کرنے کا ایک موقع نکال لیا۔

روایت ۴۸

غلام حسین ولد ولی داد ساکن چک پنیال

میاں مبارک احمد صاحب بیمار تھے ' ان کے لئے ملائی کی برف کے لئے ' ڈاکٹر نے بند کیا ہوا تھا۔ مگر میاں مبارک احمدؓ اس سخت بیماری میں بار بار ملائی کی برف مانگتے تھے۔ مگر ٹال دیا جاتا تھا اتفاقاً ایک برف بیچنے والا نیچے آ گیا۔ میاں مبارک احمدؓ نے رونا شروع کر دیا۔ کہ برف لا دو۔ ام المومنین نے حضرت صاحب سے کہا۔ اس کو کیا علم ہے آپ پانی کی برف لے جائیں اور اس کو کہدیں ملائی کی برف کھالو۔ حضرت صاحب نے برف کی ڈلی لی اور میاں صاحب کے پاس گئے۔ اور حضور نے فرمایا کہ لو میاں یہ برف ہے۔ اس کو ہی ملائی کی برف سمجھ کر کھالو۔ انہوں نے پھینک دیا۔ ام المومنین نے کہا۔ آپ نے یوں کیوں کہا ہے وہ اور رونے لگ گیا ہے۔ آپ پھر لے جائیں۔ چنانچہ آپ پھر دوبارہ برف لے گئے اور اسی طرح فرمایا۔ میاں نے برف نہ کھائی۔ حضور نے بھی خلاف واقعہ بات نہ کہی۔

روایات ۴۹۔

احمدؑ نور صاحبؓ کابلی

میں حضرت مولوی سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ عنہ کے پاس خوست میں مقام سید گاہ میں رہتا تھا۔ اور مولوی صاحب سے پڑھتا تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ جو ان میں سے میری طرف ایک قدم بھی آویگا۔ وہ دوزخ سے بچے گا۔ اور بہت معارف قرآن کے بیان کیا کرتے

تھے۔ ایک دن بتایا کہ قرآن مجھے دریا کی شکل میں آکر مجھے عرش تک لے جاتا ہے۔ اور کبھی مجھے انسان کی شکل میں بن کر اپنے معنے بتاتا ہے اور مجھے ایسے علوم بتاتا ہے کہ اگر میرے پاس کوئی بھی کتاب نہ ہووے' یہ پہاڑ کے درخت اور پتھر کتاب کی مثل میں لوگوں کو پڑھا سکتا ہوں۔ میں اس میں سے وہ حقائق و معارف بیان کر سکتا ہوں جیسے کوئی کتاب سے۔ اسی اثناء میں امیر عبدالرحمٰن نے جو کہ سرحد کو انگریزوں کے ساتھ تقسیم کرتا تھا۔ اس میں مولوی عبداللطیف صاحب کو اپنی طرف سے کام کرنے والا مقرر کیا۔ سب پہاڑوں میں سے حد کو قائم کیا۔ اور بہت فائدہ سے کام کیا۔ اس اثناء میں ایک پشاور کا آدمی آیا اور اس آدمی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ایک کتاب غالباً انجام آتھم یا براہین احمدیہ عبداللطیفؓ صاحب کو دی۔ چونکہ وہ (مولوی صاحبؓ) اردو کا علم بھی پاس کر چکے تھے۔ کتاب کو دیکھ کر خوش ہو کر اس شخص کو جیب سے کچھ انعام دیا۔ وہ کتاب لا کر اپنے مہمان خانہ میں پڑھی۔ جب اس کے دو تین صفحے پڑھے۔ تو فرمایا۔ کہ میں نے ساری دنیا پر نظر رکھی تھی کہ کوئی جگہ مجھے نظر آئے مگر کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی۔ کہ مجھے توجہ ہو کہ وہ جو نور آنے والا ہے' اس جگہ سے نکلے گا۔ آخر میرا گمان غالب یہ تھا کہ مجھے ہی خدا تعالیٰ اس کام کے لئے کچھ دنوں میں مقرر فرمادے گا۔ فرمایا کہ یہ وہی انسان ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا تھا کہ تم میں حکم بن کر ابن مریم آویگا۔ اگر پہاڑوں کی سروں پر اترے گا۔ تو تم دوڑ دوڑ کے اس کی طرف جاؤ۔ یہ وہی آدمی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کے لئے مقدر کیا تھا۔ کل انبیاء نے اس کے لئے پیشگوئی کی تھی۔

ان کا (حضرت مولوی عبداللطیفؓ صاحب کا) مہمان خانہ ایک بڑا مہمان خانہ تھا۔ اس میں بہت لوگ بیٹھتے تھے' ان کو کہا کہ بشرط زیست میں اس انسان سے ضرور ملوں گا۔ اور تم سب لوگ اس کو ضرور ملو۔ اگر میں مر بھی گیا تو میرا سلام پہنچا دینا۔ میں اس کی کتاب کو دیکھتا ہوں۔ اور اس میں قرآن سے دوسرے درجہ پر نور پاتا ہوں۔ یہ وہی آدمی ہے جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اس کے مقابلہ میں میری عقل معارف کے لحاظ سے اس کے شاگرد کے مثل بھی نہیں ہے۔ اور اپنے شاگرد عبدالرحمٰن کو بھیجا۔ کچھ تحائف بھی بھیجے۔ میں نے بھی اس کتاب کو دیکھا جو مولوی صاحب کے پاس تھی۔ عبدالرحمٰن یہاں (قادیان) سے ہو کر گیا۔ اور کچھ اور کتابیں لے گیا اور شہید مرحوم کو دیں اور کچھ ہم لوگوں کو بھی دیں۔ میرے پاس انجام آتھم کتاب آئی۔ میں اردو تو نہ سمجھتا۔ صرف عربی کچھ سمجھی۔ میں اس کو پڑھتا تھا' اور روتا تھا۔ آخر چونکہ امیر کابل کا ڈر تھا۔ اس لئے شہید مرحوم نے وہ کتاب مجھ سے لے لی۔ اور شہید مرحوم نے پھر کئی دن بعد ایک اور آدمی وہاں سے (کابل سے) بھیجا اور اپنی بیعت کا خط اسے دیا۔ اور کئی لوگوں نے جن میں میں بھی شامل تھا بیعت کے خطوط دیئے۔ تھوڑے عرصہ بعد امیر عبدالرحمٰن کا انتقال ہو گیا۔ شہید مرحوم حج کی اجازت حاصل کر کے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ مجھے علم ہوا تو میں نے سمجھا وہ ضرور قادیان سے ہو کر کہیں جاویگا۔ مجھے جوش تھا اس لئے میں بغیر کسی خرچ کے وہاں سے تن تنہا چل پڑا۔ راستہ میں اللہ تعالیٰ نے عجیب رنگ میں امداد دی۔ اور سفر خرچ وغیرہ بھی خدا نے اس طریق پر دیا کہ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ریل کا سفر

پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ اس لئے کھانا بھی نہ کھایا جاسکا۔ کیونکہ ڈر تھا کہ اگر گاڑی سے اترا تو ریل چل نہ دے۔ آخر امرت سر اترا۔ صبح کو بٹالہ کا ٹکٹ لیا۔ بٹالہ میں آگیا۔ وہاں ایک مولوی ملا۔ اس نے فارسی میں گفتگو کی۔ اس نے پوچھا کہاں جانا ہے۔ میں نے کہا مرزا صاحب کے پاس جاتا ہوں۔ اس نے کہا وہ کافر ہے تم کافر کے پاس کیوں جاتے ہو۔ میں نے کہا۔ میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا اور اس کو دیکھوں گا۔ تم ایسے ہو جیسے شیطان۔ تم خدا کی راہ سے روکتے ہو۔ میں ہزاروں کوس سے آیا ہوں۔ وہاں ضرور جاؤں گا۔ جب بٹالہ سے چل کر نصف راہ میں آیا۔ میں راہ پوچھتا پوچھتا چلتا تھا۔ جب میں راہ پر چلنے لگوں تو مجھے خوشبو آوے۔ جب میں راہ چھوڑ دوں تو خوشبو ہٹ جاوے۔ میں حیران ہوا کہ شاید یہاں درخت ہے مگر پھر دل میں محسوس ہوا کہ مرزا صاحبؑ کی خوشبو ہے جو مجھے آتی ہے۔ اور وہ خوشبو مجھے قادیان کی مسجد اقصیٰ تک آتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد میں مسجد مبارک میں آیا۔ مولوی عبدالکریم صاحب ملے ان سے کسی نے میرا حال بیان کیا مولوی صاحب نے کہا۔ خوب۔ پھر شہید مرحوم مجھے یہاں مل گئے۔ جب حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) باہر تشریف لائے تو شہید مرحوم نے حضور سے میری بیعت کے لئے کہا۔ حضور نے میری بیعت لی۔ میں کچھ دن یہاں رہا۔ میں درود شریف پڑھا کرتا تھا ایک دفعہ کشفی حالت طاری ہوئی اور آل محمد کہتے ہوئے مجھے آدم سے لیکر تمام انبیاء کی زیارت ہوئی۔ ایک دن میں حضرت صاحب کے پاس بیٹھا۔ کسی نے پنجابی کا شعر پڑھا۔ میں پنجابی نہ جانتا تھا۔ مگر مجھے کشفی حالت میں وہ سب شعر سمجھ میں آتے جاتے تھے۔

مجھے بڑی ہنسی آئی۔ ایک آدمی نے کہا۔ تم پنجابی نہیں جانتے ہنستے کیوں ہو۔ میں نے کہا۔ کشفی حالت میں میں نے یہ سب کچھ سمجھ لیا ہے۔

میں اور حضرت مولوی عبداللطیف صاحبؓ حضرت صاحب کے پیچھے پیچھے مشرق کی طرف سیر کو جا رہے تھے۔ مولوی صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی گرد کو جو راستہ میں ان پر پڑ جاتی تھی اتارتے یعنی جھاڑتے نہ تھے۔ جب تک کہ سیر سے واپس آئے ہوئے کچھ دیر نہ ہو جاتی۔ پھر بھی کہتے حضرت صاحب نے ابھی گرد نہ جھاڑی ہوگی۔ جب کافی عرصہ گذر جاتا تو گرد جھاڑتے۔

ایک دن جبکہ ہم حضرت صاحب کے ساتھ سیر میں تھے مولوی عبداللطیف صاحب نے ہنس ہنس کر مجھے بتلایا کہ مجھے جنت کی حور ملی جو بہت شنگاری ہوئی تھی۔ اس نے مجھے کہا۔ ذرا میری طرف بھی دیکھ لو۔ میں نے کہا۔ توبہ اس انسان کے سامنے۔ میں تم کو کبھی بھی اس شخص کے مقابل نہیں دیکھوں گا۔ کیا اس کو چھوڑ کر میں تم کو دیکھ سکتا ہوں۔ وہ روتی ہوئی واپس چلی گئی۔

ایک دن مجھے شہید مرحوم نے فرمایا۔ کہ اپنے والد صاحب کو تم نے نہیں دیکھا۔ وہ بھی تمہارے پیچھے پیچھے تھا۔ کہا تم پر بہت زنگ تھا۔ میں نے بہت صاف کیا۔ آخر جب آنکھوں پر آیا ایک آنکھ کو میں نے بہت صاف کیا تو دوسری آنکھ کے لئے تمہارے والد نے کہا کہ میں دوسری آنکھ صاف کر دوں گا۔ میں نے کہا چلو یہ دوسری دنیا سے آیا ہے۔ اس کو بھی افسوس رہے گا۔ چنانچہ دوسری آنکھ تمہارے والد صاحب نے صاف کی۔

ایک دفعہ کی بات ہے شہید مرحوم نے کہا میرے وجود پر رسول کریمؐ ایسا آیا ہے کہ میرے پاس سے نہیں جاتا۔ تھوڑی دیر میں چارپائی پر لیٹا میں نے چارپائی کو صاف کر دیا تھا۔ پھر جلدی اٹھے تو کہا۔ قلم دوات لاوَ۔ مجھے یہ الہام ہوا ہے :-

جِسْمٌ مُنَوَّرٌ مُعَمَّرٌ مُعَطَّرٌ یُضِیُٔ کَاللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ

کچھ عرصہ بعد شہید مرحوم روانہ ہوئے۔ انہوں نے مجھے کہا تم ساتھ چلو۔ میرا دل نہ چاہتا تھا کہ قادیان سے جاوَں' ان کو بوجہ ادب انکار بھی نہ کیا۔ حضرت صاحب کو رقعہ لکھا کہ حضور میرے استاد (شہید مرحوم) مجھے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں مگر میں جانا نہیں چاہتا۔ حضور نے جواب میں فرمایا۔ کہ اب تم چلے جاوَ۔ تم پھر آوَ گے (یہ نہیں فرمایا کہ تم پھر آنا)

میں شہید مرحوم کے ساتھ چلا گیا۔ جب چلنے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان کے ساتھ پرلی سڑک تک گئے۔ شہید مرحوم چلتے وقت جب حضرت صاحب سے رخصت ہونے لگے تو پاوَں پڑے یعنی دیر تک پاوَں کو پکڑا اور چھوڑتے نہ تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا بس کرو۔ پاوَں چھوڑ دو۔ اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ مولوی عبداللطیف نے مجھے راستہ میں کہا۔ ابھی الہام ہوا ہے۔ اذھب الی فرعون اور کہا۔ ہم کو فرعونیوں کی طرف جانا ہے۔ پھر وہ اپنی جگہ پہنچے۔ ہم بھی ساتھ تھے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے امیر کابل کو' اور افسروں کو تبلیغی خط لکھا کہ میں حج کے واسطے گیا تھا۔ اور میں پنجاب میں قادیان ایک جگہ ہے جس میں ایک انسان کا دعوٰی تھا کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ مامور ہوں۔ نبی ہوں۔ میں

اس تفتیش کے لئے وہاں پہنچا۔ اس کو صادق اور سچا پایا۔ اور اس کے دعوٰی کو کلام اللہ اور حدیث کے مطابق پایا۔ اور تین ماہ وہاں رہا۔ اب وہاں ہی سے واپس آیا ہوں۔ تم لوگوں کو بھی ہدایت کرتا ہوں کہ اس کی اتباع کرکے امن پاوَ گے۔ ایک آدمی کو مندرجہ بالا خط دے کر کابل روانہ کیا۔ اس کے بعد ایک دن شہید مرحوم نے ایک خط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا۔ جس کا سرنامہ بڑا اعظیم الشان تھا کہ میں کابل کے بادشاہ اور حکام کو تبلیغ کے لئے خطوط لکھ چکا ہوں۔ دیکھئے اس کا کیا جواب آئے گا۔ میں نے شہید مرحوم کو کہا۔ یہ خط مجھے دے دیں۔ میں اس کا پتہ لکھوں۔ فرمایا یہ تمہارے ہی ہاتھ میں آدے گا۔ یہ بات ختم ہو کر اسی طرح رہ گئی۔ تھوڑی دیر بعد پچاس سوار آ گئے۔ انہوں نے وہ پچاس سوار دیکھنے کے بعد نماز عصر ادا کی۔ اور پھر وہ خط مجھے دیا۔ جس کی پشت پر میں نے لکھا کہ شہید مرحوم گرفتار ہو گئے اور ان کو پچاس سوار پکڑ کر لے گئے۔ اور مجھے شہید مرحوم نے فرمایا۔ کہ دیکھو اگر میں مارا گیا۔ تو میرا جنازہ پڑھنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھنا۔ میں نے وہ خط حضرت صاحب کے پاس مضمون بالا لکھ کر بھیج دیا۔ کہ وہ یہ یہ باتیں کر گئے ہیں۔ وہ پچاس سوار مولوی صاحب کو پکڑ کر لے گئے۔ اور کابل پہنچا دیا۔ وہاں ان کو تین ماہ کے بعد شہید کر دیا گیا۔ اس کے متعلق سب واقعات چھپ چکے ہیں۔

مجھے حاکم نے بند کر دیا کہ تم قادیان نہ جانا۔ میں نے اپنے گھر میں کہا کہ تم تیاری رکھو۔ اگر حاکم نے مجھے قید بھی کر دیا۔ تو میں قید خانہ سے بھی انشاء اللہ آ جاوَں گا۔ اور ہم تم ضرور قادیان چلیں گے۔ مجھے خداوند تعالٰی نے

عجیب طرح بموجب اس فرمان کے جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے (حضرت صاحب نے فرمایا کہ تم آؤ گے) قادیان میں آنے کی توفیق دی۔ سو میں قادیان پہنچا۔

ایک دفعہ میں حضرت صاحب کے ساتھ گورداسپور جاتا تھا۔ میں نے کہا۔ حضرت مولوی صاحب عبداللطیف مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ میں انتظار میں تھا کہ خدا مجھے مسیح موعود بنائے گا۔ جب حضور کی کتاب ملی تو اسے دیکھ کر کہا۔ ٹھیک ہے۔ یہ مسیح موعود آگیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا اگر میں نہ آتا تو میرے خیال میں ضرور یہی مسیح موعود ہوتا۔

ایک دفعہ میں حضرت صاحب کے ساتھ گورداسپور جاتا تھا مجھے فرمایا تم ہمیشہ ہمارے ساتھ جایا کرو۔ صدہا طرح کے دشمن ہوتے ہیں۔ تم ہمارے یکہ کے ساتھ رہا کرو۔

ایک دفعہ رات کو شیخ یعقوب علی اور مفتی فضل الرحمان۔ مولوی محمد علی اور میں حضرت صاحب کے ساتھ پیدل گورداسپور کو جارہے تھے۔ میں پیشاب کے واسطے بیٹھ گیا۔ یہ لوگ دوڑتے ہوئے میرے پاس سے گذرتے تھے۔ کیونکہ یہ لوگ حضرت اقدس سے پیچھے رہ گئے تھے۔ میں نے جلدی ہی اٹھ کو پوچھا۔ کیا ہوا دوڑتے کیوں ہو۔ انہوں نے کہا۔ چور ہے میں چوروں کے پیچھے بھاگا۔ مگر وہ چھپ گئے۔ جب حضرت صاحب کو پتہ لگا کہ چور تھے۔ آپ نے فرمایا۔ احمد نور کہاں گیا۔ ان لوگوں نے کہا۔ حضور چوروں کے پیچھے گیا ہے۔ آپ وہاں ہی ٹھہر گئے۔ فرمایا احمد نور کو پکارو۔ وہ آجائے۔ چنانچہ یار محمد نے آواز دی۔ میں پکارنے کی آواز سن کر حضرت صاحب کے

پاس آیا۔ تب آپ آگے بڑھے۔

جب میں قادیان آیا تو حضرت صاحب نے مجھے کچھ جگہ دی۔ میں نے اس جگہ پر دیواریں بنانی شروع کیں۔ سکھوں نے میرے گھر پر حملہ کرکے دیواروں کو گرادیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ اچھا گرانے دو۔ ہم تمہیں اور جگہ گھر بنادیں گے (یہ حضور کا حوصلہ تھا کہ آپ کی ملکیت پر لوگوں نے خواہ مخواہ حملہ کیا اور حضور نے صبر کیا)

میں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کو خواب میں دیکھا اور رسول کریمؐ کے وجود مبارک کو ان کے وجود کے ساتھ ایک ہی پایا۔ کہ رسول کریمؐ بھی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود بھی ہیں گو رنگ الگ الگ ہیں۔ مگر وجود ایک ہی ہے۔

ایک دفعہ خواب میں قادیان کو مکہ کی شکل میں دیکھا۔ اور مہمان خانہ کو عرفات کی شکل پر دیکھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب مسجد مبارک میں ظہر کی نماز کے لئے تشریف لائے۔ مولوی نورالدین صاحب شفاخانہ میں تھے اور ابھی نہیں آئے تھے۔ جموں کا رہنے والا ایک آدمی سامنے بیٹھا تھا۔ اس کا نام مجھے معلوم نہیں اس نے عرض کیا۔ حضور بعض لوگ ہوتے ہیں کہ نمازی بھی ہوتے ہیں۔ زکوۃ بھی دیتے ہیں۔ حج بھی کرتے ہیں۔ نفل بھی پڑھتے ہیں متقی بھی ہوتے ہیں۔ اور آپ کو بھی اچھا سمجھتے ہیں۔ مگر بیعت نہیں کی ہوتی۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ اچھا سمجھنا تو ایک ہندو کو بھی اچھا سمجھنا ہے۔ جس نے میرے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی وہ تو مجھے جھوٹا سمجھتا ہے اور بڑا ظالم ٹھہراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (۱۸ یونس ع ۲) خدا تعالیٰ نے تو مجھے اس زمانہ کے لئے درخت بنا کر بھیجا ہے۔ میں ایمان کا درخت ہوں۔ پھل بغیر درخت کے نہیں ہوتا۔ اگر کوئی پھل درخت سے کاٹا جاتا ہے تو وہ خشک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ مجھ سے کاٹے جائیں گے وہ خشک ہو جائیں گے۔ جو میرا انکار کرتا ہے وہ تمام انبیاءؑ کا انکار کرتا ہے۔

ایات ۵۰

الہ دین المعروف فلاسفر

الہ دین فلاسفر (یہ نام اصل میں علاء الدین ہے۔ پنجابی میں الہ دین پکارتے ہیں) نے بیان کیا کہ ہمارے گاؤں کا ایک ملاں قادیان میں آیا اور اس نے حضرت صاحب سے وظیفہ دریافت کیا حضور نے فرمایا کہ استغفار کا ترجمہ اپنی مادری زبان میں پڑھا کرو۔ اس نے گاؤں میں جاکر ٹھٹھہ اڑایا کہ یہ وظیفہ بتایا ہے۔ میں نے سن کر یہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اس کے بعد خدا کے بڑے بڑے فضل مجھ پر ہوئے۔ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی توفیق ملی اور استقامت ملی اور وہ بدبخت ٹھٹھا کرکے محروم رہ گیا۔

قریباً ۱۸۹۵ء کا ذکر ہے کہ حضور نے اپنے ایک ملازم کرم داد کو فرمایا۔ تمہارے کپڑے میلے ہیں (اس سے ظاہر ہے کہ حضور کو صفائی کا کتنا خیال رہتا تھا وَصَدَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ) اس سے اعتراض پڑتا ہے۔

حضرت صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے یا انسان عارف بنے یا دین العجائز رکھے۔ ان دونوں صورتوں کے متعلق حضور اپنے عمل درآمد سے ثبوت دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ گل محمد عیسائی پشاور سے آیا۔ اس نے کچھ اعتراض کئے۔ حضور نے جواب دیئے۔ اثناء گفتگو میں اس نے کہا۔ حضور سختی کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ کیا میں یسوع سے زیادہ سختی کرتا ہوں جو اپنے وقت کے فقیہوں، فریسیوں کو کبھی سانپ کے بچے، کبھی سوروں کے بچے کہتا۔ کبھی کہتا کسبیاں تم سے پہلے خدا کی بادشاہت میں داخل ہوں گی۔

مجاہدات تو گویا حضور کی عادت ہو گئے تھے رات کو کثرت سے تصنیف کا کام کرتے تھے اور اندر مہمان عورتوں کو نصائح وغیرہ فرماتے رہتے تھے۔ ہر ایک کے سوالوں کا جواب دیتے۔ ہر ایک کی عرضیوں پر غور فرماتے اور نوافل اس کثرت سے رو رو کر اتنی دیر تک پڑھتے کہ حضور تھک جاتے تھے۔

روایت ۵۱

حضرت حافظ احمد اللہ صاحبؓ

ایک دن فجر کے وقت رمضان کے مہینہ میں میں مسجد مبارک میں گیا۔ میں نے صبح کی اذان کہی۔ حضرت صاحب اندر سے تشریف لائے۔ حضور تشریف فرما رہے اور میں اذان کہتا رہا۔ جب اذان کہہ چکا تو حضور نے فرمایا۔ تم نے اذان کے لئے جلدی کی میں نے تو ابھی سحری نہیں کھائی۔ میں

نے عرض کیا حضور سحری کھالیں ابھی تبیین نہیں ہوا۔ حضور فوراً ہی اندر
تشریف لے گئے حضور نے کچھ تھوڑا سا کھانا کھایا اور پھر تشریف لائے اور
نماز پڑھائی۔

روایات ۵۲

حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ خدا نے مجھے بتادیا ہے
کہ غیر احمدی مسلمان اب گھٹتے ہی جاویں گے اور وہی بچیں گے جو تجھ سے
تعلق رکھیں گے ورنہ گھٹتے گھٹتے یہ بالکل مٹ جائیں گے۔ (یہ اس الہام کے
مطابق ہے جو تذکرہ میں موجود ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا
اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُوْلٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس بات سے خوش ہوئے کہ
ایک شخص نے سنایا کہ امیر عبدالرحمان والی کابل کے بیٹے نصراللہ خان جب
ولایت گئے۔ وہاں لیڈیوں اور روزراء انگلستان سے جب ملاقات کی تو وزیر
انگلستان نے کہا۔ یہ لیڈیاں مصافحہ کرنا چاہتی ہیں اور ملاقات کے لئے آئی
ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہم مسلمان ہیں ہم نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملانا
ناجائز سمجھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس بات کو خوش ہو کر بیان فرمایا
کرتے تھے۔ جو حضور نے کسی سے سنی تھی۔ کہ سلطان عبدالحمید خان والی
روم سے کسی نے کہا۔ حضور نے فلاں معاملہ میں غور کیا ہے۔ انہوں نے

کہا۔ ہاں۔ اس نے عرض کیا۔ اس بات کے فلاں فلاں پہلو پر بھی حضور نے
غور کیا۔ سلطان نے جواب دیا۔ کہ کوئی جگہ خدا کے لئے بھی چھوڑنی
چاہئے۔ یا سب جگہ خود ہی پر کردینی چاہئے؟

روایت ۵۳

خط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

بنام

چوہدری رستم علی خان صاحب کورٹ انسپکٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ مشفقی مکرمی
اخویم۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ میں آپ کے لئے انشاءاللہ القدیر
دعا کروں گا۔ مگر اس طرح پر کہ جو کچھ آپ کے دنیا اور دین کے لئے فی
الحقیقت بہتر ہے وہ بات آپ کو میسر آوے۔ کیونکہ معلوم نہیں خیر کس کام
میں ہے۔ ہمیشہ حالات خیریت سے مطلع فرماتے رہیں۔ والسلام۔

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۱۸۔ دسمبر ۱۸۸۹ء

روایات ۵۴

حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کی کہ لوگ
حضور کی بہت مخالفت کرتے ہیں۔ اور موافق تھوڑے ہیں۔ حیرانی ہوتی

ہے کہ لوگ کس طرح حضور کو پہچانیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ پہلی رات کے چاند کو دیکھ کر کیا گمان ہوتا ہے۔ کہ اس کی روشنی جہان میں پھیلے گی۔ اور سب لوگ اس کو دیکھ لیں گے۔ مگر چودھویں رات کے چاند کو بہت لوگ دیکھ لیتے ہیں۔ کوئی اندھا ہی رہ جائے تو رہ جائے۔

ایک دن حضرت مسیح موعودؑ نے لوگوں کو جمع کر کے مینارہ کے متعلق مشورہ کیا کہ اس کے بننے کے لئے تجویز کی جائے۔ اور اندازہ کیا جائے کہ کتنا روپیہ لگے گا۔ اس کے متعلق تجاویز ہوں۔ سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کے والد صاحب نے تقریر کی اور کہا۔ اگر یہ بنوانا ہے تو اس پر دس ہزار روپیہ لگے گا۔ اور اس سے کم میں یہ تیار نہیں ہو سکتا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اتنا روپیہ بہت ہے۔ اتنا روپیہ یہ غریب جماعت کہاں سے لاوے گی۔ کچھ کم تخمینہ کرو۔ الحمدللہ کہ آج اسی غریب جماعت نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی دو عمارتیں تیار کروائیں۔

جب مینارہ کا کام بند پڑا رہا۔ ایک دن ایک شخص نے سوال کیا۔ حضور یہ مینارہ کب تیار ہوگا۔ حضور نے فرمایا۔

اگر سارے کام ہم ہی ختم کر جاویں۔ تو پیچھے آنے والوں کے لئے ثواب کہاں سے ہوگا۔

حضرت مسیح موعودؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بہت سی برکات کا وعدہ مینار کی تکمیل کے ساتھ ہے۔ جب یہ مینارہ تعمیر ہو جائے گا تو ان برکتوں کا نزول ہو جائے گا۔

روایات ۵۵۔

حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ

ایک دن حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ میرے والد صاحب نے مجھے فرمایا تھا کہ فلاں سکھ نے ہمارے کھیت سے لکڑی کاٹ لی ہے۔ تم باہر جا کر دیکھو اسکے کھیت میں کہیں ہوگی۔ چنانچہ میں اس کے دیکھنے کے لئے گیا۔ جب اس سکھ سے دریافت کیا تو اس نے مجھے کہا تم چور ہو۔ اور چوری کی غرض سے یہاں آئے ہو۔ میں خاموش رہا۔ کچھ دنوں بعد میں بٹالہ تحصیل میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سکھ تحصیل میں موجود ہے۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑی ہے۔ مجھے اس نے جھک کر سلام کیا۔ میں نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ اس کے پاس سے کڑاہا چوری کا پکڑا گیا ہے۔ اس جرم میں چالان ہو گیا ہے۔

ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام گورداسپور تھے۔ رات کو دس بجے کے قریب نوکر سے کہا چلو قادیان چلیں۔ اس نے کہا۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہمیں تو کوئی ڈر نہیں لگتا۔ حضور اسی وقت چل پڑے۔ پاپیادہ تیرہ کوس کا سفر کر کے نماز فجر سے پہلے قادیان تشریف لے آئے۔

روایات ۵۶۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جب میاں مبارک احمد بیمار ہوئے۔ میں نے دیکھا حضرت صاحب دن

رات میں صرف دو تین گھنٹے سوتے تھے۔ دن رات آپ علاج اور دعاؤں میں لگے رہتے تھے۔ اس قدر محنت اور محبت سے آپ تیمارداری کرتے تھے کہ دوسرا انسان آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح حضور مولوی عبدالکریم صاحب کی بیماری میں تیمارداری کرتے تھے۔ اگر کوئی کمزور ایمان کا انسان مبارک احمد کی بیماری میں حضور کی مصروفیت دیکھتا تو ٹھوکر کھاجاتا۔ کہ شائد یہ لڑکا ان کا خدا ہے جو اس قدر کوششیں اس کی صحت کے لئے ہو رہی ہیں۔ مگر جب وقت وفات میاں مبارک احمد قریب آیا۔ حضرت خلیفہ اول مولوی نورالدینؓ صاحب کے ہاتھ میں نبض تھی۔ انہوں نے فرمایا۔ حضور نبض کمزور ہو گئی۔ مشک لائیے۔ حضور علیہ السلام جلدی سے مشک لاکر واپس آرہے تھے کہ مولوی صاحب نے دیکھا اور نبض سے معلوم کیا کہ میاں مبارک احمد کی جان نکل گئی۔ بے ساختہ مولوی صاحب موصوف کے منہ سے نکلا۔ حضور جان نکل گئی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ قلم دوات کاغذ لاؤ۔ جب کاغذات اور قلم ودوات پیش کی گئی۔ حضور نے فوراً مریدوں کو خط لکھنے شروع کردیئے۔ اور لکھتے تھے۔ کہ گھبراؤ مت یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

اللہ اللہ یا تو یہ کوشش یا جان نکلتے ہی یہ حالت کہ خود بالکل مطمئن ہیں اور جماعت کے لوگوں کی تسلی کے لئے خط لکھ رہے ہیں۔ پھر آپ نے اس قدر محنت کیوں کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور کو کامل ہمدردی تھی۔ اور اس ہمدردی کو حضور نے حد تک نبھایا۔ جب خدا کا فعل سرزد ہو گیا۔ پھر کچھ رنج نہیں کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ پر خدا کا یہ خاص فضل تھا کہ گرمیوں کے موسم میں جب سخت گرمی دو تین دن پڑتی۔ تو تھوڑی بہت بارش ضرور برس جایا کرتی تھی۔ ایک دن مولوی عبدالکریمؓ صاحب مرحوم نے عرض کیا کہ حضرت کئی دن سے بارش نہیں ہوئی۔ اگر حضور فرمائیں تو کل نماز استسقاء پڑھی جائے۔ آپ نے فرمایا بہتر۔ مگر اللہ تعالیٰ کا احسان کہ رات کو ہی بارش ہو گئی۔

روایت ۵۷

حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ

ایک دن میں قادیان آیا گرمی کے دن تھے۔ سخت تپش ہو رہی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور واپس جانا ہے۔ مگر دل چاہتا ہے کہ راستہ میں بارش پڑے اور بھیگتا جاؤں۔ حضور نے فرمایا۔

"اس کی رحمت سے کیا بعید ہے"

(جب بٹالہ پہنچے تو فوراً بادل نمودار ہو کر بارش ہونی شروع ہو گئی اور اسٹیشن تک پہنچنے سے پہلے تمام کپڑے تر ہو گئے اور پانی ہی پانی ہو گیا۔ میرے رفیق سفر نے کہا درخت کے نیچے ہو جاویں۔ میں نے کہا۔ نہیں ہم نے دعا کراکر بارش منگائی۔ اب تو بھیگتے ہی جائیں گے۔ چنانچہ ہم بارش میں ہی سٹیشن پر چلے گئے۔)

روایات ۵۸

حضرت مولوی قطب الدین صاحب ولد غلام حسین صاحب

ساکن چندہڑ (Chandhar) ضلع گوجرانوالہ حال مہاجر قادیان

میرا حضرت صاحب کے ساتھ اس وقت سے تعلق ہے جب کہ سلسلہ بیعت شروع نہیں ہوا تھا۔ میں اسی وقت سے حضرت صاحب کا معتقد تھا۔ اور اولین بیعت کنندگان سے ہوں۔ اور میں نے حضرت صاحب کو لدھیانہ میں دیکھا۔ جب پہلی ہی بار وہاں تشریف لے گئے۔ وہ اسی طرح پر ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو میر عباس علی نے خط لکھا کہ حضور لدھیانہ تشریف لائیں۔ چنانچہ اس کا جواب حضرت صاحب کی طرف سے گیا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ کوئی شہر ہے۔ اس میں میں نے مسلمانوں کی جماعت کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا ہے۔ تو میرے اندر انہوں نے کوئی مخالف بات دیکھی ہے۔ ان لوگوں نے میرے پیچھے کھڑا ہونا ناپسند کیا۔ (قریباً قریباً یہی بات تھی) اور سب لوگ الگ ہو گئے ہیں۔ جب میں نے دیکھا تو میرے پیچھے صرف آپ ہی ہیں (یعنی میر عباس علی ہیں) ممکن ہے کہ میرے آنے سے اس شہر میں مسلمانوں کو کوئی ابتلا آجائے۔ قدم الخروج قبل البروج۔ اس واسطے میں نہیں آنا چاہتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ چاہے تو آسکتا ہوں۔ کیونکہ بندہ بغیر حکم الٰہی کے قدم نہیں اٹھا سکتا۔

مولوی عبد القادر صاحب اور میر عباس علی نے دوبارہ خط لکھا کہ خواب کا واقعہ ہے اور خواب میں شہر کا نام نہیں۔ ممکن ہے کوئی اور شہر ہو۔ آپ

ضرور تشریف لاویں۔ آپ نے منظور فرمالیا اور تاریخ مقررہ پر حضور تشریف لے گئے۔ سٹیشن پر عصر کے وقت پہنچے۔ معززین شہر (لدھیانہ) استقبال کے لئے موجود تھے۔ جب حضور اترے۔ ایک واقف شخص نے حضور کو پہچان لیا۔ کہ تشریف لے آئے ہیں۔ جب حضور سٹیشن سے باہر نکلے تو سب لوگوں نے مصافحہ کیا۔ نواب علی محمد خان نے کہا۔ میری کوٹھی پر تشریف لے چلیں۔ مگر میر عباس علی نے کہا۔ یہ مبارک وجود آج میرے گھر میں قدم مبارک رکھے۔ حضور نے منظور فرمالیا۔ اور میر عباس علی کے ہاں ٹھہرے۔ میں نے اس دن حضور کو اول بار دیکھا اور مصافحہ کیا۔ میری آنکھوں سے پانی جاری ہو گیا۔ بدن نرم ہو گیا اور ایسی حالت تھی جیسی سرور کی ہوتی ہے۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ جیسے پہلے راستباز اور صادق بندے خدا کے دنیا میں آئے ہیں۔ یہ بھی انہیں میں سے ہیں۔

جتنے روز حضور لدھیانہ میں رہے۔ میں حضور سے ملتا رہا۔ اور ایک دن عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضور سے تعلق رکھوں۔ اور الگ نہ ہوں۔ مگر کیا کروں طالب علمی کا زمانہ ہے۔ اور تحصیل علم بھی ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم میرے پاس قادیان میں آنا۔ پھر میں وہاں امرتسر مولوی غلام علی صاحب کے پاس آیا۔ میں امرتسر سے کبھی ہفتہ بعد کبھی دو ہفتہ بعد قادیان آیا کرتا تھا۔ ان دنوں مہمانوں کی کثرت نہ ہوتی تھی۔ ان دنوں میں حضور مجھے بعض وقت کرایہ بھی اپنے پاس سے دے دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جو سادہ لوگ غریب ہوتے ہیں وہ انبیاءؑ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ وہ مولوی بحث میں پڑنا چاہتا تھا۔ مگر حضرت

صاحب نے پسند نہ فرمایا۔

ایک دن حضرت صاحب اندر سے مسجد میں تشریف لائے۔ فرمایا میری قوم نے خدا جانے کیوں اس قدر سختیاں مجھ پر روا رکھی ہیں طرح طرح پر ایذا دیتے ہیں۔ ادھر یہ حال ہے کہ غیر قوموں کے اسلام اور بانی اسلام پر زور شور سے حملے ہو رہے ہیں۔ اس طرف ان کا قطعاً خیال نہیں۔ اور مجھے ایذا رسانی کے درپے ہوتے ہیں۔ آج ایک پادری کا خط آیا ہے جس میں میں نے پڑھا تو میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں نے اچھی طرح پڑھا بھی نہیں کیونکہ مجھے بہت رونا آیا کہ مسلمانوں کی کیا حالت ہو گئی۔ وہ کیوں رسول کریمؐ کی عزت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ پادری لوگ کیسے بیباکانہ حملے آپ پر کرتے ہیں۔ اور عجیب مسلمان ہیں کہ وہ میرے درپے آزار ہیں۔ اور انہیں رسالتمابؐ کی عزت کا فکر نہیں ہے۔

ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام لاہور میں تھے چند اوباشوں نے ایک قوی ہیکل بدمعاش کو اکسا رکھا تھا اس نے مجمع عام میں حضرت صاحب کے قریب ہو کر گلے میں باہیں ڈالیں اور اس زور سے حضور کا گلہ گھونٹا کہ حضور کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ کسی احمدی کو جوش آیا۔ اس نے اس خبیث کے مکہ مارا۔ اور الگ کیا۔ حضرت اقدس نے فوراً روک دیا کہ اس کو مت مارو۔ یہ اس کی کم عقلی ہے۔ جانے دو۔ اس سے سختی نہ کرو۔

کلانور سے ایک مضمون خلاف واقعہ شائع کیا گیا اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ذمہ خواہ مخواہ بہت سے گناہ منسوب کئے گئے اور وہ تحریر ایک نہایت گندی تحریر تھی جس کو مومن پڑھ بھی نہیں سکتا

تھا۔ کسی احمدی نے حضور سے عرض کیا اگر حکم ہو۔ اس پر دعویٰ کیا جائے۔ اس خبیث نے خواہ مخواہ خلاف واقعہ حضور کی ہتک کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں یہ انبیاءؑ کی سنت ہے کہ ان کے ساتھ دنیا اسی طرح کا سلوک کرتی رہی ہے۔ مگر دعویٰ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

جب حضورؑ لدھیانہ میں تھے۔ اس زمانہ میں حضورؑ کا دعویٰ مجددیت کا تھا۔ ایک سائل نے سوال کیا مگر اس کے چہرے اور الفاظ سے شرارت ٹپکتی تھی۔ اس نے کہا کہ چار امام ہوئے اور چار مذہب چاروں اماموں کے مختلف بنتے ہیں۔ اب اس اختلاف کو اگر آپ مجدد ہیں آپ کے سوا کون دور کرے گا۔ آپ بتلائیں چاروں حق پر نہیں ہو سکتے۔ ان میں کافر کون ہے اور حق پر کون ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گورنمنٹ کوئی حکم نافذ کرے آگے جو اہلکار ہیں یا کوئی اور ذی وجاہت لوگ اس گورنمنٹ کے حکم کو الگ الگ طور پر لوگوں کو سنائیں۔ اگر اس کے سمجھانے میں ان کے بیانات کچھ مختلف ہوں۔ اور ضروری ہے کہ ہوں۔ کیونکہ ہر انسان کی طبیعت مختلف ہوتی ہے تو وہ گورنمنٹ کے مخالف نہیں کہلا سکتے۔ دراصل ان کا منشاء گورنمنٹ کے احکام کو پہنچانا ہے۔ وہ اختلاف جو ہے وہ اپنی اپنی طبائع کا اختلاف ہے۔ چونکہ ان کی نیت تابعداری گورنمنٹ ہے اس لئے وہ لوگ باغی نہیں کہلائیں گے نہ مفسد۔ اسی طرح چاروں امام راستی پر تھے۔

مولوی شاہ دین نے وہاں سوال کیا تھا کہ انبیاء کے تابع غریب لوگ ہوتے ہیں یا امیر؟ آپ نے فرمایا۔ غریب تابع ہوتے ہیں۔ اس نے کہا جو

دین میں غریب ہوتے ہیں وہ غریب یا جو دنیا کے غریب ہوتے ہیں وہ غریب۔ اس کے اوپر حضور نے چند منٹ گفتگو کی۔ اور بار بار حضور نے دہرایا کہ انبیاء کے ساتھ غریب لوگ ہوتے ہیں۔

ایک دن حضرت صاحب نے فرمایا کہ تبلیغ کرو۔ اور باہر جاؤ۔ جو شدید مخالف انسان ہو اس سے اعراض کرو۔ جو لوگ مقدمہ میں ہار گئے ہوں یا ان کا رشتہ دار مر گیا ہو۔ یا بیمار ہو۔ یا کوئی کسی قسم کا صدمہ رسیدہ ہو۔ ان کے پاس پہنچو اور ان کو تبلیغ کرو۔ ان کے دلوں میں صدمہ کے سبب سے تکبر کم ہوتا ہے۔ اور جس کا تکبر ٹوٹا ہوتا ہے وہ حق کو قبول کرلیتا ہے۔

ایک دفعہ مجھے حضور نے تبلیغ کے لئے لاہور کی طرف روانہ کیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو جرات بخشے اور استقلال وہمت کو بڑھائے۔ پیچھے سے یہ لفظ بھی کہے کہ اس وقت تمہارا تبلیغ کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ آئندہ اس سلسلہ کے لئے واعظین کی ضرورت ہوگی تو پھر تم کو بھی مقرر کیا جائے گا اور ہماری جماعت کے مخلص لوگ بھی تم سے محبت رکھیں گے۔ مجھے اس کے بعد لاہور شہر میں جو کامیابی ہوئی وہ حضور کی دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا۔

ایک دفعہ مجھے حضور نے ویرہ کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو ہمت بخشے اور ترقی عطا کرے۔ جاؤ تبلیغ کرو۔

عبداللہ آتھم کے ساتھ مباحثہ شروع ہونا تھا تو حضرت صاحب نے مجھے چار ورق کا خط لکھ کر دیا تھا۔ میں وہ خط لے کر عبداللہ آتھم کی طرف گیا تھا۔ جاتے ہوئے حضرت صاحب نے فرمایا تھا۔ امرتسر محمد حسین بٹالوی اور مولوی غلام حسین صاحب ہیں ان کو خط دکھالینا۔ مضمون خط یہ تھا کہ تم

کرامتوں کے منکر ہو۔ تو قادیان ایک سال کے لئے آجاؤ۔ میں تمہیں بفضل الٰہی نشان دکھلاؤں گا۔ اور تمہارا سال بھر کا خرچ خوراک میں دوں گا۔ سوائے مے نوشی کے جو ہمارے مذہب میں ناجائز ہے۔ اگر تم نے نشان دیکھ لیا تو ایمان لے آنا۔ اگر نشان نہ سرزد ہوا تو میں تم کو دو صد روپیہ ماہوار کے حساب سے سال کا ہرجانہ چوبیس سو علاوہ خرچ خوراک دوں گا۔ چنانچہ میں خط لے کر امرتسر گیا۔ وہاں محمد حسین کو خط دکھایا۔ وہ خط لے کر مولوی غلام علی صاحب کو ملے۔ اس کے بعد وہ خط مولوی غلام علی صاحب کو دکھایا۔ انہوں نے کہا۔ ہم تو پسند نہیں کرتے کہ یہ خط دیں۔ کیونکہ اگر آتھم نشان دیکھ کر بھی انکار کردے تو کیا علاج ہے۔ چوبیس سو روپیہ اور خرچ ہو جائے گا۔ اور اگر اس نے ویسے نہ مانا۔ ظاہری طور پر اسلام لے بھی آئے تو کیا فائدہ۔ اس میں فائدہ کی امید صرف دل پر ہوگی۔ اور نقصان مال ہے۔ ہم پسند نہیں کرتے۔ خیر میں وہ خط عبداللہ آتھم کے پاس معہ دس پندرہ معززین شہر کے لے گیا۔ عبداللہ آتھم نے منظور نہ کیا۔ میں نے آکر مفصل حال حضرت صاحب سے عرض کردیا۔

ایک دفعہ میں حضرت صاحب کے پاؤں دبا رہا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ عالم ارواح کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ عالم ارواح ایک عالم ہے اور ضرور ہے۔ دیکھو ہماری یہ دہلی والی شادی ابھی نہ ہوئی تھی کہ ہم نے خواب میں چھوٹے چھوٹے بچے دیکھے جو کھیلتے تھے اور میری ٹانگوں کو چمٹتے تھے۔ مگر اب دیکھو۔ وہ خواب پورا ہو گیا۔ اور میاں محمود' میاں بشیر' میاں شریف اسی طرح کھیلتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ ان کا وجود عالم ارواح میں تھا۔ تو جبھی مجھے

دکھایا گیا تھا۔ ورنہ کہاں سے نظر آتا۔

ایک دن میں نے عرض کیا۔ حضرت یہ مجذوب لوگ کیسے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ عجیب عجیب باتیں کہتے ہیں اور پوری ہو جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تزکیہ کے لئے انسان اپنی طبیعت پر خاص اثر ڈال کر اور تکلیف کے ساتھ جھوٹ سے پرہیز کرتا ہے۔ کانوں کو برا سننے سے بچاتا ہے۔ حرام نہیں کھاتا۔ اور حرام نہیں پیتا۔ غیبت نہیں کرتا۔ ان افعال شنیعہ سے جب وہ بچتا ہے۔ تو تزکیہ نفس ہو جاتا ہے۔ باقی لوگوں کو تزکیہ کرنا الگ امر ہے۔ اسی طرح مجذوب بلا تکلف افعال شنیعہ سے بچتا ہے۔ اس طرح پر مزکی انسان میں اور ان میں ایک طرح کی نسبت ہوتی ہے۔ اور دونوں سے ایک حالت کے کام سرزد ہوتے ہیں۔ ہاں ایک سالک بڑے بڑے اجروں کا مستحق ہوتا ہے۔ اور مجذوب کسی اجر کا مستحق نہیں نہ وہ کوئی کمال ہے۔ کیونکہ اس کو وہ حالت خود بخود حاصل ہوئی ہے۔ اور اس کی کوشش کا نتیجہ ہے۔

ایک شخص نور احمد نامی کا ذکر براہین احمدیہ میں ایک نشان کے متعلق حضرت صاحب نے کیا ہے۔ وہ شخص امرتسر میں مولوی غلام علی صاحب کے پاس رہا کرتا تھا۔ جو حضرت صاحب کے بڑے مخالف تھے۔ جب براہین احمدیہ شائع ہوئی تو وہ نور احمد والا نشان اس میں لکھا ہوا تھا۔ مولوی غلام علی نے حافظ (نور احمد) کو بلا کر کہا کہ تمہاری نسبت یہ نشان لکھا ہے کیا یہ صحیح ہے۔ یا غلط ہے۔ اس نے انکار کر دیا کہ واقعہ غلط ہے انہوں نے حافظ نور احمد سے دستخط کروا لئے اور کئی لوگوں کو دکھائے۔ اتفاقاً حضرت صاحب بھی امرتسر

تشریف لے گئے میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا آپ نے حامد علی صاحب سے فرمایا۔ یہ پتاشے وہی نور محمد دے گیا ہے۔ پرے رکھ دو۔ ہم استعمال نہ کریں گے۔ اور مجھے فرمایا۔ اگر وہ مل جائے تو اس کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ میں نے اس کو تلاش کیا اور حضرت صاحب کے حضور لایا۔ آپ نے اس سے سوال کیا۔ اس نے کہا میں نے ان کے رعب سے غلط کہہ دیا تھا۔ آپ نے اس کو کہا۔ اچھا اب لکھ دو کہ واقعہ سچا ہے۔ اس نے لکھا عبارت درست نہ تھی۔ حضور نے سارا واقعہ اپنی قلم مبارک سے لکھا۔ اور نیچے لکھا اگر یہ اوپر کی تحریر درست ہے تو تم فی سبیل اللہ دستخط کر دو۔ چنانچہ اس نے دستخط کر دیئے۔ حضور نے وہ پرچہ مجھے دے دیا۔ میں نے وہ پرچہ مولوی غلام علی صاحب کو اور دوسرے لوگوں کو دکھلایا۔ نور محمد کا اعتبار جاتا رہا۔ میں نے کہا۔ خیر اعتبار جاتا رہا تو جاتا رہا۔ مگر حضرت صاحب سے الزام جاتا رہا۔

روایات ۵۹

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سیر کے لئے جا رہے تھے۔ راستہ میں کسی نے ذکر کیا کہ مولوی نورالدین ؓ صاحب کتاب نورالدین لکھ رہے ہیں اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ والے واقعہ کا ذکر ہے۔ انہوں نے آگ کو جنگ کی آگ ثابت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب سے کہدو۔ اور بڑے جوش سے فرمایا کہ

مولوی صاحب کو کہدو۔ یہ بات غلط ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
واقعی آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اور جو کوئی یہ غلط ثابت کرے وہ ہمارے مخالفوں
کو اکسائے کہ وہ بہت سے اکٹھے ہو کر مجھ کو آگ میں ڈال کر دیکھ لیں۔ اگر
آگ مجھ کو چھو جائے تو سمجھ لیں کہ وہ واقعہ غلط تھا۔ یہ فقرہ میرے کانوں میں
گونج رہا ہے۔

ایک دن حضرت صاحب نے فرمایا جبکہ بوجہ زلزلہ کے حضور باغ میں
رہائش فرماتے تھے کہ ہم کو لنگر کے خرچ کے لئے بہت تشویش تھی۔ مہمان
زیادہ آتے ہیں۔ روپیہ کی ضرورت تھی۔ آج ایک شخص آیا۔ پھٹے پرانے
کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ کچھ کہنا چاہا۔ میں نے اس کی طرف توجہ کی تو ایک
پوٹلی میلی سی لیر میں پیش کردی۔ میں نے سمجھا کچھ پیسے ہیں۔ اندر آکر شمار
کیا تو دو صد کے قریب روپیہ تھا۔ فرمایا معلوم ہوتا ہے بے چارے نے اپنا
سارا ہی اندوختہ پیش کردیا۔

ایک دن آپ نے مسجد مبارک میں بیٹھے فرمایا (یعنی حضرت خلیفتہ المسیح
الثانی نے) کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے۔ جو مجھ سے تعلق پیدا نہیں
کرے گا۔ وہ کاٹا جائے گا۔ خواہ وہ بادشاہ ہی ہو۔ اس لئے غیر احمدی قوم کا
چندہ اشاعت اسلام کے لئے ہمیں کس کام کا ہے۔ کیونکہ وہ اشاعت اسلام
کس کام کی جس میں غیر مسیح کا چندہ ہو۔ جب حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ
خواہ بادشاہ ہی ہو۔ وہ بھی بلا تعلق کاٹا جائے گا تو کٹ جانے والوں کے مال
میں کیا برکت ہے۔

روایات ۶۰

(بھائی) عبدالرحیم صاحبؓ

میری بیعت کی وجہ یہ تھی کہ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر میں محبت
الٰہی کی بو آتی تھی۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ کا کلام انشا پردازوں کے تصنع یا
دنیاوی علماء کی بناوٹ سے پاک تھا۔ چنانچہ میں نے صرف ست بچن پڑھ کر
یقین کر لیا کہ اس کتاب کا لکھنے والا ایک دنیادار اور ریاکار انسان نہیں ہو
سکتا بلکہ یہ طرز کلام کسی راستباز کا ہے۔ مجھے تصوف کا شوق تھا۔ میرے
استاد ایک ہندو ویدنتی تھے۔ میں ان سے کیمیائے سعادت پڑھا کرتا تھا۔ ایک
دن پڑھاتے پڑھاتے باوا صاحب نے علم لدنی کی تشریح کرتے ہوئے کہا۔
جس طرح محمدؐ صاحب کو ہو گیا تھا۔ یا جس طرح مرزا صاحب قادیان والے
کو ہے۔ باوا صاحب گو مسلمان نہ تھے۔ لیکن ان کے منہ پر محمد صلعم کے
ساتھ ہی حضرت مرزا صاحب کا نام آجانا میرے لئے بڑی تحریک کا موجب
ہوا۔ اور آخر قادیان آکر بعد تحقیق حق ثابت ہوا۔

جس زمانے میں میں پہلی دفعہ یہاں قادیان آیا میں نے دیکھا کہ حضرت
صاحب تمام مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ اور بعد مغرب
چھوٹی مسجد کے اوپر دربار ہوتا تھا جس میں عجیب عجیب نکات معرفت بیان
فرماتے تھے اور عشاء تک حضور باہر رہتے۔ مجھے پہلی مرتبہ یہ دیکھ کر تعجب
ہوا تھا کہ آپ وکلاء کو کسی مقدمہ کی پیروی کے متعلق ہدایات فرما رہے
تھے۔ میرا یہ تعجب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھ کر اور آپؐ
کے مسجد کے اندر صحابہ کو جنگ اور دیگر ہدایات کے دینے سے رفع ہوا۔

لباس :- حضرت اقدس عموماً لباس میں صفائی کے ساتھ سادگی کو پسند فرماتے تھے۔ مزاج میں تکلف نہ تھا۔ اگر رومال ملنے میں دیر ہوتی۔ تو پگڑی کے شملہ سے ہی منہ پونچھ لیا کرتے تھے۔ پگڑی کے اندر ٹوپی ہمیشہ رکھا کرتے تھے۔ پگڑی سفید ہوتی تھی۔ کپڑوں کے متعلق کوئی خاص طرز نہ تھی۔ میں نے اپنی بیوی سے سنا ہے کہ حضرت ام المومنین جیسے کپڑے نکال کردے دیتیں وہی پہن لیتے تھے۔ البتہ ایک موقعہ پر جبکہ امریکہ سے ایک امریکن مرد اور عورت آپ کی زیارت کو آئے تو حضور نے خاص اہتمام سے لمبی قبا پہنی اور کمر پر پٹکا باندھا۔ جوتہ کے متعلق بھی سادگی مد نظر تھی۔ عموماً جوتے کی ایڑی بیٹھی رہتی تھی۔ جوتا دیسی ہی پہنتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی دوست نے انگریزی جوتا لاکر پیش کر دیا۔ آپ نے دایاں بایاں پاؤں پہچاننے کے لئے نشان کرلئے۔ لیکن دیر نہ ہونے پائی تھی کہ آپ نے اس کا پہننا ترک کردیا۔ اور فرمایا۔ اس کے پہننے میں وقت خرچ ہوتا ہے۔ ہمیں ان تکلفات سے کیا غرض۔ ہمارا وقت قیمتی ہے۔ اس طرح انگریزی جوتہ کا پہننا ترک کردیا۔ اور وہی سادہ دیسی جوتہ پہنتے رہے۔

حضور کو خوشبو کا شوق تھا۔ اور کپڑوں کو ہمیشہ خوشبو لگی رہتی تھی گرم کپڑے آپ ہمیشہ پہنتے تھے۔ کبھی کبھی پوستین بھی پہنا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی دوست نے گھڑی پیش کی۔ آپ نے اس کو رومال میں لپیٹ کر جیب میں ڈال لیا اور فرمایا۔ یہ خدا نے ہمارے لئے بنائی ہے تاکہ نماز کا وقت علوم کریں اور ہر قسم کے موسم میں معلوم ہو جایا کرے۔ حضرت صاحب

کو خوراک میں سادگی مد نظر تھی۔ آپ گڑ کے پکے چاول زیادہ خوشی سے کھایا کرتے تھے۔ اور ساگ کو بھی پسند فرماتے تھے۔ میری بیوی نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ کوئی دیہاتی عورت ساگ لائی ام المومنین نے ناپسند فرمایا۔ لیکن حضرت صاحب نے فرمایا۔ آپ رکھ لیجئے۔ پکوایئے ہم کھائیں گے۔ اس سے دو نتیجے نکلتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضور نے اس کی دل شکنی پسند نہ فرمائی۔ دوسرے ثابت ہوا کہ حضور ساگ بھی پسند فرماتے تھے۔

روایات ۶۱

حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ

ایک دن کسی نے ایمان کی نسبت سوال کیا۔ آپ نے فرمایا ایمان دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک موٹا ایک باریک

(۱) موٹا ایمان وہ ہے کہ نبی کی شریعت کی پیروی کی جاوے۔

(۲) باریک ایمان وہ ہے کہ دلق پہنکر نبی یا پیر کے ساتھ طرح طرح کی صعوبتیں اس کے ساتھ اٹھائے اور ہر عسر یسر میں ساتھ دے۔ یہ باریک ایمان ہے۔

ایک دن فرمایا لوگ دعا کے لئے کہتے ہیں۔ منشی صاحب دعا دراصل دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو عام دعا ہے۔ لوگ کہتے ہیں ہم کرتے ہیں۔ بلکہ بوجہ ہمدردی ہم سب کے لئے دعا کرتے ہیں۔ دوسری دعا وہ ہے جو خاص ہے۔ وہ دعا جب تک نہیں ہوتی جب تک کوئی شخص ہمارے دل میں درد

پیدا نہ کرے۔ پھر خاص دعا ہوتی ہے۔ میں جب خاص دعا کرتا ہوں
خداوند تعالیٰ کی عادت ہے کہ مجھے اس کے متعلق جواب دے دیتا ہے۔ مگر
دیکھو جب میں اپنی بیماری کے متعلق دعا کرتا ہوں۔ کوئی جواب نہیں ملتا۔
کیوں نہیں ملتا۔ آنحضرتؐ کی زبان سے جو نکلا تھا۔ مسیح دو چادروں میں
آئے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولؐ کی زبان کا اس قدر پاس ہے کہ
میری بیماری کے متعلق جواب نہیں ملتا۔

ایک دن فرمایا۔ خواب اور رؤیا میں انسان اگر کچھ عذاب یا تکلیف
اپنے تئیں دیکھے تو وہ عذاب دعا صدقہ سے ٹل جاتا ہے آپ نے ایک مثال
بتائی۔ ایک شخص سفر کی تیاری کر کے اپنے پیر کے پاس گیا اور اجازت
چاہی۔ انہوں نے کہا۔ اس سفر میں تم مارے جاؤ گے یہ سفر نامبارک ہے سفر
نہ کرنا وہ چلا گیا۔ چونکہ وہ تیاری کر چکا تھا۔ اس لئے بار بار دل میں سفر کی
اٹھی۔ آخر ایک اور باخدا کامل انسان اس جگہ تھا۔ وہ اس کے پاس گیا۔
اور کہا سفر کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اجازت دیں اور دعا کریں اور فرمادیں تو میں
سفر کروں۔ انہوں نے فرمایا ہاں جاؤ خدا مبارک کرے گا۔ انشاء اللہ فائدہ
ہوگا۔ غرض وہ سفر کو چلا گیا۔ ایک دن ایک جگہ نہانے لگا۔ ہزار روپیہ کی
تھیلی جو پاس تھی۔ کھول کر رکھ دی بھول گیا اور چلا گیا۔ رات کو جہاں پہنچا
وہاں سو رہا۔ خواب میں دیکھا ایک شخص قتل کے ارادہ سے آیا ہے اور
تلوار ماری جب تلوار لگی۔ اس کی چیخ نکل گئی۔ آنکھ کھل گئی۔ اٹھا تو [illegible]
ادھر ادھر کچھ نہ پایا۔ بدن کو جو ہاتھ لگا۔ کمر پر تھیلی نہ پائی۔ یاد آیا تو بھاگا
جہاں نہایا تھا۔ وہاں آ کر دیکھا تھیلی موجود پائی اور اٹھا کر چلا گیا۔ سودا خریدا

اور بیچا۔ بڑا نفع ہوا۔ واپس آیا تو تحائف لایا۔ دل میں سوچا پہلے پیر کے پاس
لے جاؤں یا اس شخص کے پاس۔ سوچ سوچ کر پیر کے پاس لے گیا۔ آخر
جب سامنے گیا۔ پیر نے کہا۔ بھاگ جا۔ اس شخص کے پاس تحفہ لے جا جس
نے ستر بار تیرے لئے دعا کی اور اس کو بلا کو جو واقع ہونے والی تھی خواب
میں دکھلوا کر ٹلوا دیا۔

ایک دفعہ مجھے ترقی سررشتہ داری کے عہدہ کا خیال آیا۔ میں یہاں آیا
ہوا تھا۔ میں نے چاہا اگر خدا ترقی دے تو دینی خدمات کی بھی ترقی ہو۔ میں
نے حضرت صاحب سے عرض کی کہ میں نے اپنی خدمات میں کچھ زیادتی کرنی
چاہی ہے۔ حضور سے اظہار عرض کیا ہے کہ ایسا نہ ہو دل خیانت کرے۔
آپ نے فرمایا۔ آپ اپنی طرف سے عہد کرلیں خداوند تعالیٰ خود پورا کرے
گا۔ چنانچہ میں نے اپنے دوستوں سے ذکر کر دیا کہ ترقی ہو جائے گی۔ باوجود
بہت سے اسباب مخالف پیدا ہونے کے اور مخالفتوں کے خداوند تعالیٰ نے
تمام روکوں کو دور کر دیا۔ اور ترقی دے دی۔

روایات ۶۲

عبداللہ خان (دیوان چند) ولد چنت رائے گجرات

کوئی شخص بوڑے خان صاحب ڈاکٹر کو ازالہ اوہام بغرض تبلیغ دے
گیا۔ انہوں نے مجھ سے پڑھوائی اور سنی۔ اس کے بعد جنگ مقدس کتاب
مل گئی۔ وہ بھی میں نے ڈاکٹر صاحب کو سنائی۔ اس طرح پر مجھے حضرت مسیح
موعود (علیہ الصلوۃ والسلام) کا پتہ چل گیا۔ میری طبیعت اسلام کی طرف

راغب ہوئی۔ قرآن پڑھنا شروع کردیا۔ درپردہ قرآن مجید پڑھا۔ اور نماز میں دعا کی عادت ہوگئی۔ مگر اسلام نہ لایا تھا۔ نہ دل مطمئن تھا۔ ایک پادری کو خبر ہوگئی وہ آیا اور مجھے عیسائیت کی طرف راغب کرنا چاہا۔ چونکہ مجھے ازالہ اوہام کا مضمون یاد تھا۔ جنگ مقدس کو بھی میں نے دیکھا۔ اس لئے پادری کو جوابوں میں میں نے چلنے نہ دیا۔ وہ مجبور ہوگیا۔ اور آخر میں نے کہا۔ اس عبداللہ آتھم والی پیشگوئی کا انتظار ہے۔ اگر پوری ہوئی۔ اسلام لے آؤں گا۔ پادری نے کہا۔ اگر پوری نہ ہوئی میں نے کہا عیسائی تو ہوتا نہیں پھر ہندو ہی رہوں گا۔ آخر جب وہ تاریخ گزر گئی آتھم نہ مرا۔ وہ پادری کئی پادریوں کو لیکر میرے پاس آیا۔ کہ اب اسلام کے خیال کو چھوڑ کر عیسائی ہو جاؤ۔ اور تار آگئی کہ عبداللہ آتھم زندہ ہے۔ میں نے ان سے جواب سوال کئے۔ میں نے کہا اگر آتھم کا بچنا صداقت کا معیار ہے۔ یہ ممکن ہے آتھم نے توبہ کرلی ہو۔ یہ ثابت کرو اس نے توبہ نہیں کی۔ دوسرے تمہاری کتاب تو تمہیں ملزم کرتی ہے۔ دیکھو انجیل میں فرعون اور موسیٰؑ کا ذکر جہاں دریا کو موسیٰؑ نے کہا ٹھہر وہ نہ ٹھہرا۔ مگر فرعون نے جب کہا ٹھہر۔ وہ ٹھہر گیا۔ بتاؤ موسیٰؑ سچا تھا یا فرعون۔ لیکن سچا تو موسیٰؑ تھا۔ مرزا صاحب کی صداقت غالب ہے مگر میرے دل میں شک تھا آخر میں نے اس کے ساتھ شرط لگائی کہ عبداللہ آتھم کے پاس چلو۔ اگر وہ قسم کھالے کہ اس نے توبہ نہیں کی تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ ورنہ میں اور تم دونوں مسلمان ہو جائیں گے۔ پہلے تو اس پادری نے اقرار کرلیا۔ مگر پھر چلنے کے وقت جب میں نے رخصت لے لی۔ اس نے انکار کردیا۔

رات کو میں نے گھبرا کر دعا کی اور بہت دعا کی کہ خداوند تبارک تعالیٰ کس مذہب سے خوش ہے تاکہ میں وہ راہ اختیار کروں۔ دعا کرتے کرتے نیند کا غلبہ ہوگیا اور میں سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ میں قادیان میں ہوں اور ہندو بازار کے چاہ کے پاس کھڑا ہوں۔ سامنے مسجد اقصیٰ کا دروازہ نظر پڑتا ہے۔ وہاں ایک وجیہ حسین انسان لمبے قد کا کھڑا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ مرزا صاحب کہاں ہیں۔ اس نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ میں چل پڑا۔ چھتہ کے نیچے سے ہو کر اس دروازہ سے جو مرزا نظام الدین کے مکان کو جاتا ہے داخل ہوگیا۔ آگے جا کر کیا دیکھتا ہوں کچھ آدمی چارپائیوں پر بیٹھے ہیں کچھ نیچے بیٹھے چرس پی رہے ہیں۔ میں نے دیکھ کر لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ کہا۔ وہاں سے جلد ہی میں بڑے دروازے کی طرف نکلا۔ باہر کھڑا ہو کر کسی سے پوچھا کہ مرزا صاحب کہاں ہیں۔ اس نے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔ (اس وقت وہ ہی حصہ مسجد مبارک کا بنا ہوا تھا جو پہلے تھا) وہاں سے چوبارہ نظر آیا (جس میں آجکل غلام قادر رہتا ہے) میں زینہ پر چڑھنے لگا۔ نصف کے قریب گیا تھا کہ ایک آدمی نے پیچھے سے پکڑ لیا۔

روایات ۶۳۔

حضرت سید فضل شاہ صاحبؓ

ایک دفعہ میں نے التجا کی کہ حضور مجھے اپنی حالت پر بڑے تفکرات ہوتے ہیں۔ کہ میری دعا بھی قبول ہوتی ہے یا نہیں۔ فرمایا نہیں شاہ صاحب خدا تعالیٰ ایسا چڑ چڑا نہیں کہ ایک دفعہ غلطی ہو جائے۔ پھر وہ انسان کے پیچھے

پڑ جائے۔ اور معاف ہی نہ کرے۔ بلکہ انسان ایک ہفتہ میں اپنے خدا کو راضی کر سکتا ہے۔

ایک دفعہ میں نے دوپہر کو کشفی حالت میں یا خواب میں دیکھا۔ کہ نہایت فربہ اور کھپت رنگ کا گھوڑا ہے اور اس کا پیشاب بند ہے۔ اور پیٹ پھولا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گر کر مرجائے گا۔ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ کو دیکھتا ہوں کہ وہ بھی میرے پاس کھڑے ہیں۔ مگر اس کے علاج کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور مجھے ان کی طرف دیکھ کر نہایت پریشانی ہوتی ہے کہ یہ حکیم ہیں کیوں متوجہ ہو کر علاج نہیں کرتے۔ ان کو چاہئے کہ خوب متوجہ ہو کر علاج کریں۔ اور جس وقت وہ گھوڑا گرتا معلوم ہوا۔ مجھے سخت گھبراہٹ ہوئی۔ اور اس گھبراہٹ میں میں بیدار ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے پاس دالان میں پہنچا۔ کیونکہ ان دنوں میں بیت الفکر میں بحکم حضرت صاحب رہا کرتا تھا۔ میں نے دستک دی۔ حضورؑ نے بلایا۔ میں حضور کی خدمت میں بیٹھ گیا اور اپنا سارا کشف یا خواب بیان کیا اور پوچھا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ جس وقت میں نے سارا کشف یا خواب بیان کیا آپ نے فوراً حکم دیا میرا چوغہ لاؤ۔ سوٹی لاؤ۔ میں نے الٹا کر چوغہ پہنایا اور سوٹی پیش کر دی۔ فرمایا یہ کشف محمد اکبر ٹھیکیدار کی نسبت ہے اور آؤ چلو۔ میں اور حضرت صاحب زنانہ ڈیوڑھی کے راستہ سے باہر آئے۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے شفاخانہ کے دروازہ پر آکر ٹھہرے اور مولوی صاحب کو آواز دی۔ مولوی صاحب ننگے سر بیٹھے تھے۔ آواز دینے پر ننگے سر ہی دوڑے جوتا بھی حضرت تک پہنچنے

تک بمشکل پہنا۔ اور دوپٹہ تو حضرت صاحب کے پاس آکر جلدی جلدی باندھا۔ حضرت صاحب نے مولوی صاحب کو بڑے زور سے سمجھانا شروع کیا کہ دیکھو شاہ صاحب نے ایسا خواب یا کشف دیکھا ہے اور یہ محمد اکبر کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے اس کے علاج کی طرف سے توجہ چھوڑ دی ہے۔ حکیم کو چاہئے۔ جب تک مریض زندہ ہو۔ مایوس اور ناامید ہو کر توجہ نہ چھوڑے۔ اور اسی طرح سمجھاتے ہوئے بہمراہی مولوی صاحب و دیگر حاضرین کے حضور محمد اکبر کے مکان کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں جاکر دیکھا کہ واقعی اس کا پیٹ بہت پھولا ہوا ہے اور پیشاب بند ہے۔ حضور نے فرمایا اگر ایسا مریض بائیس دن بھی بیمار رہے تو وہ مرتا نہیں اچھا ہو جاتا ہے۔ پھر حضور نے فی الفور یا ور دیگیں منگا کر پانی گرم کرایا اور اس میں اس کو بٹھایا اور علاج شروع کر دیا۔ حضرت حکیم صاحب خاموش کھڑے رہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کبھی اس کے سرہانے کبھی پائینتی جاتے تھے۔ تقریباً بیس دفعہ حضور نے چکر لگائے ہوں گے۔ اور جو جو علاج حضور فرماتے تھے۔ بعض لوگ چپکے سے حکیم صاحب کو بتاتے تھے کہ یہ نقصان کا باعث ہو گا۔ مگر حکیم صاحب یہی جواب دیتے کہ آپ خود عرض کر لیں میں اس وقت حضور کے سامنے بول نہیں سکتا۔ تقریباً حضور آدھا گھنٹہ علاج کرتے رہے۔ اور اس عرصہ میں محمد اکبر کو پیشاب بھی آگیا۔ میں نے محمد اکبر کو یہ کہتے سنا کہ حضرت صاحب نے جو بائیس دن کا ذکر کیا ہے مجھے امید ہے کہ یہ مرض بائیس دن میں جائے گا۔

چنانچہ حضرت صاحب واپس گھر کو تشریف لے آئے۔ اور محمد اکبر کو

بیس بائیس دن میں آرام آگیا۔

ایک دفعہ میں اور حضرت صاحب لدھیانہ سڑک پر سیر کر رہے تھے۔ میں نے ایک شعر پڑھا

کیمیا و سیمیا و زیمیا
کس نداند خبرذات اولیاء

اور کہا کہ سنا ہے کہ اولیاء کے بغیر کیمیا نہیں آتی۔ حضور تو کامل ولی ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ مجھے تو حضور کی ولایت میں کوئی شک نہیں۔ اگر حضور مجھے کیمیا بتلادیں تو یہی کام کرلیا کروں کیونکہ میں ایک نکما ناکارہ آدمی ہوں۔ محنت کش نہیں ہوں۔ اگر یہی ہو جائے تو اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو شاہ صاحب ہمارا طریق منہاج نبوت پر ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ خداوند سے میں یہ چاہتا ہوں کہ جو دن کو مانگوں وہ رات کو کھا لوں اور جو رات کو مانگوں وہ دن کو کھالوں۔

جب عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کی میعاد پوری ہونے کو تھی۔ بہت سے لوگ باہر سے اور گردونواح سے آتے تھے۔ اور چونکہ میعاد میں صرف دو تین دن رہتے تھے۔ اس لئے ہر ایک آدمی کو گھبراہٹ تھی اور یہی خیال تھا کہ تاریخ کے ختم تک وہ ضرور مرجائے گا۔ میں ان دنوں بیت الفکر میں رہا کرتا تھا۔ حضرت صاحب اور میں مسجد کی چھت پر بیٹھے تھے۔ اور آپ مجھ سے ہر ایک مرید کی حالت گھبراہٹ وغیرہ پوچھتے تھے۔ چونکہ دوست مجھ سے باتیں کرتے رہتے تھے۔ میں اپنی واقفیت کے مطابق ہر ایک کا حال حضرت صاحب کو بتا دیتا تھا۔ جب وہ حالات جو مجھے معلوم تھے۔ حضرت صاحب کو

بتلا دیئے۔ فرمایا شاہ صاحب اب اپنا حال بتاؤ۔ کہ تمہاری کیا حالت ہے۔ میں نے عرض کیا حضور گھبراہٹ تو مجھے بھی بہت ہے مگر جو کچھ مجھے حضور کی صحبت سے حاصل ہوا ہے اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے اور کسی جگہ سچائی اور لطف ہمیں نظر نہیں آتا جس کے لئے مجھے تشفی بہت ہے۔ خواہ پیشگوئی پوری ہو یا نہ ہو۔

ان دنوں حضرت صاحب عام دوستوں سے خوابوں کے متعلق دریافت کرتے تھے اور خواب سنتے تھے۔ مجھے فرمایا کہ شاہ صاحب آپ بھی تو اس معاملہ میں دعا کرتے رہے ہیں۔ آپ نے بھی کوئی خواب دیکھی ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں حضور دیکھی ہے۔ فرمایا سناؤ۔ چنانچہ میں نے اپنا خواب سنایا جو یہ ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میں اور حضرت صاحب مسجد مبارک کی چھت پر کھڑے ہیں۔ اور میرے پاس ایک دونالی بندوق بھری ہوئی ہے۔ حضرت صاحب سامنے کی طرف نظر فرماتے ہیں۔ اور میں بھی سامنے ان مکانوں کی طرف جو ڈھاب کے پاس ہیں دیکھتا ہوں۔ وہاں ایک جنگل (بیلا) نظر آتا ہے۔ اور اس میں پنڈ کے بیڑے یعنی کانے ہیں۔ اور ایک بیڑے میں سؤر چھپا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو گولی مارو۔ چنانچہ میں نے گولی ماری۔ لیکن سؤر تڑپ کر باہر نہیں نکلا۔ آپ نے فرمایا اور چلاؤ۔ چنانچہ دوسری گولی بھی چلائی۔ وہ بھی اسی طرح رہی۔ آپ نے فرمایا۔ تیسری چلاؤ۔ چنانچہ تیسری یا چوتھی گولی لگنے پر وہ تڑپ کر باہر نکلا۔ اور گر کر مرگیا۔ جس وقت خواب بیان کر چکا فرمایا غالباً ایسا ہی ہوگا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں بیت الفکر میں رہا کرتا تھا۔ عصر کے وقت

سردار فضل حق صاحب میرے پاس آئے اور کہا۔ آؤ شاہ صاحب باہر سیر
اور شکار کر آئیں۔ میں نے انکار کیا کہ شاید حضرت صاحب یاد فرمالیں اور
میں حاضر نہ ہوں۔ انہوں نے کہا۔ یار تجھے ہی حضرت صاحب یاد کریں
گے۔ بہت خصوصیت نہ جتا۔ آ چلیں۔ چنانچہ ان کے اس کہنے پر ان کے
ساتھ چلا گیا۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ سیر کرکے جب واپس آئے تو مجھے معلوم
ہوا کہ حضرت صاحب نے دادی صاحبہ (ایک خادمہ تھیں) کی معرفت
تلاش کروایا۔ پہلے دادی صاحب کو کہا کہ بیت الفکر سے شاہ صاحب کو بلاؤ۔
میں وہاں نہ ملا تو فرمایا وہ جاتے کہیں نہیں مولوی صاحب کے شفاخانہ میں
ہوں گے۔ اس نے دیکھ کر بتایا۔ وہاں بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ
میں دیکھ۔ چنانچہ اس نے دیکھ کر بتایا نہیں۔ خیر جب مجھے معلوم ہوا۔ میں
ندامت سے بھرا ہوا (حضور کی خدمت میں پہنچا اور دستک دی۔ حضور نے
دروازہ کھولا۔ حاضر ہوا۔ فرمانے لگے ایسے موقعہ پر شاہ صاحب ہمارے
پاس سے کبھی غیر حاضر نہ ہوا کریں۔ کیونکہ ایسے سردرد کے دورہ میں اکثر
مجھے الہامات بہت ہوتے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ جو ہمارے پاس زیادہ
رہنے والے ہیں ان کے لئے بھی تشفی کے الہامات ہوں۔ آپ کبھی ایسے
موقعہ پر غیر حاضر نہ ہوا کریں۔ اگر کہیں جانا ہو تو اجازت لے کر جایا کریں۔

ایک دفعہ حضور کے دانت میں سخت درد ہوتا تھا۔ میں پاس تھا آپ کبھی
کسی صندوق سے دوائی مجھ سے نکلواتے اور پھنبہ میں لگوا کر دانت میں
رکھتے۔ کبھی کوئی شیشی منگواتے تھے۔ یہ حالت تقریباً ایک گھنٹہ رہی۔ اسی
حالت کے درمیان حضور کو تقریباً تین چار بار الہام ہوا اور ہر دفعہ جب الہام

ہوتا۔ حضور مجھے فرماتے تھے۔ کہ دیکھو شاہ صاحب الہام ہوا ہے کہ ہم دیر
تک نہ پکڑیں گئے۔ (یعنی درد دیر تک نہ رہے گا) اور یہی الہام تین چار دفعہ
اس عرصہ میں ہوا۔

ایک دن چوبارہ کے صحن میں میں اور حضرت مسیح موعودؑ بیٹھے تھے۔ اور
بادام آگے رکھے تھے (شاید وہ بادام نیچے سے آئے تھے یا حضورؑ اندر سے
لائے تھے)۔ آپ نے فرمایا۔ شاہ صاحب ان باداموں کو توڑو اور حضور کبھی
کبھی ان باداموں کو خود بھی توڑتے تھے۔ میں بادام توڑ رہا تھا کہ اتنے میں
حضرت میاں بشیر الدین جن کی عمر اس وقت چار یا پانچ سال کی ہوگی۔ آئے
اور سب بادام اٹھا کر جھولی میں ڈال لئے۔ میں لیتا تھا۔ اور میاں بشیر الدین
نہیں دیتے تھے۔ میں چھینتا تھا مگر میاں الٹا کر پھر جھولی میں ڈال لیتے تھے۔ جب
حضرت اقدسؑ نے توجہ فرمائی تو فرمانے لگے۔ دیکھو شاہ صاحب میں آپ
سے دیتا ہوں۔ اور میاں سے فرمانے لگے۔ کہ یہ میاں بہت اچھا ہے۔ یہ
زیادہ نہیں لے گا۔ صرف ایک یا دو لے گا۔ باقی سب ڈال دے گا۔ جب
حضرت صاحب نے یہ فرمایا۔ میاں نے جھٹ سب بادام جھولی سے میرے
آگے رکھ دیئے۔ اور صرف ایک یا دو بادام لے کر چلے گئے۔

ایک دفعہ میرے بھائی ناصر شاہ صاحب کا تبادلہ گلگت ہوگیا۔ وہ وہاں جانا
نہ چاہتے تھے۔ انگریز کا حکم تھا اور اس حکم کی منسوخی کی کوئی صورت نظر نہ
آتی تھی۔ انہوں نے جھٹ تین ماہ کی رخصت لی۔ اور قادیان چلے آئے۔
کہ چلتا ہوں۔ حضرت سے دعا کراؤں گا۔ کیونکہ سب انگریز آفیسر خدا کے
ہاتھ میں ہیں۔ قادیان آکر حضرت صاحب سے عرض کی۔ فرمایا اچھی بات

ہے۔ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا جموں۔ آپ نے فرمایا۔ جب آپ کے جانے میں پندرہ دن رہیں۔ مجھے یاد کرانا۔ انہوں نے کہا بہت بہتر۔ چنانچہ جب پندرہ دن رہے۔ یاد کرایا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ چند دن ہی گزرے یعنی ہفتہ پورا ہونے کو نہ آیا تھا کہ جموں سے خط آیا (ایک کلرک کا تھا) کہ آپ کا تبادلہ جموں کا ہو گیا ہے۔ صاحب نے خود بخود دفتر میں آکر حکم لکھ دیا ہے۔ مگر حکم دفتر سے باہر نہیں نکلا۔ میں نے آپ کو اطلاع دے دی ہے۔ جب وہ خط ناصر شاہ صاحب کو ملا۔ وہ خط انہوں نے فوراً حضرت صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ خط کو دیکھتے ہی حضرت صاحب فوراً مسجد میں تشریف لائے۔ ناصر شاہ صاحب وہاں کھڑے تھے۔ حضرت صاحب بڑے خوش ہوئے کہ خدا تعالیٰ نے دعا قبول کر لی ہے۔ چنانچہ حضور نے فوراً سجدہ شکر ادا کیا۔ اور پھر ناصر شاہ صاحب نے بھی سجدہ شکر ادا کیا۔ جب رخصت پوری ہونے کو آئی۔ شاہ صاحب نے عرض کیا۔ حضور کشمیر اصلی جگہ جاؤں گا۔ پھر وہاں سے گلگت' وہاں سے جموں' اس طرح تکلیف ہو گی۔ حضور دعا کریں اور مجھے مناسب مشورہ دیں کہ کہاں جاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ سیدھے ملتان چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ ملتان پہنچے۔ کلرکوں سے ملے۔ انہوں نے کہا۔ تبادلہ تو ہو گیا ہے مگر حکم جاری نہیں ہوا۔ آپ صاحب سے کچہری کے وقت سے بغیر مل لیں۔ جب وہ صاحب کو ملے۔ اس وقت وہاں ایک کلرک موجود تھا۔ اس نے صاحب سے کہا کہ شاہ صاحب کی رخصت پوری ہو گئی ہے۔ اور یہ اتفاقیہ یہاں آئے ہیں۔ اگر حضور یہاں ہی ان کو روک لیں تو بہت سا سفر خرچ بچ رہے گا۔ صاحب نے فرمایا خوب ہے۔

ابھی حکم لکھ کر ان کو روک لو۔ چنانچہ وہ بحکم صاحب وہاں ہی رہ گئے اور تار دے کر مجھے اور بال بچوں کو کشمیر سے جموں بلا لیا۔

ایک دفعہ میاں عبداللہ صاحب سنوری آئے ہوئے تھے۔ جب حضرت مسیح موعودؑ باہر تشریف لائے تو میں دیکھتا تھا کہ جب حضرت صاحب کسی بات میں مشغول ہیں خواہ کیسے ہی معزز آدمی سے بات کرتے ہوں مگر اگر عبداللہ صاحب بول پڑتے تو حضرت صاحب فوراً عبداللہ صاحب کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ مجھے اس بات سے رشک پیدا ہوا کہ حضرت صاحب کو میاں عبداللہ صاحب سنوری سے زیادہ تعلق ہے۔ جس کی وجہ سے زیادہ متوجہ ہوتے ہیں۔ جب بھی یہ بات کرتے ہیں۔ تبھی حضور متوجہ ہو جاتے ہیں۔ دل میں یہ خیال اکثر دفعہ آتا تھا۔ اتنے میں ہی حضرت صاحب میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ آپ ان کو جانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں حضور جانتا ہوں۔ یہ بھائی عبداللہ صاحب سنوری ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا آپ نے یہ مصرعہ سنا ہے کہ "قدیمان خود را بیفزائی قدر۔" یہ آپ سے بھی قدیمی ہیں۔ جب کوئی بھی ہمارے پاس نہیں آتا تھا۔ تب بھی یہ ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔

جب میں حضور کے پاس ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اکثر حضرت میاں شریف احمدؓ حضرت صاحب کے پاس آ جاتے۔ یا تو کچھ مانگنے لگتے۔ یا کاغذوں چیزوں کو ادھر ادھر کرنے لگ جاتے۔ آخر......... حضرت صاحب فرماتے ہم تم کو ابھی پکڑ کر استاد کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ تو فی الفور میاں بھاگ جاتے......... حضرت صاحب دیکھ کر مسکراتے اور دروازہ بند کر

لیتے۔

یہ میں نے بارہا دیکھا کہ جب کبھی حضرت میاں محمود احمد صاحب سامنے آتے اور اس وقت جب آپ بالکل بچے تھے اور کسی کی گود میں سوتے تھے......... میں نے حضرت صاحب کا یہ دستور دیکھا کہ جب ان کو کوئی لاتا۔ یا خود آتے۔ حضرت صاحب ان کو السلام علیکم فرمایا کرتے۔ یہ طرز میں نے کسی دوسرے بچے کے ساتھ نہیں دیکھا۔ اور یہ حالت یہاں تک تھی کہ اگر میاں صاحب کہیں باہر ہی نظر آجائیں۔ غرض کہیں بھی حضرت صاحب کی نظر پڑ جائیں۔ السلام علیکم فرماتے خواہ آپ تھوڑی ہی دیر میں کئی کئی بار آویں۔ اگر گول کمرہ میں ہوتے اور میاں محمود احمد صاحب کوچہ میں ہوتے، اور حضرت صاحب کی نظر پڑ جاتی۔ حضور وہاں ہی السلام علیکم فرماتے۔

جب عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کی مدت پوری ہوگئی اور وہ نہ مرا۔ حضور کو اطلاع آگئی۔ صبح کے وقت حضور نے اول وقت نماز فجر ادا کی۔ اور اس کے بعد چارپائی پر لیٹ گئے۔ میں پاؤں دباتا تھا۔ حضور کو کئی بار یہ الہام ہوا۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی۔ اور جب یہ الہام ہوتا حضور فرماتے اب پھر وہی الہام ہوا ہے۔ غرض کئی بار تھوڑے عرصہ میں یہ الہام ہوا۔

ایک دن حضرت صاحب نے فرمایا۔ جس دن میں نے فتح اسلام کا مسودہ لکھنا شروع کیا۔ چند سطور ہی لکھی تھیں کہ باہر سے میاں محمود آگئے۔ میرا خیال دوسری طرف تھا۔ میاں محمود نے جھٹ جھٹ قلم اٹھا کر اس کاغذ پر لکیریں کھینچ دیں۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ خدائے عزوجل نے اس

کتاب پر دستخط فرمادیئے۔

روایات ۶۴۔

خلیفہ نورالدین صاحب ساکن جموں

میری آنکھیں دکھتی تھیں قریباً سات سال کا عرصہ اسی طرح گزر گیا۔ آنکھیں راضی ہونے میں نہ آتی تھیں۔ حکیموں ڈاکٹروں کے بہت علاج کئے گئے۔ میں قادیان آیا۔ خلیفہ رشیدالدین صاحب نے دیکھ کر کہا۔ اب یہ لاعلاج ہوگئی ہیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ نے فرمایا کہ واقعی اب آنکھیں راضی ہونے کے قابل نہیں۔ اس کے لئے مجھ کو بڑی تشویش ہوئی۔ آپؑ سے میں اجازت روانگی لے چکا تھا۔ میں نے پھر عریضہ لکھا کہ میری آنکھوں کی نسبت حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب نے یہ کہا ہے۔ آپ فوراً باہر تشریف لائے اور آکر آنکھوں کو خود دیکھا اور سارا حال پوچھا۔ پھر فرمایا۔ اگر تم کچھ تبدیلی کرو تو میں دعا کروں گا۔ آپ تین دن ٹھہریں۔ میں نے کہا کیوں نہ ٹھہروں گا۔ فرمایا تہجد میں خوب دعا کیا کرو۔ میں بھی دعا کروں گا۔ تین دن کے بعد آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ شمس الدین صاحب سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور بھی یہاں آئے ہوئے تھے۔ وہ اور میں اکٹھے روانہ ہوئے۔ انہوں نے مجھے امرتسر ٹھہرالیا اور کہا مجھے ایک ڈاکٹر صاحب سے ملنا ہے۔ مل کر چلیں گے۔ میں ٹھہر گیا۔ جب وہ ڈاکٹر صاحب سے ملے۔ بعد فراغت گفتگو، میں نے بھی آنکھیں دکھائیں۔ انہوں نے کہا۔ ماہ ڈیڑھ ماہ رہو۔ پھر بتاؤں گا۔ آنکھیں

اچھی ہوں گی یا نہیں۔ میں نے کہا ٹھہر تو نہیں سکتا۔ اگر کوئی دوائی دے سکتے ہیں تو دے دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک مرہم بنا کر دے دی۔ میں نے لے لی اور تین دن استعمال کیا۔ بفضل خدا چوتھے دن بالکل آرام ہو گیا۔ یہ سب حضور کی دعا کا نتیجہ تھا اور میری آنکھیں بفضل خدا اب تک اچھی ہیں۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ تو مالیر کوٹلہ گئے ہوئے تھے۔ میں ۳۳ دن تک حضرت صاحب کے پاس رہا۔ کوئی مہمان میرے سوا آپ کے ساتھ کھانا کھانے والا نہ تھا۔ صرف حامد علی ہوتا تھا۔ آپ دوپہر کو اوپر بالا خانے میں بلا لیا کرتے تھے۔ اور دو دو گھنٹے وہاں بیٹھتے۔ وہیں کھانے کھاتے اور چائے کی چاء دانی بھی بھر کر رکھ لیتے۔ اور ہنس کر فرماتے یا تم نے اس کو پینا ہے یا میں نے پینا ہے۔ بعض اوقات تھوڑا سا گڑ لا کر ڈال دیتے۔ اور جب میں پوچھتا حضرت گڑ کیوں ڈالا ہے۔ فرماتے ہیں یہ اچھا ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ پھر مصری نہ ڈالی جایا کرے۔ آپ فرماتے نہیں نہیں۔ یہ اور بات ہے۔

آپ کی عادت تھی۔ جب میں کچھ دن آکر ٹھہرتا۔ اور جب جانا چاہتا۔ تو پہلی دفعہ کبھی اجازت نہ دیتے۔ فرمایا کرتے ایک جمعہ اور پڑھ کر جانا۔ اس کے بعد فرماتے ایک جمعہ اور پڑھ کر جانا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھے دیر تک ٹھہرایا۔ میں نے جانا چاہا۔ میرے ساتھ میرا لڑکا عبدالرحیم جو اس وقت تقریباً چھ سال کا ہو گا' وہ بھی جانے کے لئے گھبراتا تھا۔ میں نے اس کو کہا کہ تو اندر جا اور اجازت مانگ۔ اگر اجازت ہو گی تو چلیں گے۔ میں

دروازہ پر کھڑا اسے اندر بھیجتا تھا۔ اور وہ نہ جاتا تھا۔ بلکہ رونے لگ گیا تھا۔ شرماتا تھا۔ اس کی آواز سن کر حضرت صاحب تشریف لائے اور فرمایا کیا ہے۔ میں نے کہا حضرت یہ جانے کے لئے گھبراتا ہے۔ اجازت لینے کے لئے کہا گیا تو روتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ واہ تیرے پیدا ہونے کے لئے تو ہم رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ تو اب یہاں رہنے سے تنگ ہے۔ ابھی تو ہم نے تیری دعوت کرنی ہے۔ پھر دوسرے دن حضور باغ میں تشریف لائے۔ وہاں سب احباب کو اکٹھا کر کے بدانہ کی دعوت دی۔ پھر ہنس کر عبدالرحیم کو فرمایا کہ لو میاں تمہاری دعوت ہو گئی۔ اب کل سے تمہیں رخصت ہے۔

ایک دفعہ میں قادیان میں آیا ہوا تھا کہ میرے ایک پھوڑا نکل آیا۔ جس کو کاربنکل کہتے ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو دکھایا۔ انہوں نے اس کو چیر دیا۔ میں مولانا نورالدینؓ صاحب کے پاس گیا۔ میرے ملنے جلنے سے معلوم کر لیا کہ کوئی تکلیف ہے۔ پوچھا خیر ہے۔ میں نے کہا پھوڑا نکل آیا ہے۔ آپ نے دیکھا اور کہا افسوس چیرا دلا دیا۔ مولوی عبدالکریمؓ مرحوم کے بھی یہی پھوڑا تھا۔ وہ بھی چیر کر خراب کر دیا گیا۔ یہ آپ نے برا کیا۔ خیر میں کیا کر سکتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب علاج کرتے رہے۔ ایک ماہ کے قریب علاج ہوتا رہا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ زخم ہتھیلی کے برابر چوڑا ہو گیا۔ آخر تنگ آکر میں نے ارادہ کر لیا کہ لاہور چل کر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب یا ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب سے علاج کرواؤں۔ حامد علی کی معرفت حضور کے پاس عریضہ بھیجا۔ حامد علی نے آکر کہا۔ حضور بلاتے ہیں۔ میں حاضر ہوا۔ اطلاع

دی۔ حضرت اقدس باہر تشریف لائے۔ بہت سے دوست بھی آموجود ہوئے۔ آپ نے پوچھا کیا ہے۔ میں نے کہا حضور کاربنکل نکل آیا ہے۔ آپ نے دیکھا اور کہا کون کہتا ہے۔ میں نے کہا ڈاکٹر کہتے ہیں۔ فرمایا یہ کیا جانتے ہیں نہیں نہیں۔ کیوں مولوی صاحب کاربنکل ہے۔ نورالدینؓ صاحب خاموش رہے آپ نے فرمایا لائی کور آرسنگ۔ لائی کور اسٹرکینا ملا کر استعمال کرو۔ میں دعا کروں گا۔ میں نے آٹھ دن استعمال کیا۔ خدا کے فضل سے بالکل آرام ہو گیا۔ اور یہ مزید بر آں شفقت تھی کہ نمازوں میں جب مسجد آتے تو بعض اوقات ہنس کر فرماتے کہ خلیفہ نورالدین کہتے ہیں کاربنکل نکل آیا ہے۔ یہ حضور کا اعجاز تھا کہ ایسی مہلک امراض سے بذریعہ دعا نجات ملی۔

روایت ۶۵

حافظ احمد اللہ صاحب مہاجر

ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا سود اور سئور کے لفظ کو اگر ادا کریں۔ آواز ملتی جلتی ہے۔ اس لئے مجھے تو ان کے خواص بھی ملتے جلتے نظر آتے ہیں۔ میں سود سئور کو قریب قریب ہی سمجھتا ہوں۔

روایات ۶۶

مرزا غلام اللہ صاحب انصار ساکن قادیان

میرے بھائی مرزا نظام الدین نے ذکر کیا کہ ایک دن میں حضرت مسیح

موعودؑ کے مکان پاس کھڑا تھا کہ ایک انگریز شاید کوئی پولیس آفیسر تھا۔ آیا اور مجھ سے پوچھا۔ مرزا صاحب کہاں ہیں۔ میں نے کہا آپ ٹھہریں میں ابھی ان کو اطلاع دیتا ہوں۔ میں نے اطلاع دی۔ آپ تشریف لائے۔ دو کرسیاں بچھائی گئیں۔ ایک پر انگریز بیٹھ گیا۔ ایک پر آپ۔ اس انگریز نے کہا۔ میں نے کچھ پوچھنا ہے۔ آپ نے فرمایا پوچھ لو۔ اس نے ایک کتاب نکالی۔ اور ورق گردانی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد حیران سا ہو کر بولا۔ جو پوچھنا تھا وہ بھول گیا ہوں۔ اور جو نوٹ کیا تھا۔ وہ ملتا نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر پوچھ لینا۔ جب یاد آئے۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بٹالہ کی طرف چلا گیا۔

میرے بھائی مرزا نظام الدین صاحب نے ذکر کیا کہ جن دنوں حضرت صاحب سیالکوٹ میں نوکر تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ مجھے حضرت صاحب پڑھایا بھی کرتے تھے۔ آپ وہاں بھیم سین وکیل کو جو ہندو تھا۔ قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے۔ اور اس نے تقریباً ۱۴ پارہ تک قرآن حضرت صاحب سے پڑھا تھا۔ ایک دن حضرت صاحب نے صبح اٹھ کر بھیم سین کو مخاطب کر کے یہ خواب سنایا کہ آج رات میں نے رسول اکرمؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپ مجھ کو بارگاہ ایزدی میں لے گئے۔ اور وہاں سے مجھے ایک چیز ملی۔ جس کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ سارے جہان کو تقسیم کردو۔ یہ میری خواب ہے اس کو لکھ رکھیو۔

مجھے ایک دفعہ ہیضہ ہو گیا۔ جب میں سخت بیمار ہو گیا۔ میرا بیٹا حضرت صاحب کی خدمت میں آیا اور بیماری کا حال عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔

مولوی نورالدینؓ صاحب کو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ مولوی صاحب کو لے گئے۔ انہوں نے علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مرض بڑھ گئی۔ شام کے وقت میرا چچا اور میرا بیٹا پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کیا۔ بیماری بڑھ گئی۔ حکیم صاحب کا خیال ہے کہ اب بچنا مشکل ہے۔ زندگی کی نسبت موت قریب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا میں دعا کروں گا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد حالت میں تغیر ہو گیا۔ اور صبح تک میں بولنے لگا۔ اور دوپہر تک خدا کے فضل اور حضور کی دعا سے خاصی طاقت ہو گئی۔ حتیٰ کہ اگلے دن میں نے مسجد اقصیٰ میں جا کر نماز جمعہ ادا کی۔

روایات ۶۷

سید فضل شاہ صاحب

ایک فقیر کو عادت تھی کہ حضرت صاحب کے پاس آکر کبھی کہتا ایک آنہ دلواؤ۔ کبھی کہتا دو آنہ کبھی آٹھ آنہ۔ غرض وہ کچھ یقین کر کے مانگا کرتا۔ اگر حضرت صاحب کسی کام یا بات میں مشغول ہوتے وہ بار بار کہتا اور لے کر ہی پیچھا چھوڑتا۔ پھر حضرت صاحب اس کے خوب واقف ہو گئے۔ جب وہ آتا اور جتنے پیسے مانگتا آپ اتنے ہی دے دیتے اور فرمایا کرتے یہ تو اتنے لئے بغیر ٹلنے کا ہی نہیں۔ اس کو اتنے ہی دو جتنے یہ مانگتا ہے۔

ایک دفعہ ایک مہمان نے عرض کی حضور میں مالی مشکلات میں ہوں کوئی ملازمت چاہتا ہوں۔ ایسا کوئی وظیفہ بتائیں جس سے حاکم میری طرف متوجہ ہو جائیں اور میرا مطلب حاصل ہو جائے۔ آپ نے اسے کئی نصیحتیں

کیں۔ لیکن وہ وظیفہ ہی پوچھتا رہا۔ آپ نے فرمایا اچھا جب کسی حاکم کے پاس جانا ہو۔ سورۃ یاسین ایک دفعہ یا تین دفعہ پڑھ کر جانا۔ پھر جب سامنے جانے لگو۔ اپنی انگلی سے ماتھے پر یا عزیز لکھ لینا انشاء اللہ تعالیٰ وہ حاکم اچھی توجہ کرے گا۔

روایت ۶۸

بھائی عبدالرحیم صاحب سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہاؤس احمدیہ سکول

ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ لوگ ارد گرد جمع تھے۔ ایک لڑکا برابر بیٹھا حضور کے ہاتھ دبا رہا تھا کہ حضرت صاحب نے ایک ٹانگ کو اپنی دوسری ٹانگ پر رکھا۔ اس لڑکے نے غلطی سے سمجھا کہ کسی نے حضرت صاحب کی ٹانگ پر بوجھ دے دیا ہے۔ اس نے حضرت صاحب کی اوپر کی ٹانگ پر چٹکی لے لی۔ آپ نے جھٹ ٹانگ اتار لی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت اقدس نے پھر اس طرح کیا۔ اس نے پھر اسی طرح چٹکی لی۔ آپ نے پھر ٹانگ اٹھا لی۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے پھر ایسا کیا اس نے پھر زور سے چٹکی لی اور مڑ کر دیکھا۔ جب دیکھا کہ میں نے تو حضرت صاحب کی ٹانگ پر تین چٹکیاں لی ہیں دم بخود ہو گیا۔ حضورؑ نے اسے کچھ نہ کہا۔

روایت ۶۹

میر قاسم علی صاحبؓ ایڈیٹر اخبار الحق دہلی

آپ دہلی تشریف لے گئے تھے۔ کچھ دن وہاں حضور ٹھہرے۔ آپ کو درد نقرس شروع ہو گیا۔ مولوی نورالدینؓ صاحب کو بلایا گیا۔ وہ بھی وہاں

تشریف لے گئے۔ جب اوپر ملنے کے لئے حضور کے پاس تشریف لے گئے۔ تو کئی دوست اور ساتھ تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب ساتھ تھے۔ اوپر جا کر دیکھا۔ حضور کے نیچے روئی دار بچھونا پرانا ہے۔ اور تکیہ بھی پرانا ہے۔ بلکہ کئی جگہ سے روئی باہر نکلی ہوئی ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا۔ حضور کا لحاف بہت پرانا ہے۔ اگر فرماویں تو نیا تیار کروائیں۔ فرمایا نہیں یہ پرانا شفیق ہے اور جو ضرورت نئے سے ہوگی۔ وہ یہ پوری کرتا ہے۔ یعنی سردی نہیں لگتی۔ باقی نیا پرانا کیا ہے۔ اتنے میں حضور نے ران کو اٹھایا اور فرمایا۔ او ہو کیا ہوا کچھ چبھتا ہے۔ بچھونا الٹا کر دیکھا ایک اینٹ پڑی ہے۔ جب وہ دکھائی۔ آپ نے فرمایا۔ او ہو میاں مبارک احمد نے رکھی ہے۔ اس کو پھینکنا نہیں۔ اگر وہ آ کر مانگیں تو پھر کہاں سے دیں گے۔ اتنے میں حضور کے کوٹ سے کچھ نکالنا تھا۔ دیکھا تو اس کی جیب میں بھی ایک اینٹ پائی گئی۔ آپ نے فرمایا یہ بھی میاں مبارک نے ڈالی ہے۔ خیر اس کو بھی رہنے دو۔ انہوں نے ڈالی ہے۔ پھر وہ مانگیں گے۔ درد کی یہ حالت تھی کہ حضور نے ہاتھ میں انگوٹھا پکڑا ہوا تھا۔ جب درد اٹھتا تھا حضور کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ اور زبان سے فرماتے تھے۔ اللہ۔ جب پھر درد اٹھتا پھر فرماتے اللہ۔ اس کے سوائے اور لفظ نہ تھا۔ مولوی نور الدینؓ صاحب نے عرض کی حضور کیوڑہ اور بید مشک استعمال کریں۔ کیونکہ حضور کے ہونٹ پیاس کی وجہ سے خشک تھے۔ فرمایا کیوڑہ تو مل جائے گا بید مشک ملنی مشکل ہے۔ حضرت میرے ہاں ایک بوتل ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا لاویں۔ میں نیچے آ کر مہمانوں کے کھانے کے اہتمام میں لگ گیا اور بید مشک

لانا بھول گیا۔ شام کے وقت حامد علی صاحب آئے اور کہا۔ کہ حضور نے بید مشک کے لئے فرمایا ہے میرا رنگ زرد ہو گیا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ میں بھاگا بھاگا گھر گیا۔ بوتل لایا اور حضور کے پاس گیا۔ قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں آپ نے فرمایا۔ میر صاحب فکر نہ کریں میں سمجھ گیا کہ میر صاحب مہمانوں کی خدمت میں لگ کر بھول گئے ہیں۔ خیر جب حضور روانہ ہونے لگے اسباب نکالا گیا۔ لوگ اسباب اٹھا کر لادتے تھے۔ میں نے بھی اٹھانا چاہا۔ آپ نے فرمایا میر صاحب آپ نہ اٹھائیں۔ میں نے عرض کیا حضور میرا جی چاہتا ہے۔ حضور نے فرمایا میں تم سے بڑا خوش ہوں۔ بڑا خوش ہوں۔ آپ نے ہماری اور مہمانوں کی بڑی خدمت کی ہے۔ میں نادم ہوتا تھا اور آپ بار بار شکریہ ادا کرتے تھے میں نے کہا حضور میں غلام ہوں۔ میں مرید ہوں یہ ہمارا فرض ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ نہیں نہیں تم نے بڑی خدمت کی ہے۔ میں بڑا خوش ہوں۔ خدا جزا دے خدا جزا دے ہم کیا اجر دے سکتے ہیں۔ پھر ساتھ لائے اور ساتھ سوار کرایا۔ اور گاڑی میں حضور نے کئی بار اظہار خوشنودی کیا۔ یہ آپ کی شفقت تھی۔

روایات ۷۰

حافظ محمد ابراہیم صاحبؓ مہاجر

ایک دفعہ نماز جمعہ میں نواب محمد علی خان صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ بھائی احسان علی خان آئے ہوئے ہیں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں آپ ٹھہر جائیں۔ حضور جمعہ سے فارغ ہو کر اندر جانے لگے تھے۔ اس دن حضور نے جمعہ مسجد مبارک میں پڑھایا تھا۔ کیونکہ حضور کو

کھانسی کی تکلیف تھی۔ مگر نواب صاحب کے کہنے پر حضور ٹھہر گئے۔ اور نواب احسان علی خان نے آگے آکر عرض کیا کہ حضور میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ فرمایئے۔ انہوں نے کہا جو حضور کی کتب میں لکھا ہے کہ آپ امام حسینؓ سے بڑھ کر ہیں۔ یہ آپ نے لکھا ہے یا آپ کے کسی مرید نے لکھا ہے۔ فرمایا نہیں نہیں ہم نے لکھا ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ فضیلت مراتب کی جو ہوتی ہے وہ لوگ جانتے ہیں۔ جو اسی زمرہ سے ہوتے ہیں۔ میں ان جوہروں کا ایک ٹکڑا ہوں اور اسی گروہ سے ایک انسان ہوں۔ میں ان سب لوگوں کی فضیلتوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ ان کے مراتب ہمیں دکھائے جاتے ہیں۔ اگر میں اس بات میں مفتری ہوں تو خدا تو وہ قادر ہے کہ مفتری کو ایک رات کے لئے بھی مہلت نہیں دیتا۔ اور مجھے جن جن لوگوں سے جناب الٰہی نے بڑھ کر فرمایا ہے۔ انہی کی نسبت میں نے کہا ہے۔ اور اس میں خاص وجوہات ہیں۔ ان لوگوں کی پرستش لوگوں نے جناب الٰہی کی طرح شروع کر دی۔ اس لئے اس نے نہ چاہا کہ میرا کوئی شریک ہو۔ مسیح ناصری اور امام حسینؓ کی نسبت مجھے فرمایا کہ تم کہو کہ میں ان انسانوں سے بڑھ کر

ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ حضور ایسا تو نہیں ہے۔

ایک عیسائی جس کا نام عبدالحق تھا' یہاں آیا۔ اس نے آٹھ سوال تجویز کئے کہ یہ حضرت صاحب سے طے کروں گا۔ چنانچہ سیر کے وقت جب حضور کے ساتھ گیا۔ تو بغیر اس کے سوال کے حضور نے خود ہی آتے جاتے اپنی تقریر میں جواب دے دیا۔ وہ یہی کرامت سمجھ کر اسلام لے آیا اور کئی سال

سے بڑھ کر ہوں۔ باقی دوسرے لوگ جو انبیاء اور اصفیاء کے مراتب کو نہیں جانتے۔ انہوں نے صرف نام یاد کر لئے۔ جیسے ہمارے ملک کے میراثی یاد کر لیتے ہیں۔ ان کو کوئی تعلق کسی کے مرتبہ سے نہیں ہوتا۔ نہ کسی کی فضیلت سے یہ لوگ بھی جو امام حسینؓ کے عاشق کہلاتے ہیں۔ مر کر دیکھ لیں گے کہ نہ امام حسینؓ کے یہ اور نہ امام حسینؓ ان کے۔ بلکہ یہ بھی علم ہو جائے گا کہ امام حسینؓ ان اعتقادات سے سخت بیزاری رکھتے ہیں۔

ایک دفعہ گرمیوں کے موسم میں ہم سب احباب حضرت صاحب کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور حضرت صاحب شاہ نشین پر تشریف فرما تھے۔ مسجد کے اوپر کے حصہ میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ آپ کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ حضور یہ جو لوگ تمام احادیث کو مہدی آخرالزمان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے۔ اصل میں مہدی بہت سے ہوئے ہیں۔ کسی کے دو کندھوں میں نشان مہر نبوت تھا۔ کسی نے مال تقسیم کیا ہے۔ اور کسی نے بیت اللہ میں لوگوں سے بیعت لی ہے۔ اور انہی لوگوں میں سے ایک نے قسطنطنیہ بھی فتح کیا ہے۔ یہ سب مختلف اشخاص ہوئے ہیں۔ جنہوں نے مختلف کام کئے ہیں اور ان سب لوگوں کی نسبت احادیث میں تذکرہ اور پیشگوئیاں ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا مولوی صاحب کیا ان لوگوں نے دعوے کئے ہیں۔ اور ان کی کوئی الہامی کتابیں ہیں۔ اور پھر ان کے ماننے والی جماعتیں ہیں جو انکو مہدی سمجھتی ہیں۔ اور ان کے کوئی الہام موجود ہیں جن کی بنا پر انہوں نے دعویٰ کیا۔ کہ وہ منجانب اللہ مہدی

قادیان رہا۔

گرمیوں کے موسم میں ایک دفعہ ہم لوگ بیٹھے تھے۔ حضور نے فرمایا جب میں بچہ تھا اور مولوی گل علی شاہ صاحب کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ ان دنوں میں میں نے ایک رؤیا دیکھی کہ میں ایک تخت پر بیٹھا ہوا ہوں۔ بہت سے لوگ ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر جب ہم براہین احمدیہ لکھتے تھے۔ اس وقت الہام ہوا۔ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَانْتَھٰی امرالزّمان اِلَیْنَا ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُؤْیَایَ قَدْ جَعَلَھَا رَبِّیْ حَقًّا ۔ یعنی جب فتح اور نصرت آگئی اور ہماری بات اپنی انتہا کو پہنچ گئی جو ہماری طرف سے تھی۔ یہ تیرے خواب کی حقیقت جس کو میرے رب نے ہی کرکے دکھایا۔

پھر فرمایا۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا۔ براہین احمدیہ سے بہت پہلے اس وقت میری عمر تقریباً بتیس تینتیس سال کی تھی۔ کہ جناب الٰہی نے اپنا ہاتھ میری گردن میں ڈالا ہے۔ اور فرمایا:۔

"جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔"

روایات ا ے

احمدین صاحبؓ زرگر مہاجر

سیر میں ایک دن حضرت صاحب کو خواب سنایا۔ اور اس خواب میں سنار کا ذکر تھا۔ آپ نے اس کی تعبیر کی اور تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ سنار کی قوم مکار ہوتی ہے۔ یہ لفظ سن کر میں ڈر گیا۔ جب حضور واپس تشریف لائے اور گھر جانے لگے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور میں یہ کام چھوڑ دوں۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ سنار کی قوم مکار ہوتی ہے۔ فرمایا۔ نہ کبھی ہم بھی زیور کے واسطے کہہ دیتے ہیں اور یہ ثواب کا کام ہے۔

ایک دن میں نے عرض کیا کہ حضور سنار کھوٹ ملانے کے سبب سے زیور کم مزدوری پر بنا دیتے ہیں۔ جو زیور دس روپیہ کی مزدوری کا ہوتا ہے ایک روپیہ میں بنا دیتے ہیں۔ اور کھوٹ ڈال کر اپنا کام پورا کر لیتے ہیں۔ اب چونکہ میں نے توبہ کر لی ہے۔ اس لئے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ مگر جب دوسرے لوگوں کو اور جگہ کم مزدوری پر زیور بنتا ملے گا۔ وہ ہم سے کیوں بنوائیں گے کھوٹ کا تو ان کو علم نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کہہ دو کہ اب ہم سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ اب ہم کھوٹ نہیں ملاتے۔ اگر پوری مزدوری نہ دیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی اور راہ کھولے گا۔

ایک دن حضور سیر سے واپس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا حضور مجھے کوئی اپنا کپڑا بطور تبرک دیں۔ آپ نے اندر جا کر اسی وقت اپنا کوٹ اتار کر بھیج دیا۔

ایک دن میں نے خواب دیکھا اور حضرت صاحب کو لکھ کر دیا کہ حضور رات خواب میں دیکھا کہ میں نے حضور کو ایک روپیہ دیا ہے۔ آپ نے مجھے ایک کتاب دی ہے۔ میں اپنا خواب پورا کرتا ہوں۔ اور ایک روپیہ پیش کرتا ہوں۔ آپ نے روپیہ رکھ لیا اور جواب تحریر فرمادیا کہ روپیہ رکھ لیا گیا ہے۔ کتاب چھپ رہی ہے انشاء اللہ دے دی جاوے گی۔ مگر کتاب شائع ہونے سے پہلے حضور خالق حقیقی سے جا ملے۔ اور بعد میں حضرت میاں محمود احمد صاحب نے وہ وعدہ پورا کیا اور کتاب براہین احمدیہؑ کا حصہ پنجم عنایت فرمایا۔

ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھے بلوا کر فرمایا کہ ایک جوڑی گجائیاں طلائی بنا کر لاؤ۔ جب میں بنا کر لے گیا۔ دروازہ پر جا کر دستک دی۔ حضور خود تشریف لائے۔ میں نے جوڑی گجائیوں کی پیش کی۔ اور عرض کی حضور یہ تیار ہو گئی ہے۔ تعجب سے فرمایا۔ بس یہی گجائیاں ہوتی ہیں۔ اور یہ تیار ہو گئیں۔ اور آپ مسکرائے اور اندر کو لے گئے۔ اور اندر جا کر ان کی مزدوری بھیج دی۔

ایک دن ہمارے پچھلے گاؤں سے ایک ملا آیا۔ میں اس کو لے کر حضرت صاحب کے پاس گیا۔ آپ باغ میں تشریف رکھتے تھے اور مہندی لگوا رہے تھے۔ ہم نے جا کر مصافحہ کیا اور دعا کے لئے عرض کی۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ اور سامنے حضور کے لئے خیمے لگ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ تم بھی خیمے لگواؤ۔ میں نے کئی بار حضرت مولانا نورالدینؓ صاحب کو کہا کہ حضور! حضرت صاحب کے پاس سفارش کریں کہ میرے بھائیوں کے لئے

حضرت صاحب دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین دار بناوے۔ میری بار بار تاکید پر ایک دن حضرت مولوی صاحب نے مسجد مبارک میں حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یہ سنارہ اپنے بھائیوں کے نیک ہونے کے لئے دعا کرانی چاہتا ہے۔ اور مجھے بار بار کہا ہے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے کہ دوسرے کے نیک ہونے کے لئے دعا کراتا ہے۔

ایک دن میں حضور کے مکان کے قریب سے گزر رہا تھا کہ حضور نے پردہ پر سے کرم داد صاحب کو آواز دی (جو حضور کا خدمت گار تھا) میں نے حضور کی آواز سن کر اوپر کو دیکھا۔ اور میں نے عرض کیا کہ حضور وہ نہیں ہے۔ مجھے فرمائیں کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ لو ایک روپیہ اس کے ٹکٹ یا لفافے لاؤ۔ اور کرم داد کو کہہ دینا کہ حاضر رہا کرے۔

ایک دن میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا کہ حضور میری بیوی کو حمل ہے اور بچہ کی پیدائش میں قریباً ایک ماہ باقی ہے۔ اگر حضور فرماویں تو ہم اپنی روٹی لنگر سے پکوالیا کریں۔ فرمایا۔ نہیں ان دنوں میں عورتوں کے لئے کام کرنا بہت مفید ہوتا ہے۔

روایات ۷۲

پیر برکت علی صاحبؓ برادر حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ
ساکن رن مل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

ایک دن حضرت صاحب مسجد مبارک کے اگلے حصہ میں تشریف فرما

تھے۔ چند دیہاتی آدمی آئے۔ انہوں نے حضرت صاحب سے عرض کی تہجد میں کیا پڑھنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (۲۱/المزمل) میں نے پوچھا یہ آیت قرآن میں کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ سورۃ مزمل میں۔

ایک دن حضرت صاحب مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تہجد ضرور پڑھنی چاہیئے۔ حتی الامکان جہاں تک کوشش ہو سکے ہر آدمی توجہ کرے خواہ دو ہی نفل پڑھے مگر پڑھے سہی۔ سید امیر علی شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس وہاں موجود تھے انہوں نے عرض کی کہ حضور میں آج کل تھانہ..... میں ہوں۔ وہاں سانپ بہت کثرت سے ہوتے ہیں۔ اگر پاؤں نیچے اتاروں وہ ڈس لیں۔ اس لئے مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چارپائی پر ہی پڑھ لیا کریں۔ پاس سے مولوی عبدالکریمؓ صاحب نے کہا۔ آپ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر اور بدن پر دم کر لیا کریں۔ پھر انشاء اللہ کوئی چیز ضرر نہ دے سکے گی۔ حضرت صاحب نے فرمایا اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک کر بدن پر مل لیا کریں پھر انشاء اللہ کوئی موذی ضرر نہ دے سکے گا۔

میرے بھائی ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب کی وفات جنگ میں شمالی ہند میں ہوئی۔ جب ان کے کاغذات ہمیں ملے۔ ان میں ایک پرچہ تھا جس میں خواب لکھا ہوا تھا۔ میں نے وہ خواب حضرت صاحب کو سنایا کہ وہ لکھتے ہیں

کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے بیرام لارڈ کا خطاب دیا گیا ہے۔ اور میں ایڈورڈ ہفتم کے پاس گیا اور عرض کی کہ یہ خطاب حضور نے دیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ خطاب میں نے تو نہیں دیا۔ پھر میں نے عرض کی۔ اگر آپ نے نہیں دیا تو اس میں تو میری ہتک ہے۔ شاہ ایڈورڈ ہفتم نے فرمایا اس میں تمہاری ہی ہتک نہیں بلکہ میری بھی ہتک ہے۔ اس لئے میں تم کو یہ خطاب دیتا ہوں۔ یہ خواب سن کر حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ ان کی شہادت کا ثبوت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

میں نے ایک خواب دیکھا کہ حضرت مسیح موعود ہمارے گھر تشریف لائے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد آپ ہمارے مکان سے پیر محمد شاہ کے مکان پر تشریف لے گئے ہیں آپ ایک چارپائی پر بیٹھے ہیں اور پیر محمد شاہ اور ایک زمیندار آدمی چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ وہ حضرت صاحب سے مخالفت کی باتیں کرتے ہیں۔ اتنے میں مشرق سے سورج نکلا اور زلزلہ آیا۔ اور گاؤں کا نصف حصہ جس میں مخالفین رہتے تھے 'غرق ہو گیا۔ خواب سن کر حضور نے فرمایا کہ یہ لوگ مخالفت کر کے تباہ ہو جائیں گے۔

جلسہ کے موقع پر میں معہ اپنی بیوی آیا ہوا تھا۔ جب واپسی کا ارادہ ہوا۔ میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ حضرت صاحب سے اجازت روانگی لے آؤ۔ انہوں نے بدھ کے دن شام کے وقت حضور سے اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھی بات اجازت ہے۔ صبح کو جمعرات کے دن روانہ ہوتے وقت میرے دل میں خیال آیا کہ خود بھی حضرت صاحب سے اجازت لوں۔ میں

نے صبح کی نماز کے وقت حضور سے اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا جمعہ پڑھ کر جانا۔ چنانچہ ہم ٹھہر گئے۔ مگر اسی دن سخت بارش ہوئی اور دو دن بڑی بارش ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ جمعہ میں بھی میں بڑی مشکل سے پہنچا۔ یہ حضور کا روکنا آپ کی قوت اعجازی پر دلیل ہے۔

ایک دن سید امیر علی شاہ صاحب ملہم ساکن سیالکوٹ نے مجھے فرمایا کہ تم ایک رتی کستوری لاؤ۔ تمہیں ایک کلام لکھ دوں میں نے کہا کہ کستوری تو یہاں ملتی نہیں۔ انہوں نے کہا۔ حضرت صاحب کو رقعہ لکھ دو۔ آپ عطا فرما دیں گے۔ میں نے کہا شرم آتی ہے۔ انہوں نے کہا شرم کی بات نہیں اگر اندر ہو گی تو حضور عنایت فرما دیں گے۔ چنانچہ میں نے رقعہ لکھ دیا۔ جب آپ نماز کے لئے تشریف لائے تو فرمایا کہ آپ کا رقعہ پہنچ گیا ہے۔ میں نے اندر حکم دے دیا ہے۔ آپ کو کستوری پہنچ جائے گی۔ چنانچہ ایک رتی کی بجائے حضور نے تین رتی کستوری بھیج دی۔

ہمارے ذمہ بہت سا قرض ہو گیا تھا۔ میں نے حضور کی خدمت میں خط لکھا کہ حضور دعا فرمائیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ہم دعا کریں گے مگر تم بھی دعا کرتے رہنا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ وَاحْفِظْنِیْ مِنْ بَیْنَ یَدَیَّ فِیْ خَلْقِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَعَنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِکَ بِعَظْمَتِکَ اِنَّا لْمِثَالَ مَنْ تَحْتِیْ۔

روایت ۷۳

حافظ عبدالرحیم صاحبؓ ساکن مالیرکوٹلہ

حضور کی ایک کتاب کئی پریسوں میں چھپ رہی تھی۔ کچھ حصہ میگزین پریس میں بھی چھپ رہا تھا۔ ایک پروف لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضور نے فرمایا۔ دوسرا پروف تیار ہوا۔ میں نے عرض کی کہ کرم علی سنگساز بیمار ہے۔ اس لئے پروف تیار نہیں ہو سکا۔ حضور نے فرمایا اس کو ابھی بلا کر لاؤ۔ جب میں ان کو بلا کر لایا تو حضور نے فرمایا کہ منشی صاحب آپ بیمار ہیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں حضور میں بیمار ہوں۔ تو آپ نے فرمایا تم ہمارا پتھر ٹھیک کرو۔ خدا تم کو شفا دے گا۔ شام کو جب میں نے منشی کرم علی صاحب سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ بالکل تندرست ہوں جس کے وہ زندہ گواہ موجود ہیں۔

روایت ۷۴

احمد دین صاحبؓ سنار مہاجر

میں حضور کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مجھے قرض دینا ہے۔ حضور دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اقْضِیْ دَیْنِیْ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ۔ میں نے چند دن اس کو نماز میں پڑھا۔ خدا تعالیٰ نے قرض سے نجات دے دی۔

روایات ۵۷

حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب مہاجرؓ

۱۸۹۸ء میں مجھے تپ محرقہ ہوا۔ پندرھویں دن عشاء کے وقت حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ مجھے اس وقت سرسام تھا۔ مکان سے باہر نکل کر مولوی قطب الدین صاحب کو فرمایا کہ آج اس کی حالت بہت نازک ہے۔ بچنا مشکل نظر آتا ہے۔ پردہ کے پیچھے میری خوشدامنہ سن رہی تھیں۔ وہ اسی وقت حضرت صاحب کے پاس دوڑی گئیں اور جاکر عرض کی کہ آپ کچھ توجہ کریں فضل الرحمٰن کی حالت بہت خراب ہے۔ آپ کسی کتاب کے لکھنے میں مصروف تھے۔ فرمایا میں ایک ضروری مضمون لکھ رہا ہوں۔ میں نے مولوی صاحب کو تاکید کردی ہے کہ بہت توجہ کریں انہوں نے جواب دیا کہ مولوی صاحب تو تقریباً آج مایوسی کے لفظ بول گئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت صاحب نے اس مضمون کو رکھ دیا اور فرمایا کہ میں نے ابھی اس سے بہت کام لینے ہیں۔ تم جاؤ میں ابھی اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ گھر واپس چلی آئیں۔ رات کے بارہ بجے مجھے ایک خون کا اسہال آیا۔ اس کے بعد دوسرا اور اس کے ساتھ میری آنکھیں کھل گئیں۔ اس کے بعد تیسرا آیا۔ صبح کے وقت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب جالندھری میرے پاس آئے اور کہا کہ نماز صبح کے بعد حضرت صاحب نے مولوی عبدالکریم صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ رات جس وقت مجھے یہ اطلاع ملی فضل الرحمٰن کی حالت خطرہ میں ہے۔ تو مجھے دعا کی طرف توجہ ہوئی۔ اور میں بارہ بجے تک سجدہ میں رہا۔ مجھے بتلایا گیا کہ شفا ہو

گئی۔ نہ معلوم اس کے کیا معنی۔ کوئی شخص جاوے۔ اور خبر لے آوے۔ اس لئے میں آیا ہوں۔ میرے اندر قوت گویائی نہ تھی۔ مگر اشارہ سے کہا کہ بارہ بجے سے افاقہ شروع ہوا ہے۔ اس کے تیسرے چوتھے دن میں اس قابل ہوا کہ گھر سے نکل کر دروازہ میں جا بیٹھا۔ اس وقت حضرت صاحب کے سیر جانے کا وقت تھا۔ آپ تشریف لے آئے اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ اب تم اچھے ہو۔ میں نے کہا۔ ضعف بہت ہے۔ فرمایا۔ تریاق الٰہی کھایا کرو۔ چنانچہ متواتر مجھے تین ماہ تک تریاق الٰہی کھلاتے رہے۔

۱۹۰۴ء میں میری بیوی کو کھانسی شروع ہوئی اور رفتہ رفتہ اتنی ترقی کی کہ رات دن میں ایک منٹ بھی چارپائی پر لیٹنا محال ہو گیا۔ حضرت صاحب ان دنوں میں مقدمہ کی پیروی کے سلسلہ میں گورداسپور مقیم تھے۔ میں گورداسپور میں ان کا قارورہ لے گیا (کیونکہ میں حضرت صاحب کی زندگی میں علی العموم آپ کا ہی علاج کیا کرتا تھا) حکم دیا کہ مریضہ کو یہاں لے آؤ۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا یہاں آنا مشکل ہے۔ فرمایا۔ نواب صاحب کو میری طرف سے لکھ دو کہ وہ اپنی سواری دے دیں اور تم اس کو با آرام یہاں لے آؤ۔ یہاں میں اس کے لئے مکان کا انتظام کر دیتا ہوں۔ چنانچہ میں دوسرے دن قادیان آیا اور ان کو نواب صاحب کی رتھ میں سوار کر کے گورداسپور لے گیا۔ خود تو حضور ایک منزل مکان میں تشریف رکھتے تھے اور تنگی مکان کی وجہ سے خیمہ وغیرہ لگا کر رکھتے تھے اور میرے لئے ایک دو منزلہ مکان کرایہ پر لے رکھا تھا۔ اور مکان بھی ایسا کہ شہر بھر میں ایسا مکان ملنا مشکل تھا۔ وہاں آپ نے ڈاکٹر یعقوب بیگ ڈاکٹر محمد حسین اور ڈاکٹر

اسماعیل خان کو بلایا۔ اور سب کو تاکید کی کہ بڑی توجہ سے مرض کی تشخیص کریں۔ ساتھ ہی حضرت مولوی صاحب کو بھی حکم ملا۔ بالاتفاق سب نے کہا کہ مرض سل ہے۔ اور پھیپھڑہ میں تین بڑے بڑے سوراخ ہو چکے ہیں۔ جب سب کی تشخیص میں نے حضور سے عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم اسٹپریز وائن اور کاڈلیور آئیل کی ایک درجن پلاؤ۔ اور تازہ جلیبی اور دودھ دونوں وقت غذا دو۔ انشاء اللہ بالکل اچھی ہو جائے گی۔ یہ تشخیص ہمارے نزدیک کچھ چیز نہیں۔ چنانچہ یہ دوائی حضور نے اپنے خرچ سے مجھے منگوا دی۔ جس کا استعمال چار پانچ ماہ تک کراتا رہا۔ اور مریضہ بالکل تندرست ہوگئی۔ اس کے بعد سات بچے پیدا ہوئے۔

۱۹۰۵ء میں جب حضور باغ میں مقیم تھے۔ اور سید محمد اسحق صاحبؓ کو نمونیہ ہوا۔ تو اس وقت اتفاقاً یہ ڈاکٹر لوگ پھر بلائے گئے۔ تو حضور نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ وہ سوراخ ابھی بھی موجود ہے یا نہیں۔ میں نے ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب سے عرض کیا۔ کہ آپ ان کے سینہ کا ملاحظہ کریں۔ دیکھنے کے بعد فرمانے لگے۔ میں نے وہ سوراخ کب بتائے تھے۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی۔ تو فرمانے لگے۔ اس وقت پھیپھڑہ صحیح سلامت معلوم ہوتا ہے۔ میں نے حضرت صاحب سے عرض کیا۔ تو فرمایا۔ میرا خدا پھوٹے ہوئے پھیپھڑہ کو برابر کر دینے پر بھی قادر ہے۔ چنانچہ آج تک پھر اس کو کبھی کھانسی نہیں ہوئی۔ میرے گھر میں یکے بعد دیگرے دو لڑکیاں تولد ہوئیں جو خدا کے فضل سے اس وقت تک موجود ہیں۔ اس کے بعد ایک لڑکا تولد ہوا۔ وہ بھی نہ بولتا تھا نہ سنتا تھا۔ پہلا لڑکا عموماً بیمار رہتا تھا۔ دوسرا

ہوشیار اور تندرست تھا۔ اور اس کی عادات اور شکل و صورت کچھ ایسے دل لبھانے والے تھے کہ چھوٹی سی عمر میں وہ گھر کے سارے کام کرتا تھا۔ اور ذرا سے اشارہ سے بات کو سمجھ لیتا تھا۔ کچھ انہی وجوہات سے میری محبت اس سے بہت ہوگئی۔ پہلا لڑکا چار سال کا ہو کر فوت ہو گیا۔ دوسرا بھی جب ساڑھے چار سال کا ہوا تو اسے تپ محرقہ ہوا۔ میں نے بڑا علاج کیا مگر کوئی افاقہ کی صورت نظر نہ آئی۔ جس دن اس کی بیماری کو پندرہ روز گزرے تھے۔ اس کو سرسام ہوگیا۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے ایک عریضہ لکھا۔ آپ نے اس پر جواب تحریر فرمایا کہ میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔ پر اگر تقدیر مبرم ہے تو ٹل نہیں سکتی۔ یہ پڑھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بچہ بچ نہیں سکتا۔ چنانچہ اس کے چوتھے دن اس کی حالت بہت نازک تھی۔ اور حضور اس دن گورداسپور والی تاریخ پر جانے والے تھے۔ میں چونکہ ہر تاریخ پر ساتھ جایا کرتا تھا۔ اس لئے میں بھی حاضر ہوا۔ جب آپ گھر سے تشریف لائے تو پہلے مجھے مخاطب کر کے فرمایا تمہارے بچہ کا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور چل کر دیکھ لیں۔ جب آپ نے گھر آ کر بچہ دیکھا۔ تو فرمایا۔ یہ بہت بیمار ہے۔ آج تم گورداسپور نہ جاؤ۔ آپ تشریف لے گئے۔ اور دوسرے دن چار بجے کے قریب بچہ فوت ہو گیا۔ اس سے اگلے دن حضور دس بجے گورداسپور سے واپس تشریف لے آئے۔ میں بھی سن کر مصافحہ کے لئے آگے بڑھا۔ میری گود میں چھوٹی لڑکی تھی۔ جو اس لڑکے سے چھوٹی تھی۔ مجھے دیکھ کر حضور نے فرمایا۔ مجھے تمہارے بچہ کے فوت ہو جانے کا بڑا رنج ہے۔ مگر مجھے یہ خیال تھا کہ تمہاری محبت اس کے

ساتھ شرک کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس لئے اس کا زندہ رہنا محال نظر آتا تھا۔ بہرحال میں نے تمہارے بچہ کے لئے بڑی دعائیں کی تھیں۔ اللہ تم کو نعم البدل دے گا۔ اور وہ سننے والا۔ بولنے والا ہو گا۔ میں نے عرض کیا (بوجہ اس کے کہ میں حضور کے سامنے بڑی بے باکی سے بولتا تھا) کہ حضور میرے گھر میں دو لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اس کے بعد دو لڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ اب یہ لڑکی گود میں ہے۔ اس کے بعد اگر لڑکا تولد ہوا تو نعم البدل ہو گا۔ اور لڑکی ہو گی تو میں نعم البدل نہیں سمجھوں گا۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا۔ خدا تعالیٰ کو تو اتنی طاقت ہے کہ آئندہ لڑکیوں کا سلسلہ ہی قطع کر دے۔ چنانچہ اس کے بعد فضل کریم پیدا ہوا۔ پھر عبدالحفیظ۔ اس کے بعد دو حمل ساقط ہوئے' دونوں لڑکے تھے۔ اس کے بعد محمد عبداللہ۔ اس کے بعد عبدالکریم اور اس کے بعد احمد پیدا ہوا۔ اور خدا کے فضل سے یہ پانچوں زندہ موجود ہیں۔ فالحمدللہ رب العالمین۔

۱۹۰۷ء میں میرا دوسرا لڑکا عبدالحفیظ تولد ہوا۔ سردی کے ایام تھے اور دن دنون میں بہت زچہ عورتیں کہ از........... یعنی تشنج کی مرض سے مر رہی تھیں۔ زچہ کے لئے یہ مرض بہت خطرناک ہوتی ہے۔ سینکڑوں میں سے کوئی ایک بچتی ہو گی۔

میری بیوی کو بچہ تولد ہونے کے ساتویں دن مغرب کے قریب اس کے آثار معلوم ہوئے۔ چونکہ ان دنوں میں یہ وبا تھی۔ اس لئے اس کی طرف بہت توجہ ہو گئی۔ میں مغرب کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں دوڑا گیا۔ اور ان سے عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو بڑی خطرناک مرض کا

پیش خیمہ ہے۔ تم فوراً اس کو دس رتی ہینگ دے دو۔ اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد مجھے اطلاع دو۔ میں عشاء کے بعد پھر حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ مرض میں ترقی ہو گئی ہے۔ فرمایا دس رتی کونین دے دو۔ اور ایک گھنٹہ کے بعد پھر مجھے اطلاع دو۔ اور یہ نہ سمجھنا کہ میں سو گیا ہوں۔ بے تکلف مردانہ سیڑھیوں سے آواز دو ایک گھنٹہ بعد میں پھر گیا اور عرض کیا کہ کوئی افاقہ نہیں ہے۔ فرمایا دس رتی مشک دے دو۔ میں نے عرض کیا۔ اس وقت مشک کہاں سے لاؤں۔ حضور ایک مٹھی بھر کر مشک کی لے آئے۔ فرمایا یہ دس رتی ہو گی۔ میں نے عرض کیا حضور یہ زیادہ ہے۔ فرمایا۔ لے جاؤ پھر کام آویگا۔ میں نے وہ لے لی۔ اور دس رتی مریضہ کو دے دی۔ ایک گھنٹہ بعد پھر گیا۔ اور عرض کیا کہ مرض میں بہت اضافہ ہو گیا۔ فرمایا دس تو کہ کسٹرائیل دے دو۔ میں نے آکر دس تولہ کسٹرائیل دے دیا۔ اس کے بعد اس کو بہت سخت قے ہوئی۔ اور قے اس مرض میں آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ قے کے بعد اس کا سانس اکھڑ گیا' گردن پیچھے کو کھچ گئی۔ آنکھوں میں اندھیرا آگیا اور زبان بند ہو گئی۔ میں پھر بھاگ کر سیڑھیوں پر چڑھا۔ حضور نے میری آواز سن کر دروازہ کھول دیا۔ اور فرمایا کیوں خیر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اب تو حالت بہت نازک ہو گئی ہے۔ سانس اکھڑ گیا ہے گردن کھچ گئی۔ آنکھوں میں روشنی نہیں۔ زبان بند ہو گئی ہے۔ فرمایا۔ دنیا کے جتنے ہتھیار تھے وہ تو ہم نے چلا لئے۔ اب ایک ہتھیار باقی ہے اور وہ دعا ہے۔ تم جاؤ میں دعا سے اس وقت سر اٹھاؤں گا۔ جب اسے صحت ہو گی۔ میں یہ سن کر واپس لوٹ آیا۔ اور اس کہا۔ اب تجھے کیا فکر ہے اب تو

ٹھیکیدار نے خود ٹھیکہ لے لیا ہے۔ اس وقت رات کے دو بج چکے تھے۔ میں گھر آیا اور مریضہ کو اسی حالت میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چارپائی لے کر سو رہا۔ صبح کو کسی برتن کی آہٹ سے میری آنکھ کھلی۔ جب میں نے دیکھا تو میری پائینتی کی طرف میری بیوی کچھ برتن درست کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے۔ کہا آپ تو سو رہے اور مجھے دو گھنٹہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

میرا لڑکا فضل کریم جو حضرت صاحب کی دعا پر نعم البدل سمجھا گیا۔ ۱۹۰۵ء میں تولد ہوا۔ اور ۱۹۰۸ء میں وہ اسی محرقہ تپ میں مبتلا ہو گیا۔ جس میں میرا لڑکا عنایت الرحمٰن بیمار ہو کر فوت ہوا تھا۔ یکم رمضان کو یہ لڑکا بیمار ہوا۔ اور رمضان بھر میں حضور کا علاج کرتا رہا۔ عین عید کے دن صبح کے وقت اس کی حالت نازک ہو گئی۔ لوگ عید پڑھنے جا رہے تھے اور میں حضور کے دروازہ پر اس لئے کھڑا تھا کہ حضور باہر تشریف لائیں تو چل کر بچہ کو دیکھیں۔ اتنے میں ڈاکٹر محمد حسین اور ڈاکٹر یعقوب بیگ تشریف لائے۔ انہوں نے اندر اطلاع بھجوائی۔ حضور نے کہلا بھیجا کہ میں وضو کر کے آتا ہوں تم دونوں صاحب پہلے فضل الرحمٰن کے لڑکے کو جا کر دیکھ آؤ۔ دونوں میرے ساتھ آئے۔ لڑکا ماں کی گود میں بیہوش پڑا تھا۔ اس کو دیکھ کر ڈاکٹر محمد حسین نے وہیں یہ لفظ کہہ دیا۔ کہ اس کو اب دوائی دینے کی بھی کیوں تکلیف دیتے ہیں۔ اس کی حالت اخیر کو پہنچ چکی ہے۔ یہ سن کر اس کی ماں رونے لگی۔ خیر میں دونوں ڈاکٹروں کے ساتھ حضور کے در دولت پر آ گیا۔ آپ دروازہ میں کھڑے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ بچہ کی کیا حالت ہے۔

میں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے۔ اس کو اب دوائی دینے کی بھی کیوں تکلیف دیتے ہو۔ فرمایا۔ ان کو کیا آتا ہے۔ جاؤ کیوڑہ اور گاؤ زبان اس کو پلاؤ۔ میں مسجد میں چل کر دعا کروں گا۔ میں ایک بوتل کیوڑا اور گاؤ زبان دے کر عید گاہ کو چلا گیا جب میں عید سے فارغ ہو کر گھر آیا۔ تو دیکھا کہ بچہ کھیل رہا تھا۔ میں نے جا کر حضرت صاحب سے عرض کی۔ فرمایا مجھے تو یقین تھا کہ میری دعاؤں کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے نعم البدل عطا کیا ہے۔ نعم البدل دیکر فوراً اللہ تعالیٰ چھین نہیں لیا کرتا۔ چنانچہ وہ بچہ بفضل الٰہی تیسری جماعت میں پڑھتا ہے۔

روایات ۷۶

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ صاحب ساکن چھہڑ ضلع ہزارہ

ایک دفعہ حضور گورداسپور مقدمہ کی وجہ سے تشریف لے گئے اور بہت سے خدام ساتھ تھے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ واپسی کے وقت ہر ایک دوست کو مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعہ کرایہ دیا جاتا تاکہ کوئی دوست بلا کرایہ پیدل نہ جائے۔ اور باقی سامان خورونوش تو حضور خود کر دیا کرتے تھے۔ میں نے کرایہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور مفتی صاحب کو کہہ دیا کہ میرے پاس کرایہ ہے۔ اگر نہ ہوتا تو لے لیتا۔ حضرت صاحب پاس ہی تھے۔ سن کر فرمایا کہ میں شفقت سے دیتا ہوں، آپ نہیں لیتے، کیا باقیوں کے پاس کرایہ نہیں ہے۔ جو دیا جائے وہ لینا چاہئے۔ میں نے جھٹ ہاتھ بڑھا کر کرایہ لے لیا۔ یہ حضور کی کمال شفقت تھی کہ اگر کوئی بلا کرایہ ہوتا تو اس

کو بھی مل جاتا۔ کیونکہ بہت دوست ایسے بھی ہوتے تھے۔ جن کے پاس
کرایہ نہیں ہوتا اور وہ مانگتے بھی نہیں۔

مجھے ایک دو روحانی بیماریاں تھیں۔ جو نہ ظاہر کرنے کے قابل تھیں۔
اور جن کا چارہ بھی بغیر ظاہر کئے نظر نہ آتا تھا۔ میں شش و پنج میں تھا کہ کیا
کروں۔ جب تک ظاہر نہ کروں اصلاح کیسے ہوگی۔ اور ظاہر کرتے ہوئے
شرم دامنگیر تھی۔ اللہ اللہ حضور کی قوت اعجازی کے۔ حضور نے خود ہی
تقریر میں فرمادیا کہ بہت سے لوگ اپنی بدیوں کو چھوڑنا چاہتے ہیں مگر چھوڑ
نہیں سکتے۔ اس واسطے ان کو چاہئے کہ اس بدی کے اسباب تلاش کریں کہ
وہ بدی کیوں ہوتی ہے اور کن وجوہات سے آتی ہے۔ اور مثال بیان کی۔ یہ
سامنے سے بدبودار دھواں آتا ہے۔ اگر منہ کے آگے ہم کپڑا کر بھی لیں تو
ہاتھ ہلنے سے کپڑا ہل جائے گا۔ اور دھوآں ہم کو تکلیف دے گا۔ اس لئے
اگر ہم یہ سوچیں کہ دھوآں کہاں سے آتا ہے۔ اور وہ طاق یا روشندان بند
کردیں کہ جس سے دھوآں آتا ہے۔ تو ہم دھوئیں سے محفوظ رہ سکتے
ہیں۔ اسی طرح گناہ کی حالت میں ان اسباب سے انسان الگ ہو جائے۔ کہ
جن سے گناہ ہوتا ہے۔ اس جگہ۔ اس مکان اور پیشہ اور مجلس کو چھوڑدے
جو گناہوں کا باعث ہو۔

ایک دفعہ میں ایک قیمتی چوغہ سرخ اور روسی بانات کا بڑے شوق اور
بڑی محنت سے بنوا کر لایا۔ مہمان خانہ میں ایک دوست نے کہا۔ یہ چوغہ کیسا
ہے۔ میں نے کہا۔ حضرت صاحب کے لئے لایا ہوں۔ اس نے کہا حضرت
صاحب تو نہ پہنیں گے۔ کیونکہ میرے سامنے کی بات ہے۔ ایک معزز

احمدی نے چند دن ہوئے کچھ کپڑے پیش کئے۔ آپ نے واپس کردیئے۔
میں نے کہا کچھ بھی ہو میں تو سال بھر اس کے فکر میں رہا اور عمدہ کپڑا سلا
کر کے شوق سے 'اخلاص سے حضور کے لئے لایا ہوں۔ اگر نہ پہنیں گے تو
میں کسی اور جگہ تو دیتا نہیں۔ پھر تو میں اسے جلادوں گا۔

انہوں نے بہت سمجھایا۔ مگر میں نہ مانا۔ آخر میں وہ چوغہ لے گیا اور
حضور کے آگے رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا کہ حضرت یہ! بس
یہ ہی کہا تھا کہ حضور نے شفقت اور بڑے ادب سے اس کو اٹھالیا۔ میرا دل
باغ باغ ہوگیا۔ حضور لے کر اندر تشریف لے گئے۔

روایت ۷۷

منشی جھنڈے خاںؓ ساکن ببیے ہالی ضلع گورداسپور

مصنف چمکار احمدی و چمکار مہدی

جب میں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت کرلی۔ تو گاؤں کے لوگوں نے
مخالفت شروع کردی۔ مسلمانوں نے تو کرنی ہی تھی ہندو لوگ بھی درپے
آزار ہو گئے۔ اور کہا۔ لڑکے نہیں پڑھائیں گے۔ تم تو مرزائی ہو گئے۔
مجھے ان کی شرارتوں سے خوف ہوا تو قادیان آیا۔ ایڈیٹر الحکم نے مشورہ دیا
کہ آپ قادیان آجائیں۔ میں آپ کو دفتر میں ملازمت دینے کو تیار
ہوں۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے اجازت چاہی۔ آپ نے پوچھا تم کو
وہاں کیا ہے۔ میں نے عرض کردی کہ یہ حالت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ صحابہ

کے مقابلہ میں یہ تکالیف کچھ بھی وقعت نہیں رکھتیں۔ انہوں نے نے بڑا صبر اور استقامت دکھائی ہے۔ ابھی تو وہ آپ کو دھمکیاں ہی دیتے ہیں۔ اگر واقعی یہی ہو جائے تو ایک پیشہ کو ہرگز ہرگز رازق قرار نہ دو۔ اللہ پر توکل رکھو اور کام پر لگے رہو۔ اگر ایک راہ بند ہو گئی تو رازق کئی اور راہیں کھول دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے روزگار کو چھوڑنا میرے نزدیک ایک کفران نعمت ہے۔ جو خدا کے دیئے ہوئے رزق کو لات مار کر آتا ہے۔ پھر مجھے تو ڈر ہی لگتا ہے کہ وہ کیسے کامیاب ہو۔

روایت ۷۸

احمد دین صاحبؓ درزی مہاجر

میرے والدین مجھے بیعت نہ کرنے دیتے تھے اور مخالفت کرتے تھے۔ میں ان سے چوری ہی بیعت کرنے کو آیا۔ میرے پاس صرف ایک روپیہ چار آنے تھے۔ جب میں نے بیعت کرلی۔ میں نے چاہا کہ نذر دوں۔ گو تیس کوس کا سفر کرنا کرایہ اور خرچ بھی ایک روپیہ چار آنے میں پورا نہ ہوتا تھا۔ مگر میں نے ایک روپیہ پیش کردیا۔ حضور نے تبسم بھر کر فرمایا رہنے دو۔ میں نے کہا حضور قبول فرمالیں۔ پھر میرے عرض کرنے پر حضور نے قبول فرمالیا۔ میں نے چار آنے سفر خرچ رکھ لیا تھا۔ باقی سفر پیدل کر لیا۔

روایات ۷۹

بابو فخرالدین صاحب کلرک ترقی اسلام

۱۹۰۷ء۔ میں ایک دن حضور سیر میں تھے۔ میاں مبارک احمد آگے

آگے جاتے تھے۔ اور وہ کھیت کی بٹ پر سے کودتے ہوئے چلتے تھے حضرت صاحب نے فرمایا۔ میاں گر جاؤ گے ایسے نہ چلو۔ راستہ پر سے ہو کر چلو۔ چنانچہ ساری سیر میں میاں نے ایسا نہ کیا۔ اور حضور کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔

۱۹۰۸ء کے ابتداء میں میں اپنے وطن ملتان گیا۔ میرے والد صاحب اس سلسلہ میں داخل نہیں تھے اور چونکہ ملتان میں ۱۹۰۸ء تک طاعون نہیں ہوئی تھی۔ میرے والد صاحب کو اعتراض تھا کہ تم قادیان کو دارالامان کہتے ہو۔ جہاں تھوڑے بہت طاعون کے کیس (Case) ہو چکے ہیں۔ دارالامان تو ہمارا ملتان ہے جہاں اب تک طاعون نہیں ہوئی۔ میں نے یہ واقعہ حضرت مسیح موعودؑ سے قادیان میں آکر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو کہہ دو جلدی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ ہر ایک بستی اور ہر ایک شہر میں طاعون آئے گی۔ چنانچہ اس کے بعد ۱۹۰۸ء میں ملتان میں طاعون بڑی زور سے پڑی۔ اور سو اموات روزانہ تک نوبت پہنچ گئی۔

ایک دفعہ ایک معزز دست یہاں تشریف لائے۔ ایک چور بھی ان کے ساتھ لگ گیا۔ اور ساتھ ہی آیا۔ وہ مہمان خانہ میں ٹھہرے اسباب رکھا اور ظہر کی نماز کے لئے مسجد میں آئے۔ اس نے اسباب اٹھایا اور چلتا بنا۔ جب وہ مہمان خانہ میں آئے۔ تو اسباب نہ پایا۔ حضرت صاحب کو اطلاع دی۔ آپ نے حامد علی کو فرمایا کہ جاؤ یکہ میں بیٹھ کر بٹالہ کی سڑک پر ادھر ادھر تلاش کرو۔ اور

تلاش کرو۔ اور ایک دو دوستوں کو ادھر ادھر دیکھنے کو فرمایا۔ حافظ حامد علی یکہ میں بیٹھ کر چلے۔ اور تھوڑی ہی دور گئے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص راستہ کے ایک طرف بیٹھا ہے۔ انہوں نے اس کو پکڑ لیا۔ کیونکہ اس کا حلیہ اور پوشش ان مہمان صاحب نے بتا دی تھی۔ اور اس پکڑ کر حضرت صاحب کے پاس لائے۔ اور اسباب لا کر حضرت صاحب کے آگے رکھ دیا۔ آپ نے حامد علی کو فرمایا۔ دیکھو ہرگز غفلت نہ کیا کرو۔ اور مہمانوں کی تکالیف کا خیال رکھا کرو۔ اگر کسی مہمان کا اسباب جاتا ہے تو تبھی جاتا ہے جب تم لوگ غافل ہوتے ہو اور اس چور کو صرف یہ فرمایا۔ جاؤ پھر کبھی قادیان نہ آنا چلے جاؤ۔ دوڑ جاؤ۔ اور وہ چلا گیا۔

ایک دفعہ حضرت ام المومنینؓ لاہور تشریف لے گئیں۔ اور حضرت صاحب قادیان تھے۔ لاہور سے اطلاع آئی کہ ہم فلاں دن دو بجے آویں گے۔ حضرت صاحب نے ایڈیٹر الحکم اور مولوی محمد احسن صاحب کو ایک دن پہلے بھیجا کہ مکان وغیرہ کا انتظام کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ محمد حسین بٹالوی کو اطلاع کر دیں کہ ہم فلاں مکان پر ٹھہریں گے۔ اگر وہ ملنا چاہیں تو مل لیں۔ اگلے دن حضور نے چند افغانوں کو ہمراہ چلنے کا حکم دیا۔ اور لوگوں کو ساتھ چلنے کی اجازت نہ دی۔ میں نے پرچہ لکھ کر اجازت لے لی تھی۔ چنانچہ صبح کو حضور پالکی میں سوار ہو کر چلے۔ ہم لوگ ہمراہ ہو گئے۔ آپ نے پالکی میں آگے قرآن مجید کھولا ہوا تھا۔ اور قادیان سے بٹالہ تک حضور کے آگے سورۂ فاتحہ ہی کھلی رہی۔ اور آپ سورۂ فاتحہ ہی پڑھتے رہے۔ جب پل پر پہنچے۔ میں نے یہاں کچھ الائچیاں اور مصری لی تھی۔ وہ پیش کیں۔

حضور نے الائچیاں تو دو چار چبائیں مصری کو ویسے ہی رکھ چھوڑا۔ جب وہاں پہنچے جہاں حضور کے لئے مکان تجویز تھا۔ آپ پالکی سے اترے اور پیشاب کرنے کے لئے گئے۔ پھر حضور نے آ کر وضو کیا۔ مگر پالکی میں بیٹھ کر۔ چند افغان مہاجر کابلی جو موجود تھے انہوں نے وضو کرایا اور سارے وضو کا پانی وہ ہاتھوں میں لے کر پیتے رہے۔ حتیٰ کے جو پانی پاؤں دھوتے وقت گرا وہ بھی انہوں نے پی لیا۔ پھر حضور نے تھوڑی سی چینی منگوائی اور فرمایا شربت بناؤ۔ جب تم پی چکو تو مجھے بھی دینا۔ اور پھر فرمایا۔ اوہو پالکی میں تھوڑی سے مصری پڑی تھی وہ بھی ڈال لو۔ ہم نے عرض کیا پہلے آپ پی لیں پھر تبرک ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ نے ایک گلاس لے کر اس میں سے نصف پی کر نصف واپس کر دیا۔ ہم نے باقی شربت میں ملا کر پیا۔ اس کے بعد حضور مکان میں تشریف لے گئے جو ٹھہرنے کے لئے تجویز تھا۔ وہاں کئی دوست بٹالے اور لاہور کے پہلے ہی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کھانے کا انتظام ہو چکا ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں حضور ہو چکا ہے۔ فرمایا جو دوست ہمارے ساتھ آئے ہیں پہلے ان کو کھانا کھلاؤ۔ ہم پھر کھائیں گے۔ چنانچہ حضور نے پہلے ہم لوگوں کو کھانا کھلوایا اور پھر شیخ رحمت اللہ وغیرہ کے ساتھ حضور نے خود کھانا کھایا۔ اتنے مین ایک ہندو تحصیلدار تحصیل بٹالہ سے تشریف لائے۔ حضور ان کے ساتھ بڑے اخلاق سے ملے اور شہر کا حال پوچھا۔ انہوں نے عرض کی حضور طاعون تو یہاں ہے۔ آپ نے فوراً تبلیغی رنگ شروع کیا اور دیر تک ان کو تبلیغ فرماتے رہے۔ اور فرمایا ظاہری چوہے مارنے سے کیا ہوتا ہے۔ پہلے دل کے چوہے مارو۔ پھر گاڑی کے آنے

کا وقت ہو گیا۔ حضور اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ گاڑی آ گئی۔ حضور ام المومنین کو اتارنے کے لئے زنانہ گاڑی کی طرف بڑھے۔ حضرت ام المومنین شاید سیکنڈ کلاس میں سوار تھیں۔ حضرت صاحب ورلی طرف تھے۔ ام المومنینؓ دوسری طرف کھڑکی سے نیچے اتر آئیں اور فرمایا محمود کے ابا السلام علیکم آپ نے فرمایا۔ وعلیکم السلام اور مصافحہ کیا۔ اور ساتھ لے کر بے تکلف باہر تشریف لائے۔ اور مکان میں لے گئے۔ تھوڑی دیر ٹھہرے۔ ظہر و عصر جمع کر کے پڑھی گئیں اور پھر قادیان کو چلنے کی تیاری ہوئی۔ گو اسباب کے پاس ہم سب لوگ موجود تھے۔ مگر میں نے دیکھا حضور خود بھی اسباب کے پاس اس طرح ٹہلتے رہے جیسے کوئی پہرہ دار ہوتا ہے۔ حضور نے گرمی کی وجہ سے کوٹ نہیں پہنا تھا۔ صرف پاجامہ۔ ململ کا کرتہ اور واسکٹ پہنی تھی۔ سر پر دوپٹہ تھا اور کمر بند حضور کے کرتہ سے نیچے تک لٹک رہا تھا۔ جو حضور کی سادگی ثابت کر رہا تھا۔ جب سب اسباب یکوں پر لاد لیا گیا اور سب دوست سوار ہو گئے۔ اس وقت حضورؑ سوار ہوئے۔ اور تقریباً آٹھ بجے شام کے معہ ام المومنینؓ کے دار الامان تشریف لائے۔

روایت ۸۰

کشن سنگھ آریہ کیساں والا

ایک دن گرمی کے موسم میں شام کے وقت اندھیرا ہو رہا تھا۔ اور سخت گرمی تھی۔ میں نے ایک بیمار عورت کو دیکھنے کے لئے اندر کہلا بھیجا کہ میرا نام لے کر کہہ دیں۔ آپ لالٹین لے کر فوراً آئے۔ اور حال سنا۔ سن کر

فرمایا مولوی نور الدینؓ صاحب کو بلاؤ۔ آدمی گیا۔ وہ سو رہے تھے' اٹھ کر آئے۔ مولوی صاحب کو حضرت صاحب نے حال سنایا کہ بیمار عورت کو دکھانا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا چلو دیکھ لیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ حضور تشریف نہ لے جائیں۔ میں خود دیکھ آتا ہوں۔ آپ اندر چلے گئے اور مولوی صاحب نے مریضہ کو دیکھا۔ میرا خیال ہے۔ اگر مولوی صاحب کو کوئی پانچ سو روپیہ دیتا۔ تو سوتے اٹھ کر نہ جاتے۔ مگر مرزا صاحب کے حکم سے فوراً چلے گئے۔

حضرت والاشان مسیح موعود علیہ السلام کے خطوط
بنام خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر

بسم اللہ الرحمٰن ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ عزیزی محبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ مع سفوف اور مرہم پہنچ کر موجب شکرگذاری ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے عظیم بخشے ۔ آپ نہایت محبت اور اخلاص سے ہر ایک امر میں بکمال مستعدی تعمیل کرتے ہیں ۔ باقی سب خیریت ہے ۔ والسلام ۔
خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۱۳۔ جولائی ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔
محبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

کل کی ڈاک میں گولیاں کونین کی پہنچیں ۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر بخشے ۔ گولیاں نہایت عمدہ ہیں ۔ اور نہایت محبت اور اخلاص سے بنائی گئی ہیں ۔ امید کہ ہمیشہ اپنی خیر و عافیت سے مطمئن فرماتے رہیں ۔ زیادہ خیریت ہے ۔ والسلام ۔ خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۔ ۳۱ ۔ دسمبر ۱۸۹۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

محبی اخویم خلیفہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ۔ آپ کا محبت نامہ پہنچا ۔ باعث خوشی ہوا ۔ اس جگہ بفضل تعالیٰ سب خیریت ہے ۔ مجھے آپ سے دلی محبت ہے اور آپ یاد آتے رہتے ہیں ۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو دنیا و دین کے مکروہات سے بچا کر آپ کی الٰہی مدد کرے ۔ امید کہ اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں گے ۔ چار ہزار کے اشتہار کے بعد پھر کوئی بھی کارروائی نہیں ہوئی ۔ والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔
محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ۔

آج کی ڈاک میں مبلغ ۵۰ روپیہ مرسلہ آپ کے مجھے کو مل گئے ہیں جزاکم اللہ خیرا عجیب اتفاق ہے کہ مجھ کو آج کل اشد ضرورت تھی ۔ آج ۴ ۔ نومبر ۱۸۹۸ء کو خواب میں مجھ کو دکھایا گیا کہ ایک شخص نے روپیہ بھیجا ہے ۔ میں بہت خوش ہوا ۔ اور یقین رکھتا تھا کہ آج ۴ ۔ نومبر ۱۸۹۸ء کو آپ کا پچاس روپیہ آگیا ۔ فالحمدللہ وجزاکم اللہ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روپیہ بھیجنا درگاہ الٰہی میں مقبول ہے ۔ چنانچہ آج جو جمعہ کا روز ہے ۔ میں نے آپ کے لئے درگاہ الٰہی میں نماز جمعہ میں دعا کی ۔ امید کی انشاء اللہ پھر کئی دفعہ کروں گا ۔ مجھے آپ سے دلی محبت ہے ۔ اب دل بہت چاہتا ہے کہ آپ نزدیک آجائیں ۔ اللہ تعالیٰ اسباب پیدا کرے ۔ باقی سب خیریت ہے ۔

والسلام خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۴۔ نومبر ۱۸۹۸ء بروز جمعہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔
محبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے متواتر عنائت نامے پہنچے۔ چونکہ میں درد سر اور اسہال وغیرہ عوارض سے بیمار رہا۔ اس لئے جواب نہیں لکھ سکا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ اور کامیاب فرمائے۔ کئی احباب کو کافی عرصہ قادیان میں ٹھہرنے کا موقعہ ملتا ہے مگر آپ کو بہت کم اتفاق ہوا ہے۔ بہتر ہو کہ کسی وقت آپ کو مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے لئے قادیان میں رہنے کا اتفاق ہو۔ آپ کی فطرت میں بہت مادۂ سعادت ہے۔ پس اس سعادت کے ساتھ قرب کے فیوض سے بھی حصہ لینا چاہئے۔ امتحان پیش آمدہ میں خدا تعالیٰ آپ کو پاس کرے۔ آمین۔ لکھنؤ کے عمدہ تحفوں میں عطر ہوتا ہے اور مجھے بھی عطر کے ساتھ بہت محبت ہے اگر عطر کیوڑہ یا فتنہ یا کوئی اور عمدہ ہو تو آپ بقدر ایک تولہ عنایت فرمائیں۔ زیادہ خیریت ہے اور دعا آپ کے لئے کر رہا ہوں۔ خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔
خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔
محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر رشید الدین سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ کل کی ڈاک ۱۷۔ مارچ ۱۸۹۹ء کو مبلغ

پچاس روپیہ مرسلہ آپ کے پہنچے۔ یہ امر آپ کی تکلیف اور تنگی خرچ کا موجب نہ ہو۔ آپ کی محبت اور اخلاص ایک امر ہے جو پختہ یقین سے مرکوز خاطر ہے۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ آپ طاقت سے زیادہ تکلیف اٹھایا کریں۔ میں نے آپ کے لئے سلسلہ دعا کا جاری کیا ہے۔ امید کہ اللہ تعالیٰ یا تو کسی بشارت کے ذریعہ اور یا خود بخود اثر دعا کا ظاہر کرے گا۔ آج کل ایک ماہ کی رخصت لے کر ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب قادیان میرے پاس موجود ہیں اور ایک ہفتہ برابر یہاں رہیں گے۔ مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو دشمنوں کے الزام سے بری کیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ کتاب حقیقتہ المہدی آپ نے دیکھ لی ہو گی۔ خدا تعالیٰ نے قبل فیصلہ مقدمہ تمام حال ظاہر کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد تر اس ملک میں لاوے۔ اور بہت خوب ہو کہ کسی قریب تر مقام میں پنجاب میں آپ متعین ہوں۔ باقی سب خیریت ہے۔ از طرف ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب اور دوسرے حاضرین کے السلام علیکم۔ والسلام
خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۱۸۔ مارچ ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔
محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ پانچ روپے مرسلہ آپ کے مجھ کو پہنچے۔ خدا تعالیٰ آپ جزائے خیر بخشے کہ آپ اپنے وعدہ کو محض للہ سنت صادقہ کے ساتھ پورا کر رہے ہیں۔ اور اس قحط الرجال میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں کہ

خدا تعالیٰ کے لئے مواعید کو پورا کرنے والے ہوں۔ آج کل مخالفین کا زور حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ لاہور تو آج کل گویا آتش کدہ ہے۔ ہر روز نئے نئے فتنہ پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ رسالہ "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" آپ کے پاس پہنچا ہے یا نہیں۔ اور رسالہ سراج منیر اور حجتہ اللہ اور استفتاء اور چودھویں صدی کے اخبار کا جوابی اشتہار آپ کو پہنچا ہے یا نہیں۔ ان میں سے اگر کوئی رسالہ یا اشتہار نہ پہنچا ہو تو مطلع فرماویں۔ تاکہ آپ کو بھیج دیا جاوے۔ زیادہ خیریت ہے والسلام خاکسار مرزا غلام احمد صاحب عفی عنہ ۹۔ جولائی ۱۸۹۷ء۔ کیا آپ کی نینی تال کی بدلی ہو گئی ہے یا نہیں۔ اگر ہو گئی ہے تو مفصل پتہ ارسال فرماویں۔ تا آئندہ اس پتہ پر خط لکھا کروں۔ بالفعل چکرانہ میں ہی خط بھیجتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ مع مبلغ ساٹھ روپے بہ تفصیل مندرجہ پہنچے۔ جزاکم اللہ خیر الجزا۔ آمین۔

مقدمہ متدائرہ ۲۴۔ فروری ۱۸۹۹ء کو خارج کیا گیا اور مجھ کو بری کیا گیا اور محمد حسین کو فہمائش کر کے رہا کیا گیا۔ مگر بری نہیں ہوا۔ جانبین سے دو نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آئندہ کسی کی موت کی پیشگوئی نہ کریں۔ اور ایک دوسرے فریق کو کافر اور کذاب اور دجال نہ کہے۔ قادیان کو چھوٹے

کاف سے نہ لکھیں۔ اور نہ بٹالہ کو طاء سے لکھیں۔ اور محمد حسین کو یہ بھی فہمائش ہوئی کہ وہ اپنے دوستوں کو گندی گالیاں اور فحش گوئی سے روکے۔ غرض اس طرح پر مقدمہ فیصلہ ہو گیا۔ اب میں انشاء اللہ القدیر آپ کے لئے دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس جگہ خیر و عافیت سے جلد لاوے۔ باقی سب طرح سے خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۳۔ مارچ ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کے گھر کے لوگوں کے لئے دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ شفاء بخشے۔ آمین۔ ان دنوں میں سرکار کی طرف سے مجھ پر بشمولیت محمد حسین ایک فوجداری مقدمہ دائر ہو گیا ہے۔ ایک پیشی ہو چکی ہے۔ اب ۵۔ جنوری ۱۸۹۸ء مقرر ہے۔ آج کل ایسے نازک مقدمات میں بغیر وکلاء کے کام نہیں چلتا اس لئے میں نے تجویز کی ہے کہ اپنے چند خاص اور مخلص دوستوں سے خرچ وکلاء مقدمہ کے لئے مدد طلب کی جائے۔ اس لئے ایسے خوفناک وقت میں آپ کو ہی تکلیف دیتا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ دلی اخلاص اور محبت سے معمور ہیں۔ باقی ہر طرح سے خیریت ہے۔

والسلام خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۱۹۔ دسمبر ۱۸۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

چونکہ مجھے ایک اشد ضرورت درپیش ہے۔ اس لئے بہمراہ چند اور مخلص دوستوں کے آپ کو بھی جو اول درجہ کے اخلاص اور محبت پر ہیں بوجہ ضرورت تکلیف دیتا ہوں کہ وہ پانچ روپیہ جو آپ ماہ بماہ مجھے دیتے رہتے ہیں۔ وہ چار ماہ کے پیشگی کے حساب سے بیس روپیہ بھیج دیں۔ اور آئندہ جب تک اس پیشگی روپیہ کی میعاد ختم نہ ہو۔ کچھ نہ بھیجیں۔ ضرورت کی وجہ سے تکلیف دی جاتی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو جلد ارسال فرماویں۔ اور کل سے میاں عبدالحکیم صاحب ڈاکٹر پٹیالہ ملنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ ۳۰۔ مئی ۱۸۹۹ء تک میرے پاس رہیں گے۔

والسلام خاکسار مرزا غلام احمد یکم مئی ۱۸۹۹ء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی ہمدردی نہایت قابل شکرگذاری ہے کہ آپ نے مقدمہ کا حال سن کر پچاس روپے ارسال فرمائے ہیں اور پہلے ان سے چالیس روپے دیئے تھے۔ اور مبلغ ۶۰ روپیہ مدرسہ کے لئے پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ خیرا"۔ بوجہ شدید کم فرصتی زیادہ نہیں لکھ سکا۔ تاریخ پیشی ۱۱۔ جنوری ہے۔ بظاہر مقدمہ خطرناک ہے۔ خدا تعالیٰ حافظ ہو۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کوہ چکرانہ ضلع سہانپور

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ باعث تکلیف دہی یہ ہے کہ اس مہمان خانہ میں دن بدن بہت آمد و رفت مہمانوں کی ہوتی جاتی ہے۔ اور پانی کی دقت بہت رہتی ہے۔ ایک کنواں تو ہے مگر اس میں ہمارے بے دین شرکاء کی شراکت ہے۔ وہ آئے دن فتنہ فساد برپا کرتے رہتے ہیں۔ اور نیز سقہ کا خرچ اس قدر پڑتا ہے کہ اس کی تین سال کی تنخواہ سے ایک کنواں لگ سکتا ہے۔ لہٰذا ان دقتوں کے دور کرنے لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ ایک کنواں لگایا جاوے۔ آج فہرست چندہ مخلص دوستوں کی مرتب کی گئی جس میں آپ کا نام بھی داخل ہے۔ اس چندہ سے یہ غرض نہیں ہے کہ کوئی دوست فوق الطاقت کچھ دیوے۔ بلکہ جیسا کچھ چندوں میں دستور ہوتا ہے۔ جو کچھ بطیّب خاطر میسر آوے وہ بلاتوقف ارسال کرنا چاہیئے۔ اپنے پر فوق الطاقت بوجھ نہ ڈالنا چاہیئے کہ اس خیال سے انسان بعض اوقات خود چندہ سے محروم رہ جاتا ہے۔ یہ کام بہت جلد شروع ہونے والا ہے۔ اور چاہ کی لاگت تخمیناً "۱۹۰ ہوگی۔ اگر خدا تعالیٰ چاہے گا۔ تو اس قدر دوستوں کے تمام چندوں سے وصول ہو سکے گا۔ والسلام خاکسار غلام احمد دسمبر ۱۸۹۶ء

آپ ہمیشہ سے بکمال محبت وصدق دل اعانت اور امداد میں مشغول ہیں اور در چندہ دہندگان آپ کا نام لکھا گیا ہے۔ گو آپ چار آنہ بطور چندہ دے

دیں۔غلام احمد بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ ملا بدریافت خیروعافیت خوشی ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ میری یہ بیماری دراصل دل کی معلوم ہوتی ہے کہ یک دفعہ دوران خون کی حرکت کم ہو جاتی ہے۔ اور نیز دل کی حرکت کم ہو جاتی ہے اور ٹھنڈا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی ہاتھ پیروں کی طرح سو جاتے ہیں۔ دماغ میں غشی لانے والی لہریں محسوس ہوتی ہیں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ یہ بیماری کافور کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ جس کافور کا میں استعمال کرتا ہوں۔ اس میں عنبر ملا ہوا ہوتا ہے۔ جو دل کا مقوی ہے۔ اور ساتھ ہی جائفل بھی ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی مشک بھی استعمال کرتا ہوں۔ یہ تمام چیزیں مقوی دل ہیں۔ بلکہ یہ بیماری عرصہ تیس برس سے لاحق ہے۔ کمزوری اور ضعف کسی اور بیماری سے برپا ہو جاتی ہے۔ چونکہ آج تک میں نے ۲۵۔ روزے رکھے تھے۔ بہت ہی کم غذا کھائی۔ دس دن میں شاید اس قدر غذا کھائی ہوگی جو تندرست انسان ایک دن میں یا حد دو دن میں کھا سکتا ہے۔ اس لئے اس بیماری نے جلد جلد دورہ شروع کیا۔ اب بھی یہی حالت ہے۔ آج ناچار ہو کر ۲۶۔ تاریخ رمضان کو میں نے روزہ نہیں رکھا ہے۔ یوں گھبراہٹ کچھ بھی نہیں یہ حالت ہے۔ امید کہ آپ اپنے حالات خیریت آیات سے جلد جلد مطلع فرماتے رہیں گے۔ میری تو زندگی محض

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ میرے دونوں بدن کے حصے بیمار ہیں۔ دن میں پندرہ پندرہ مرتبہ اور کبھی چالیس چالیس دفعہ پیشاب آتا ہے۔ اور سخت ضعف ہو جاتا ہے۔ یہ نیچے کے دھڑ کی حالت ہے۔ اور اوپر کے حصہ میں دل جو اشرف الاعضاء ہے بیمار ہے جیسا کہ اوپر ذکر گیا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ دو چادریں زرد رنگ کی ہیں جو مسیح موعود کی ذاتی نشانی ہے۔ انہی دو چادروں کی وجہ سے ضرور تھا کہ مسیح کا ہاتھ (دنیا میں اترتے وقت) دو فرشتوں کے کندھوں پر ہوتا۔ اب ہر دو بیماریوں میں محض خدا کا فضل علاج کرتا رہا ہے۔ والسلام میرزا غلام احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آں محب کا عنایت نامہ پہنچا۔ مع مبلغ پچاس روپیہ کے مجھ کو ملا۔ جزاکم اللہ خیر الجزا۔ چونکہ اس خط میں بخار آ جانے کا ذکر تھا۔ اس لئے طبیعت متردد ہے۔ امید کہ دوسرے خط میں اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماویں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بفضل خود خیروعافیت سے اس جگہ سے مخلصی عنایت فرماوے۔ آمین ثم آمین اس جگہ تادم تحریر ہر طرح سے خیروعافیت ہے۔ چار نئی کتابیں چھپ رہی ہیں یقین ہے کہ جلد تر چھپ جائیں گی۔ نہایت خوشی کی بات ہے۔ اگر مصر کی طرف سے واپسی کی اجازت آ جائے۔ بہرحال استقامت سے ہر ایک کام کرنا چاہئے۔ اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ بمبئی میں طاعون ترقی کر رہی ہے۔ اور

مدراس کے تین ضلعوں میں بھی شروع ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے۔ ہندو جوتشی تو ۱۸۹۹ء میں اس کا خاتمہ بتاتے ہیں۔ والعلم کلہ عند اللہ۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ از قادیان ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ مبلغ پچاس روپے مرسلہ آپ کے مجھ کو پہنچ گئے۔ ایسے نازک اور ضرورت کے وقت میں جبکہ بد طینت حاسدوں نے عدالت میں میرے پر مقدمہ اٹھایا ہوا ہے۔ آپ کا متواتر امداد کرنا قابل شکر گذاری ہے۔ جزاکم اللہ خیر الجزا۔ اب مقدمہ کی تاریخ ۱۴۔ فروری ۱۸۹۹ء ہے۔ غالباً اتوار کے دن عید ہوگی۔ اس صورت میں پیر کو بمقام پٹھان کوٹ مقدمہ پر جانا ہوگا۔ واللہ اعلم۔ اب میں نے عہد کر لیا ہے کہ کچھ عرصہ آپ کے لئے دعا کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ دوری مجبوری سے بخیر و عافیت رستگاری عنایت فرماوے آمین ثم آمین۔ باقی سب طرح سے خیریت ہے۔ والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۱۔ جنوری ۱۸۹۹ء

۳۰/اکتوبر ۱۸۹۹ء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ مبلغ پچاس روپے مرسلہ آپ کے پہنچ

گئے۔ جزاکم اللہ خیرا۔ لیکن ابھی تک معلوم نہ ہوا کہ آپ کی عرض پر کیا حکم آیا۔ امید کہ اپنے حالات خیریت آیات سے ہمیں مطلع فرمائیں گئے اگر آب و ہوا موافق نہیں تو اللہ تعالیٰ فضل فرماوے کہ وہاں سے پنجاب میں تبدیلی ہو جاوے۔ امید کہ تادم ملاقات خیریت آیات سے مسرور الوقت فرماتے رہیں گے۔ زیادہ والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ آج کی تاریخ مبلغ پچاس روپے مرسلہ آپ کے مجھ کو پہنچے۔ جزاکم اللہ خیر الجزا۔ اب بہت عرصہ گذر گیا۔ اللہ تعالیٰ جلد تر آپ کو اس ملک میں لاوے۔ میں دعا میں مشغول ہوں۔ امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم اور کرم سے جلد تر دعا منظور ہو جائے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ حالات خیریت آیات سے جلد جلد مطلع فرماتے رہیں۔ انشاء اللہ القدیر دعا برابر اوقات خاصہ میں کرتا رہوں گا۔ اور بفضلہ تعالیٰ قبول ہو گی۔ زیادہ خریت ہے۔

۱۔ اپریل ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا کارڈ پہنچا۔ اب انشاء اللہ القدیر آپ کے لئے دعا کروں گا۔ خدا تعالیٰ کسی مقام حسب المراد میں آپ کی تبدیلی کردیوے۔ آمین ثم آمین۔ امید کہ اپنے حالات خیریت آیات سے ہمیشہ آپ مطلع فرماتے رہیں گے۔ میں آپ سے دلی محبت رکھتا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ اللہ جل شانہ دین و دنیا میں آپ کے ساتھ ہو۔ اور ہر ایک رنج وبلا سے بچاوے۔ آمین۔ باقی خریت ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۸۔ فروری ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ مبلغ پانچ روپیہ آں محب مجھ کو پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اللہ جلشانہ اس محبت اور اخلاص کی جو محض للہ آپ سے ظہور میں آرہی ہے۔ دارین میں بہت جزائیں بخشے۔ مجھے آپ سے دلی محبت ہے۔ اور میں خدا تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ کو دن بدن اپنی محبت میں ترقیات عطا فرماوے۔ اور دین و دنیا میں حافظ و ناصر رہے۔

والسلام

خاکسار غلام احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

عزیزی محبی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ اب انشاء اللہ عنقریب آپ کی خدمت میں ست بچن و آریہ دھرم روانہ ہو گا۔ چونکہ بچوں کے لئے دستوں کے وقت کلوراوائین کی ضرورت پڑتی ہے اور مجھے بعض وقت دست آتے ہیں تو مفید پڑتی ہے۔ لاہور سے منگوائی گئی تھی مگر خراب نکلی۔ اگر آپ کے پاس ولائتی ساخت کی یہ دوا موجود ہو تو ایک شیشی اس میں سے بھیج دیں۔ یہ وہی دوا ہے جو آپ نے امرتسر کے مباحثہ میں خرید کردی تھی۔ جب مجھے دست آتے تھے۔ باقی اس جگہ بفضلہ تعالیٰ سب طرح سے خریت ہے۔ بڑے دن پر شاید احباب آئینگے۔

والسلام۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۳۔ دسمبر ۹۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

میرے نزدیک تو مناسب ہے کہ کل تشریف لے جاویں۔ کل کے لئے تو اجازت ہے۔ آج توقف فرماویں۔ لڑکا ایک دن کے لئے دہلی جائے گا۔

والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

نقل خطوط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم سید ناصر شاہ صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا امید ہے کہ انشاء اللہ آپ کے لئے دعا کرتا رہوں گا۔ آپ بھی یاد دلاتے رہیں۔ اور دوا جو تجویز کی گئی ہے اس سے بھی اطلاع دیں کیسی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو صاحب اولاد کرے۔ آمین ثم آمین۔ اور میں بہت خواہش رکھتا ہوں کہ کچھ مدت محی اخویم سید فضل شاہ صاحب میرے پاس رہیں۔ اور شاید آگے میں نے ذکر کیا تھا۔ ان کی خدمت میں میری طرف سے السلام علیکم۔ اگر قادیان آ جائیں تو نہایت بہتر ہے اس تقریب سے چند روز پھر ملاقات ہوتی رہے گی۔
والسلام غلام احمد عفی عنہ ۱۴۔ اگست ۱۸۹۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔
محی عزیزی اخویم سید فضل شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ عزیزی سید ناصر شاہ کی علالت طبیعت سے سخت قلق واضطراب ہے۔ خط کو پڑھتے ہی بدرگاہ حضرت ارحم الراحمین دعائے صحت کی گئی۔ اللہ جل شانہ صحت کامل عطا فرمائے۔ امید ہے کہ صحت اور خیروعافیت سے جلد مطمئن فرمادیں گے۔ کہ صحت کامل کا بہت خیال رہے گا۔ اور آپ کی نسبت مجھے ہر وقت خیال رہتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف نظر ہے۔ والسلام
خاکسار غلام احمد از قادیان ۳۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء

۱۶۔ فروری ۱۸۹۱ء۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔
محی عزیزی اخویم سید فضل شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔
السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ میں اس وقت سیالکوٹ میں ہوں۔ اور آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ‘ آپ کے تمام مقاصد پورے کرے۔ آمین۔ اس وقت بباعث شدت کم فرصتی میں زیادہ نہیں لکھ سکا۔ انشاء اللہ کسی دوسرے وقت میں مفصل خط لکھوں گا۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از سیالکوٹ

از طرف احقر العباد حامد علی۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔
اس عاجز نے کئی دفعہ دعا کے لئے یاد کرایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔
مشفقی محی عزیزی اخویم سید فضل شاہ صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔ آپ کے کئی عنایت نامے پہنچے ہیں۔ بوجہ سرگردانی سفر کے جواب نہیں لکھ سکا۔ مجھ کو آپ کی پریشانی سے سخت تردد اور غم ہے۔ اور میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کے فکر کو جلد دور کرے۔ اور اپنی طرف سے آپ کے لئے وجہ معاش عطا فرماوے۔ محی! آپ کا بہت خیال اور از حد خیال رہتا ہے۔ اور دعا کی جاتی ہے۔ مگر ہر ایک امر وقت پر موقوف ہے۔ وہ لوگ بیوقوف ہیں جو آپ کو ڈراتے ہیں کہ آپ بہت

ساده ہیں کہ آپ سے نوکری نہیں ہوگی۔ وہ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ مگر میرے نزدیک بجائے نوکری کے اگر آپ کسی ٹھیکہ کی طرف توجہ فرماویں تو یہ بہتر ہے۔ اور میں اس وقت بمقام جالندھر غلہ منڈی میں برمکان زین العابدین اترا ہوا ہوں۔ آپ کی ملاقات کا ازحد شوق ہے لیکن وقت پر موقوف ہے۔ زیادہ خیریت۔ والسلام۔

از طرف حامد علی السلام علیکم۔ خاکسار غلام احمد از جالندھر

از طرف مولوی عبد الکریم سہارنپوری السلام علیکم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم سید فضل شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ مبلغ بیس روپے جو عزیزی سید ناصر شاہ صاحب نے اس عاجز کے لئے اور نیز مبلغ پانچ روپیہ جو عرب صاحب کے لئے بھیجے ہیں۔ کل پچیس روپیہ روپے پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ خیرا"

یہ عاجز بباعث علالت لڑکی اب تک لدھیانہ میں رہا۔ اب ۱۰۔ مئی ۱۸۹۴ء کو لڑکی بقضاء الٰہی فوت ہوگئی۔ سو اب انشاء اللہ ۱۴۔ مئی ۱۸۹۴ء کو قادیان کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ عزیزی ناصر شاہ صاحب کو بعد السلام علیکم۔ مضمون واحد ہے۔ والسلام خاکسار غلام احمد از محلّہ اقبال گنج لدھیانہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

محبی مشفقی اخویم منشی کرم الٰہی صاحب سید فضل شاہ صاحب۔ السلام علیکم

ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

پارسل مرسلہ آپ کا جو پارچات پاجامہ و کرتہ۔ کیلا اور سنگترے کا تھا پہنچ گیا۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ مجھ کو بہت ندامت اور شرمندگی ہے۔ کہ بیکاری اور تنگی کے ایام میں اس تکلیف اٹھانے کا وقت نہیں۔ خدا تعالیٰ میرے عزیز دوست سید فضل شاہ صاحب کو بر سر روزگار کرے۔ نیز اپنی مرادات تک پہنچائے۔ پھر مانگ کر بھی تکلیف دیا کریں گے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ میرے عزیز دوست سید فضل شاہ صاحب کو مجھ سے بہت محبت اور اخلاص ہے اور وہ مخالف بدگو کے مقابل پر بوجہ جذبہ اخلاص صبر نہیں کر سکتے۔ ہمارے لئے یہ دن صبر اور حلم کے ہیں۔ ہمیں یہی چاہئے۔ کہ لوگ گالیاں دیں اور ہم اس کی برداشت کریں۔ آخر حق غالب آجایا کرتا ہے اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ ہمارے بولنے کی حاجت نہیں۔ کام کرنے والا آسمان پر کر رہا ہے۔ اس عاجز کو خود سید فضل شاہ صاحب کے لئے خیال ہے اور بغیر یاد دہانی کے دعا کر رہا ہوں۔ آج خط کے پڑھنے کے بعد بھی دعا کی۔ اور آپ کے لئے بھی۔ آج رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام روانہ خدمت کرتا ہوں۔ ازالہ اوہام جس وقت آیا روانہ خدمت کروں گا۔ اپنے حالات سے مطلع فرمایا کریں۔ والسلام خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج ۱۹۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔

عزیزی محبی سید فضل شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط اور آپ کی وہ تمام چیزیں جو آپ نے مہربانی فرما کر ارسال کی ہیں پہنچ گئی ہیں۔ جزاکم اللہ خیرالجزا۔ خداوند کریم آپ ان سب خدمات کا جو آپ کرتے رہے ہیں۔ اجر بخشے۔ اور آپ پر راضی ہو۔ مجھے اپنی خیرو عافیت سے مطلع فرماتے رہیں۔ اور اخویم منشی کرم الٰہی صاحب کے لئے دعا خیر کی گئی ہے۔ میں خوب جانتا ہوں۔ منشی صاحب اس عاجز سے اخلاص رکھتے ہیں۔ ایک نئے مسئلے میں منشی صاحب کو اصل حقیقت معلوم نہیں تھی۔ ورنہ وہ خود بہتوں سے جھگڑتے پھرتے۔ اور جس وقت ازالہ اوہام شائع ہوا۔ اس وقت امید رکھتا ہوں کہ سب سے پہلے منشی صاحب لاہور میں اس کی اشاعت کے لئے قدم اٹھائیں گے۔ غرض میں منشی صاحب سے بدل راضی ہوں۔ ناواقفیت کی حالت میں جو کچھ منہ سے نکل گیا۔ وہ عنداللہ قابل معافی ہے۔ خداتعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔ والسلام

غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج ۱۸۔ اپریل ۱۸۹۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم۔

محبی اخویم سید فضل شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ چونکہ خداتعالیٰ نے مجھے آفت زلزلہ کے وقت اور روز سے مجھ کو اطلاع نہیں دی۔ بلکہ یہ بھی اطلاع نہیں دی کی وہ آفت جس کا نام زلزلہ رکھا گیا ہے۔ کیا وہ حقیقت میں زلزلہ یا کوئی اور آفت شدیدہ ہے جو زلزلہ کے رنگ میں ہے۔ اس

ہے۔ اس لئے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ بہت مدت تک ہماری جماعت باہر جنگل میں تکلیف اٹھاوے۔ ہاں اگر شہر میں کچھ زور طاعون کا ہے۔ تو اس صورت میں شہر میں آنا مناسب نہ ہوگا۔ اور میں بھی چاہتا ہوں کہ ایک ایک دو ہفتہ کے بعد یا جب اللہ تعالیٰ چاہے باغ سے قادیان کے اندر چلا جاؤں۔ میری یہی تمنا ہے کہ اس آنے والی آفت کا خداتعالیٰ کی طرف سے کچھ مفصل حال معلوم ہو جائے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مگر بہت خوشی ہوگی۔ اگر خداتعالیٰ کی وحی سے تاریخ اور وقت کا پتہ لگ جائے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ بے شک سب احباب جماعت جو باہر ہیں شہر میں آ جائیں۔ اگر لوگ ٹھٹھا کریں تو کہہ دیں۔ آج تم ٹھٹھا کرتے ہو۔ اور وہ وقت آنے والا ہے جو ہم ٹھٹھا کریں گے۔ ہر ایک کے لئے خداتعالیٰ نے وقت مقرر کیا ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد ۱۸۔ مئی ۱۹۰۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم۔

محبی اخویم سید فضل شاہ صاحب و سید ناصر شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ میری دانست میں نوکری چھوڑنے کے لئے جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہے اور دلوں پر تصرف رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انگریز کے دل کو آپ کی طرف پھیر دے۔ یا کسی اور مہربان حاکم کے ماتحت کر دے۔ میں بھی انشاء اللہ دعا کرتا رہوں گا۔ جلد جلد مجھ کو خبر دیتے رہیں

زیادہ خیریت۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد ۸۔ نومبر ۱۹۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم سید فضل شاہ صاحب و سید ناصر شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہنچا۔ انشاء اللہ جہاں تک میرے لئے ممکن ہوگا۔ آپ کے امر مرقومہ کے لئے دعا کروں گا۔ خدا تعالیٰ کامیاب فرمائے۔ آمین۔ اگر اس کی مصلحت ہو تو کیا بعید ہے۔ امید ہے حالات خیریت سے مطلع فرماتے رہیں گے۔ آپ کے چند خطوط پہلے بھی پہنچے تھے۔ بعض کا جواب لکھنے سے میں قاصر رہا۔ اہم مقصود دعا ہوتی ہے۔ سو میں اپنے مخلص دوستوں کے لئے کسی حالت میں دعا سے غافل نہیں نماز میں بھی دعا کرتا ہوں۔ آپ کے لئے اور عزیزی ناصر شاہ کے لئے کئی دفعہ خاص طور پر دعا کی گئی اور پوشیدہ طور پر بہت سی تاثیرات دعاؤں کی ہیں کہ ہمیشہ بلائیں رد ہوتی رہتی ہیں۔ زیادہ خیریت۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد ۳۰۔ ستمبر ۱۹۰۰ء از قادیان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی فضل شاہ صاحب سلمہا اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ و

برکاتہ۔ آپ کے تفرقہ خاطر سے طبیعت نہایت مغموم متفکر ہوئی۔ لیکن بقول شخصے

مشکلے نیست کہ آساں نشود

مرد باید کہ ہراساں نشود

خدا تعالیٰ کے عجائب قدرت اور کاموں کی طرف نظر کرکے کچھ غم باقی نہیں رہتا۔ دیر آید درست آید۔ انشاء اللہ القدیر آپ کے لئے اور آپ کے برادر ناصر شاہ صاحب کے لئے توجہ سے دعا کروں گا۔ آپ تسلی رکھیں۔ اور رسالہ ازالہ اوہام شاید بیس روز تک چھپ کر آئے۔ اسی وقت بھیج دوں گا۔ زیادہ خیریت ہے۔ والسلام۔ غلام احمد لدھیانہ اقبال گنج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محبی عزیزی فضل شاہ صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اگرچہ عزیز حیدر شاہ کی وفات آپ کے لئے بڑے صدمے کا باعث ہوئی۔ لیکن اس صبر جمیل کا ثواب خدا تعالیٰ آپ کو بہت دے گا۔ صبر کرنا بھی ہر ایک کا کام نہیں۔ ایمانداروں کا کام ہے کہ جو خدا تعالیٰ کو ہر چیز پر مقدم رکھتے ہیں۔ آپ کے الفاظ سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی درحقیقت اس سے بڑھ کر کامل ایماندار اور کیا لکھ سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس کا بہت اجر دے۔ اور نعم البدل عطا کرے اور آپ کی عمر دراز کرے۔ آمین۔ آپ کو معلوم ہے کہ پہلے زمانہ میں سادات پر کیا کیا تکالیف اور مصائب آئے ہیں۔ اور کس قوت ایمانی سے وہ صبر کرتے رہے ہیں۔ پس اسی صبر کی آپ کے خط

میں خوشبو آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے رحم نہیں وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ یعنی دوسرے لوگوں سے ان کا اندازہ ایمان ظاہر کرتا ہے۔ سو آپ کی قوت ایمانی آپ کے اس خط سے ظاہر ہے۔ ایمان جیسی کوئی چیز نہیں۔ ایمان گم شدہ چیز کو بہتر صورت میں واپس لاتا ہے۔ امید ہے کہ یہ مصیبت دوسری تکالیف سے رہائی پانے کا موجب ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا خدا تعالیٰ آپ پر فضل کرے۔ اور تمام مشکلات سے رہائی بخشے۔ آمین۔ والسلام غلام احمد عفی عنہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

محبی عزیزی اخویم سید فضل شاہ صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ افسوس کہ میں اس وقت بباعث درد سر جو بوجہ گرمی ہو گئی ہے۔ حاضر نہیں ہو سکا۔ آپ نے جو چند کلمات نصیحت کے لئے لکھے تھے۔ اس قدر کافی ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے رب کریم قادر و قیوم کے احکام کو یاد رکھیں اور کہ نماز پنجگانہ دلی خلوص سے ادا کریں۔ اور ہمیشہ نماز میں بعض دعائیں اپنی پنجابی زبان میں کرلیا کریں۔ نیز نماز میں اپنی زبان میں بہت دعا کیا کریں۔ جہاں تک ممکن ہو نماز تہجد کا بھی التزام رکھیں اور اس میں بھی اپنی زبان پنجابی میں دعا کیا کریں موت کو یاد رکھیں کہ یہ موت جب آتی ہے تو باز کی طرح ایک پوشیدہ جست سے اپنا شکار بنالیتی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو ہمیشہ کوشش کریں کہ جلد جلد اس جگہ آیا کریں کہ جس طرح ہر ایک چیز فانی ہے۔ اسی طرح ہمارے وجود کی یہی

حالت ہے۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ ہمارا وجود اور ہماری یہ مجالس خواب و خیال کی طرح ہو جائیں گی۔ اور لازم ہے کہ بد صحبت سے پرہیز کریں۔ دل کو گناہ کے منصوبوں سے پاک رکھیں۔ کہ بد قسمت ہے وہ انسان اور بدبخت ہے وہ آدمی جس کا دل ہمیشہ گناہ کے منصوبے سوچتا ہے۔ آپ کو دنیا کے شغل میں کئی ابتلا پیش آئیں گے۔ ہر ایک ابتلا میں خدا پر بھروسہ کریں نہ کوئی عمدہ حالت کسی تکیہ کا موجب ہو۔ اور نہ کوئی تنگی کی حالت بے صبر کرسکے۔ باتیں بہت ہیں۔ مگر بالفعل اس پر کفایت کرتا ہوں کہ خدا کا خوف اور اس کی مخلوق کی ہمدردی اور اپنی بیوی اور اہل سے رحمت اور درگذر اور اولاد کو دین کی رغبت دلانا اور بھائی کے ساتھ حلم اور خلق کے ساتھ معاشرت کرنا۔ اور عام لوگوں کے ساتھ حتی المقدور بھلائی اور ترک شر سے پیش آنا۔ اور اپنے خدا اور اس کے رسول کو سب پر مقدم رکھنا۔ اور چالیس دن میں سے ایک مرتبہ خدا تعالیٰ کے خوف سے رونا بھی طریق سعادت ہے۔ خدا تعالیٰ توفیق بخشے۔ مجھے اس وقت درد سر ہے طاقت حاضری مسجد نہیں۔ اسی جگہ دونوں نمازیں پڑھوں گا۔ اس لئے دعا مطلوب ہے۔ ایک کرتہ اور یہ نصیحت نامہ ارسال ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۴۔ جولائی ۱۹۰۰ء

میری مختصر سوانح حیات

حسب درخواست امین اللہ خان صاحب سالک
حال مبلغ امریکہ ولد عبدالمجید خان صاحب ویرووال

مندرجہ تحت حالات لکھتا ہوں۔ جہاں تک حافظہ مدد دیتا ہے۔ اس کے مطابق حالات بیان کرتا ہوں لکھنے والے پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان برکات کا وارث کرے جو بوجہ بیعت حضرت مسیح موعودؑ حاصل ہوئی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کمزوریوں سے محفوظ رکھے جو بوجہ بشریت انسان سے سرزد ہوتی ہیں۔ آمین ثم آمین

(خاکسار قدرت اللہ سنوری بقلم خود بمقام ربوہ محلہ دارالنصر)

میری پیدائش قصبہ سنور ریاست پٹیالہ مغربی پنجاب ۱۳۰۰ھ مطابق قریباً ۱۸۸۲ء میں ہوئی۔ میری پیدائش پر میرے والد صاحب اپنی جائے ملازمت پر تھے۔ تاریخ پیدائش پر میرے دادا صاحب مرحوم نے حافظ شیر محمد صاحب (جو بعد میں بیعت کر کے صحابہ میں شریک ہوئے) کو گھر پر بلا کر اذان دلوائی۔ حافظ صاحب نے میرا نام قدرت اللہ تجویز کیا۔ جب والد صاحب کی خدمت میں خط کے ذریعہ اطلاع پہنچی (وہ عالم اور شاعر تھے) انہوں نے میرا تاریخی نام غلام مصطفیٰ (ان میں سے ۱۳۰۰ھ نکلتا ہے) رکھا۔ مگر حافظ صاحب نے جو نام رکھا تھا۔ وہی مشہور ہو گیا۔ چونکہ مولوی عبداللہ سنوری مرحوم میرے چچا تھے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی خدمت میں قادیان آتے جاتے تھے۔ چنانچہ ان کی درخواست پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام انبالہ چھاؤنی سے ہوتے ہوئے براستہ راجپورہ اور پٹیالہ سنور تشریف لے گئے تھے اور پٹیالہ سٹیشن سے اتر کر خلیفہ محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ کی بگھی میں سوار ہو کر سنور پہنچے۔

میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ حضرت صاحب کی تشریف آوری کی چونکہ پہلے سے اطلاع تھی۔ اس لئے محلّہ کے بہت سے لوگ قصبہ کے باہر جمع تھے۔ جب حضور کی بگھی کی وہاں پہنچی۔ اور وہاں حضور نے ایک مجمع دیکھا۔ آپ نے بگھی کی کھڑکی کھول دی اور اندر بیٹھے ہوئے ہی یہ فرمایا کہ میاں عبداللہ صاحب کے مکان میں اس قدر احباب کو جانے کی دقت ہوگی۔ اس لئے احباب یہیں مصافحہ کر لیں۔ مکرم عبداللہ سنوری صاحب صاحب فرماتے تھے کہ اس وقت تمہاری عمر قریباً دو سال کی تھی۔ اور میری گود میں اٹھائے ہوئے تھے۔ چونکہ میں کھڑکی کے بالکل آگے کھڑا تھا۔ جب حضور نے مصافحہ کے واسطے ہاتھ بڑھایا تو تم نے گود میں سے یہ سمجھا کہ مجھے لینے کے لئے ہاتھ پھیلائے ہیں اور حضور کی طرف جھکے۔ حضور نے پہلے تم سے مصافحہ کیا اور سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا آؤ میاں پہلے تم سے مصافحہ کر لیں۔ پھر مجھ سے مصافحہ کرنے کے بعد سب سے مصافحہ فرمایا۔ اس کے بعد حضور مکان میں تشریف لے گئے۔ کھانا کھانے کے بعد حضور پیڑھی پر تشریف فرما تھے۔ مکرم عبداللہ صاحب کے صاحبزادے رحمت اللہ صاحب کو حضور کی گود میں دیا گیا۔ جس کو گود میں لے کر پیار فرمایا۔ اس کے بعد مجھے آپ کی گود میں دیا گیا۔ حضرت صاحب دعوت کے بعد پٹیالے تشریف لے گئے۔

(۱۸۸۹ء میں)

۱۸۸۹ء میں جب حضور نے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو ہمارے قصبے سنور سے نو آدمیوں نے اسی سال بیعت کی۔

چونکہ ۱۸۸۴ء سے حضور کا ذکر ہمارے گھروں میں رہتا تھا اور ۱۸۸۹ء میں کئی آدمی بیعت میں شامل ہو گئے تھے۔ میں اس بچپن کے زمانے میں یہ سمجھ کے کہ بیعت تو کرنی چاہئے۔ خواہ کسی کی کرلی جائے جو یہاں قریب ہو۔ اتنی دور قادیان کون جائے۔ اور چونکہ والد صاحب نے اس وقت بیعت نہیں کی تھی۔ اس واسطے میں ایک سید پیرزادہ صاحب سے ارادت رکھتے ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ان سے جب بیعت کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ جب بالغ ہو جاؤ گے تو پھر بیعت کر لینا۔ وہ قوالی وغیرہ کی مجالس میں ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ نماز وہ ضرور پڑھتے تھے۔ لیکن اکثر وقت چوسر شطرنج اور تاش ہمارے لڑکوں کے ساتھ کھیلتے رہتے تھے۔ ۱۸۹۸ء میں میں صبح کے وقت ان کی بیٹھک میں گیا۔ وہاں ان کے دو برادر زادے علی حسین اور علاؤ الدین بیٹھے تھے۔ پیر صاحب اندر تھے۔ ان کا نام عبدالحق تھا اور جھنڈو سے معروف تھے۔ ہم تینوں تاش کھیلنے لگ گئے۔ تاش کھیلتے وقت ان دونوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر شروع کیا۔ اور دریدہ دہنی اور گندہ زبانی سے آپ کو گالیاں دینے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ ہمارے خاندان کے کئی بزرگوں نے ان کی بیعت کی ہوئی ہے۔ وہ نیک اور بزرگ ہیں۔ اور آپ سید زادے ہیں۔ اس لئے فحش کلامی سے احتراز کریں۔ پس پشت گالیاں دینا شرافت سے بعید ہے۔ میں

نے کہا کہ میں پیر صاحب سے ارادت رکھتا ہوں اگر ان کو کوئی گالیاں دے تو مجھے کتنا برا لگے گا۔ مگر وہ باز نہ آئے اور پھر گالیاں دینی شروع کیں۔ میں نے پھر منع کیا انہوں نے تیسری بار پھر گالیاں دینا شروع کیں اس پر مجھے غصہ آیا اور میں نے دونوں کو مارنا شروع کیا۔ وہ مجھے مارنے لگے۔ شور پڑ گیا۔ پیر صاحب نے اندر سے تشریف لائے اور پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا۔ یہ حضرت مرزا صاحب کو گالیاں نکالتے ہیں گو وہ میرے کوئی پیر نہیں ہیں لیکن کسی بزرگ کو پس پشت گالیاں نکالنا برا ہے اس لئے ان کو منع کیا۔ انہوں نے ناراض ہو کر مجھے فرمایا کہ یہ سید زادے ہیں آپ نے ان کو کیوں مارا۔ میں نے جواباً کہا کہ یہ سید زادے نہیں۔ یہ چمار زادے ہیں جو خواہ مخواہ کسی کو گالیاں دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر میں اپنے گھر چلا آیا۔ اور گھر پر آ کر میں نے تصرف الٰہی کے ماتحت ہی ایک پوسٹ کارڈ لے کر بیعت کا خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں تحریر کر دیا۔ مولوی محمد یوسف صاحب کو جن کا ذکر ”ازالہ اوہام“ میں ہے۔ ان کو جب میری بیعت کا علم ہوا۔ تو انہوں نے میری تربیت شروع کر دی۔ اور صبح تہجد کے وقت مکان پر سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اور مسجد میں اپنے ساتھ تہجد پڑھاتے تھے اور انہوں نے مجھے سلسلے کے لٹریچر سے واقفیت پیدا کرائی۔ میں اپنی بیعت کو ان دونوں واقعات کی بناء پر جو حضور نے مجھے گود میں لیا تھا اور مصافحہ کیا تھا۔ سمجھتا ہوں کہ وہی میری بیعت کا موجب ہو گئے۔ قریباً ایک سال کے اندر کا ہی واقعہ ہے کہ میں بٹھنڈے میں نقشہ نویسی کا کام سیکھتا تھا۔ وہاں ہمارے سنور کا ایک شخص مجھے مکان پر ملا۔ اس کو میں نے تبلیغ کی۔ دوران گفتگو میں اس

نے مجھے کہا کہ

"دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالہ"

آپ نے مرزا صاحب کو دیکھا تو ہے نہیں؟ کیا یونہی بیعت کرلی ہے؟ میں نے اس کو تو جواب دیدیا۔ مگر میرے دل میں یہ بات چبھ گئی۔ اور میں بٹھنڈے سے ہی سوار ہو کر براستہ امرتسر قادیان پہنچا۔ ظہر کے وقت جب مسجد مبارک گیا۔ تو نماز کے بعد حضرت مسیح موعودؑ تشریف فرما رہے۔ اس وقت میرے خیال میں یہ بات آئی کہ آپ کا انکار کفر ہے۔ کئی دن قیام کے بعد واپس گیا۔ (یہ واقعہ ۱۸۹۸ء کے آخر کا ہے)۔ اس وقت مسجد مبارک صرف چھتے پر تین کمروں کی شکل میں تھی۔ اور مسجد میں دس سے لے کر پچیس آدمیوں تک کی حاضری ہوتی تھی۔

میں نے جب مولوی عبداللہ صاحب سے اس بات کا ذکر کیا کہ آپ کا انکار کفر ہے تو آپ نے کہا کہ اس طرح نہ کہو۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے خود اس کی تصریح کردی کہ جو لوگ آپ پر کفر فتویٰ لگاتے ہیں' وہ کافر ہیں۔ اور جو ان کی تائید میں ہیں۔ وہ بھی کافر ہیں۔

والدہ صاحبہ کی بیعت

بیعت کے بعد مجھے تبلیغ کی طرف زیادہ توجہ تھی۔ گھر میں والدہ صاحبہ کو تبلیغ کی اور انہوں نے والد صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ اجازت دے دیں گے۔ کہ میں بیعت کرلوں۔ والد صاحب نے کہا کہ میں تو اسی بات کا معتقد ہوں کہ مسیح آسمان سے آئے گا۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے

میں چاہتی ہوں کہ جو اس کا حشر ہو وہی میرا حشر ہو اس لئے مجھے اجازت دے دیجئے کہ میں بیعت کرلوں۔ والد صاحب نے کہا کہ اچھا! تمہاری مرضی۔ تم نے بیعت کرنی ہے تو کرلو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اس پر میں نے ان کی طرف سے حضور کی خدمت میں بیعت کا خط لکھدیا۔

دادا صاحب کی بیعت

میں نے دادا صاحب کو تبلیغ کرنی شروع کی۔ ان کی عمر قریباً سو سال تھی۔ مگر ان کے قویٰ بالکل صحیح سالم تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں لکھا پڑھا نہیں ہوں۔ صرف قرآن شریف پڑھ سکتا ہوں۔ تمہارا والد مولوی ہے اس نے بیعت نہیں کی؟ میں نے کہا وہ بھی تحقیق کر رہے ہیں۔ آپ اس عمر کو پہنچے ہوئے ہیں نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جب مسیح آئے تو اسے سلام کہنا۔ اگرچہ گھٹنوں کے بل جانا پڑے۔ تو اس لئے آپ بیعت کرلیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے بزرگوں سے یہی سنا ہے کہ جو ایک پیر کی بیعت کر کے توڑتا ہے تو وہ گویا خدا کی بیعت سے پھرتا ہے۔ اگر مسیح علیہ السلام میری زندگی میں نازل ہو جائیں تو پھر مجھے بیعت توفسخ کرنی پڑے گی۔ میں نے کہا کہ آسمان سے نہ تو آج تک کوئی آیا ہے اور نہ آئے گا۔ اور اس کے میں نے ثبوت پیش کئے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں مشروط بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بیعت کا خط لکھدو۔ لیکن میری طرف سے یہ شرط پیش کرنا کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان سے آجائیں تو میں بیعت توڑ کے ان کی بیعت میں شامل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے مشروط بیعت کا خط حضور کی خدمت

میں لکھ دیا۔ جس کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا ان کی مشروط بیعت منظور ہے۔ نیز تحریر فرمایا کہ اگر مسیح علیہ السلام آ جائیں تو سب سے پہلے میں بیعت کر لوں لیکن یہ عقیدہ ہی غلط ہے۔ نہ کوئی آسمان پر گیا ہے اور نہ آسمان سے کوئی آئے گا۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود بنا کر مبعوث کیا ہے۔

والد صاحب کی بیعت

میں والد صاحب کے لئے دعائیں کرتا تھا اور حضور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا کرتا تھا۔ والد صاحب چونکہ تہجد گزار تھے اور ذکر الٰہی کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے ایک دن مجھے بتلایا کہ میں نے رات ایک عجیب خواب دیکھی ہے کہ میں بیت اللہ شریف میں ہوں اور وہاں نماز ادا کی ہے۔ ابھی سلام نہیں پھیرا تھا۔ دونوں ہاتھ التحیات کے وقت گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے کہ سلام پھیرنے کے ساتھ ہی کسی نے آ کر میرے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کر دیں۔ اور کہا کہ جب تک حب آل رسول نہ ہو گی۔ اس وقت نماز روزہ کچھ نہ قبول ہو گا تو والد صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو آل رسول کی اتنی محبت ہے کہ میں ہمیشہ تہجد میں پنج تن پاک کے کے لئے نام بنام دعائیں کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس کی تعبیر عرض کروں۔ تو فرمانے لگے تم اغرقنا آل فرعون یہ دلیل پیش کرو گے۔ کہ وہ فرعون کے متبع تھے اور اس کی واقعی آل نہ تھے۔ اسی طرح جب آل رسول جو مجھے بتایا گیا ہے۔ تم اس میں حضرت مرزا صاحب کو بھی شامل قرار دو گے۔ میں نے عرض کیا ہاں! کہنے

لگے۔ ابھی شرح صدر نہیں۔ اگرچہ طبیعت میں تذبذب تو پیدا ہو گیا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد انہوں نے بیعت کا خط لکھ دیا۔ والد صاحب کی وفات ۱۹۲۷ء میں ہوئی۔ چونکہ آپ بھی موصی تھے اور آپ کی وفات قصبہ سنور میں ہوئی۔ وہاں سے بذریعہ لاری آپ کی نعش قادیان پہنچائی گئی۔ جہاں اب اس قطعہ صحابہ میں جو کنوئیں کی طرف ہے' دفن ہوئے۔

والد صاحب کی بیماری طاعون

۱۹۰۴ء میں میں قصبہ بسی ریاست پٹیالہ میں بندوبست کے محکمے میں ملازم تھا اور دفتر بسی میں تھا۔ مجھے وہاں خط ملا۔ کہ آپ کے والد صاحب طاعون سے بیمار ہیں۔ نازک حالت ہے فوراً پہنچ جاؤ۔ چنانچہ میں اسی وقت دفتر سے رخصت حاصل کر کے ٹانگے کے اڈے پر آیا۔ ٹانگے والوں نے بتایا کہ گاڑی کا وقت ہونے کو ہے اور فاصلہ چھ میل کا ہے اس لئے گاڑی نہیں مل سکتی۔ میں نے ٹانگے والے کو کہا کہ میں کرایہ پورا دے دیتا ہوں تم فوراً چلو مجھے لے چلو۔ چنانچہ ٹانگہ بہت تیز چلایا گیا اور جب ہم سرہند کے اسٹیشن سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھے تو گاڑی اسٹیشن پر آ گئی۔ اسٹیشن لائن سے پرلی طرف تھا اور پھاٹک سے ایک فرلانگ کا فاصلہ تھا۔ ٹانگہ بہت تیز چلایا۔ مگر گاڑی اسٹیشن چھوڑ کے چل پڑی اور میں ٹانگے سے اتر کر تیزی سے دوڑ کر چلتی ٹرین پر سوار ہو گیا۔ گارڈ نے مجھے سوار ہوتے دیکھ لیا۔ وہ اگلا اسٹیشن آنے سے پہلے ہی چلتی گاڑی میں میرے ڈبے میں آ گیا اور مجھے کہنے لگا کہ میں آپ کو پولیس کے حوالہ کروں گا۔ آپ چلتی

گاڑی میں کیوں سوار ہوئے ہیں۔ اگر آپ کا ہاتھ نہ پڑتا تو آپ کٹ جاتے۔ میں نے گارڈ کو خط دکھایا کہ میرے والد صاحب بہت بیمار ہیں اور ان کی حالت نازک ہے خط کو دیکھ کر جب اسٹیشن پر گاڑی کھڑی ہوئی تو اس نے اسٹیشن ماسٹر سے مجھے ٹکٹ لا کر دے دیا۔ جس کے پیسے میں نے اس کو ادا کر دیئے۔ اس نے کہا کہ آئندہ ایسا کبھی نہ کرنا۔ میں پٹیالہ سے سنور پہنچا۔ اور والد صاحب کا علاج شروع کیا ان کی گردن میں طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی تھی اور ورم کان کی لو سے لے کر مونڈھے تک تھا۔ چار پانچ دن علاج کو گزر گئے تھے کہ مغرب کے بعد میں والد صاحب کی چارپائی کے پاس گیا اور انہیں بلایا۔ طاعون کی وجہ سے غنودگی طاری رہتی تھی۔ اس لئے وہ بہت کم اور آہستہ بولتے تھے۔ اس وقت میرے دو تین آوازیں دینے پر انہوں نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ مجھے اس وقت خیال ہوا۔ کہ یہ ان کا آخری وقت ہے۔ میں باہر دالان میں آیا اور میں نے اپنی پہلی بیوی کو جو میرے ماموں کی لڑکی تھی کو ڈھونڈا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے والد کے ہاں گئی ہوئی ہیں۔ چونکہ ماموں صاحب کا مکان قریب ہی تھا۔ میں ان کو بلانے کے لئے چلا کہ اگر والد صاحب کی وفات ہو جائے۔ لوگ کہیں گے کہ یہ گھر میں بھی موجود نہیں تھی۔ میں ڈیوڑھی میں گیا تھا کہ مجھے غش آیا اور میں زمین پر گر پڑا۔ میرے گرنے کی آواز سے اندر سے میری والدہ اور ہمشیرہ وہاں آئیں اور مجھے بیہوش پا کر جلدی پانی لا کر منہ میں پانی ڈالا۔ مجھے ہوش آئی۔ والدہ صاحبہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ یہاں کیوں آئے تھے؟ میں نے کہا والد صاحب کی حالت بہت خراب ہے اور وہ گھر میں نہیں ہیں۔ ان کو بلانے جا

رہا تھا۔ مجھے میری والدہ اندر لے گئیں اور چارپائی پر بٹھا کر کہا کہ ہم اسے خود بلا لیں گے 'گھبرانا نہیں چاہئے۔ اور اندر کی کوٹھڑی میں جہاں والد صاحب لیٹے ہوئے تھے' جا کر والد صاحب سے کہا کہ آپ قدرت اللہ کے بلانے پر بولے نہیں۔ اس کو اس قدر صدمہ ہو گیا کہ غش کھا کر گر پڑا۔ اس پر والد صاحب نے انہیں کہا کہ اسے میرے پاس بلاؤ۔ والدہ صاحبہ نے مجھے اندر بلایا۔ اور والد صاحب نے اشارے سے مجھے کہا کہ قریب ہو جاؤ۔ فرمایا کہ میں یہاں سے بیس پچیس میل دور تلونڈی سکول میں تھا۔ وہاں روزانہ کئی کئی آدمی طاعون سے مر رہے تھے۔ جب میرے طاعون نکلی تو بیہوشی تک پہنچ گئی تو میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ایسا سامان ہو جائے کہ میں سنور میں جا کر مروں۔ اس پر مجھے فرشتے نے یہ بات بتلائی کہ تم ابھی فوت نہیں ہوتے۔ جب قدرت اللہ کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے ہوں گے تب تمہاری وفات ہوگی۔ فرمایا گھبرانا نہیں چاہئے اللہ تعالیٰ صحت عطا فرماوے گا۔ چنانچہ آپ صحتیاب ہو گئے۔ اس کے بعد میری پہلی بیوی فوت ہو گئی۔ پھر میری دوسری شادی ہوئی اس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا وہ فوت ہو گیا۔ پھر چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے بعد میرا بڑا لڑکا محمود احمد پیدا ہوا۔ اس کے بعد پھر ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کے بعد مسعود احمد پیدا ہوا اور اس کے بعد داؤد احمد۔

داؤد احمد کی پیدائش کے بعد فرمانے لگے کہ یہ وہی دونوں لڑکے ہیں۔ اب میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۷ء میں اس کے بعد آپ نے وفات پائی۔

والد صاحب کا خواب

والد صاحب نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ میرے پاس فرشتہ شکل انسانی میں آیا اور مجھے کہا کہ اللہ کے حضور پیش ہونے کے لئے چلیں۔ میں اپنے اعمال کی نسبت خیال کر کے ندامت محسوس کرتے ہوئے یہ چاہتا تھا کہ نہ جاؤں۔ مگر اس کی آواز میں ایسی کشش تھی کہ میں اس کے ساتھ ساتھ جانے سے رک نہ سکا۔ اور مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ جو عدالت کا کمرہ معلوم ہوتا تھا۔ اس میں ایک ایک چبوترے پر میز کرسی بچھی ہوئی تھی۔ میری ہچکی بندھی ہوئی تھی اور میں نظر نیچی کئے ہوئے تھا اور مجھے یہ خیال تھا کہ مجھ سے کوئی سوال ہو گا۔ کوئی آواز نہ آئی۔ تو میں نے ہلکے ہلکے نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کرسی پر حضرت مسیح موعودؑ تشریف فرما ہیں۔ جب میں نے آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا اور آپ نے میری طرف دیکھا۔ تو کہا کہ ان کو لے جاؤ۔ انہوں نے میری بیعت کر لی تھی۔ ان سے کیا حساب لینا۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔

نور فراست کا مظاہرہ

چونکہ والد صاحب کی وصیت کی ہوئی تھی۔ اس لئے جب کبھی آپ بیمار ہوتے۔ تو میں انہیں کوئی بہانہ بنا کر کے قادیان لے آتا۔ چونکہ وہاں ہمشیرہ صاحبہ رہتی تھیں۔ اس لئے وہ وہیں رہتے۔ اور میں واپس آجاتا۔ جب کئی دفعہ ایسا موقعہ پیش آیا تو آپ نے میری والدہ صاحبہ سے فرمایا قدرت اللہ کو

سمجھا دیں وہ اس خیال سے کہ اگر والد صاحب یہاں فوت ہو جائیں تو نعش لے جانی پڑے گی جب میں کبھی بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے قادیان لے جاتا ہے۔ اس کو کہدیں کہ وہ آئندہ ایسا نہ کرے۔ جب ایسا موقع ہو گا اس کو خبر بھی نہ ہو گی کہ میں انشاء اللہ قادیان پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان کی وفات سے دو دن پہلے میں کسولی پہاڑ پر گیا ہوا تھا۔ میرے بعد والد صاحب کی وفات ہو گئی۔ میری ہمشیرہ اور میرے بہنوئی نور محمد صاحب تار پہنچنے پر قادیان سے سنور آ گئے۔ صندوق تیار کرا کر لاری میں رکھوا کر قادیان لے گئے۔ جہاں آپ کی نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پڑھائی اور آپ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے اور میں بعد میں سنور پہنچا۔

ایک دفعہ میں قادیان میں آیا ہوا تھا۔ ایک معمر آدمی دہلی سے بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی۔ بیعت کے بعد دعا ہوئی۔ اس کے بعد مجلس میں سے کسی دوست نے یہ عرض کیا کہ حضور ان نو مبائع صاحب نے دیر سے محنت جاری کر رکھی ہے کہ کوئی نئی مشین ایجاد کریں۔ حضور دعا فرمائیں کہ انہیں اس مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔ اور مشین ایجاد ہو جائے۔ حضور نے فرمایا کہ پہلے ان کی مشینری تو سنورنی چاہئے۔ جب یہ مشین درست ہو جائے تو اور ایجادیں بھی درست ہو سکتی ہیں۔

ایک دفعہ مسجد مبارک میں آپ کی خدمت میں یہ شکایت پیش ہوئی کہ میاں عبد اللہ المعروف پروفیسر صاحب مخالفین سے بات کرتے وقت ان کے

براہلا کہنے کے جواب میں گالیاں دیتے ہیں۔ حضور خود ان کو منع فرمائیں۔
عام طور پر حضور کی یہ عادت تھی کہ حضور کو اگر کسی دوست کی کمزوری کا
علم ہوتا تو مجلس میں بغیر کسی کا نام لئے اس برائی سے بچنے کے نصائح فرما
دیتے۔ مگر چونکہ عبد اللہ صاحب پروفیسر صاحب کے متعلق کئی لوگوں نے
درخواست کی تھی۔ اس واسطے دوسرے موقعہ پر جب عبد اللہ صاحب نماز
میں حاضر ہوئے تو حضور نے بعد نماز ان سے مخاطب ہو کے فرمایا کہ آپ کی
نسبت ایسا معلوم ہوا ہے کہ آپ تبلیغ میں دوسرے کے برابھلا کہنے کے
مقابل میں خود بھی گالیاں دیتے ہیں۔

پروفیسر صاحب نے عرض کیا کہ حضور چاہے مجھے کوئی مارے چاہے گالیاں
دے۔ لیکن میں کبھی اس کا جواب نہیں دیتا۔ لیکن جب کوئی مخالف حضور کو
گالیاں دے۔ تو پھر میں برداشت نہیں کرسکتا۔ پھر میں بھی اس کو گالیاں دیتا
اہوں۔

حضور نے فرمایا میری نصیحت یہی تو ہے کہ جب وہ مجھے گالیاں دیں تو آپ
صبر کریں۔ اس پر پروفیسر صاحب نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی
ہمارے پیر کو گالیاں دے اور ہم صبر کریں۔ جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ اگر کوئی
حضور کے پیشوا محمد ﷺ کو گالی دے یا برابھلا کہے تو آپ برداشت نہیں
کرتے اور اس کے ساتھ مباہلہ تک کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ تو میں اپنے
پیر کے لئے کیوں برداشت کروں۔ حضور مسکرائے اور خاموش رہے۔

ایک دن حضور سیر کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ میں اور ذوالفقار علی
خانصاحب بھی ساتھ تھے۔ راستے میں حضور نے خانصاحب سے فرمایا کہ

آپ کے نواب صاحب رامپور کے پاس علماء گئے تھے۔ نواب صاحب نے
کیا اثر لیا اور ان کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ مباحثہ میں اور تو
بہت سی باتیں تسلیم کرتے تھے۔ لیکن نبی کے لفظ پر چڑتے تھے۔ فرمایا یہ عربی
زبان کی ناواقفیت کی وجہ ہے۔ نبی کا لفظ نباء سے مشتق ہے۔ اس کے معنے
خبر کے ہیں۔ آپ ان سے کہیں کہ کیا مرزا صاحب نے بہت سی خبریں اور
پیشگوئیاں کی ہیں اور پوری ہوئی ہیں۔ وہ جب یہ مان لیں کہ کثرت سے
پیشگوئیاں اور خبریں پوری ہو چکی ہیں تو پھر نبی ماننے میں کیا اعتراض ہے۔

میری پہلی بیوی فوت ہو گئی۔ مولوی عبد اللہ صاحب سنوری مرحوم مع
اپنی اہلیہ صاحبہ کے قادیان شریف آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے قادیان
سے مجھے سرہند میں خط لکھا کہ میاں کریم بخش صاحب نمبردار ساکن رائے
پور ریاست نابھہ مع اپنی اہلیہ اور لڑکے کے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ تو اس
پر چوہدری کریم بخش صاحب کہتے ہیں کہ آپ اگر اپنے بیٹے کے لئے رشتہ
لینا چاہیں تو میں منظور کرلیتا ہوں۔ کیونکہ ان دنوں میں ان کے لڑکے رحمت
اللہ صاحب کی بیوی بھی فوت ہو چکی تھی اور اس کے لئے بھی رشتے کی
ضرورت تھی کہ مولوی صاحب نے کہا کہ پہلے میں اپنے بھتیجے کا رشتہ کروں
گا اور بعد میں اپنے لڑکے کا۔ تو چوہدری کریم بخش صاحب نے کہا کہ میں
آپ کے بھتیجے کو دیکھ کر اگر مناسب سمجھوں گا تو رشتہ کر دوں گا۔ اس لئے
میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں۔ کہ قادیان آجاؤ۔ اس خط پر میں رخصت لے
کر قادیان حاضر ہوا۔ جب میں قادیان پہنچا تو مکرم عبد اللہ صاحب مرحوم
نے فرمایا کہ تم نے آنے میں دیر کر دی اور کل چوہدری کریم بخش صاحب

واپس چلے گئے۔ مکرم عبداللہ سنوری صاحب کی اہلیہ صاحبہ فرماتی تھیں۔ کہ مکرم عبداللہ سنوری صاحب ان سے رشتہ چاہتے ہیں میں تو نہیں پسند کرتی۔ مکرم عبداللہ سنوری صاحب نے کہا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ کریم بخش کے ہاں ان کے رشتہ ہو گا اس پر مکرم عبداللہ سنوری صاحب نے فرمایا کہ سنور میں بھی کریم بخش صاحب ہیں ہیں۔ ان کے ہاں بھی لڑکی ہے۔ تو اس واسطے میں حضرت صاحب کی خدمت میں خط لکھ رہا ہوں کہ حضور (مسیح موعود) سفارش فرماویں۔ چنانچہ خط لکھا گیا اور چچی صاحبہ نے وہ خط حضور کو پیش کیا۔ اس پر حضور نے (سنور والے کریم بخش صاحب کے ہاں) سفارش فرمادی۔ اور ساتھ ہی حضور نے چچی صاحبہ سے فرمایا کہ قدرت اللہ کو کہدیں کہ میاں اکبر خانصاحب سنوری سنور گئے ہوئے ہیں یہ خط اکبر خان کو لے جا کر دیدیں۔ وہ کریم بخش صاحب کو خط دے دیں گے۔ چچی صاحبہ خوشی خوشی سے وہ خط لے کر آئیں۔ اور آکر فرمایا کہ حضور نے سفارش فرمادی۔ مبارک ہو۔ خط لے جاؤ مکرم عبداللہ سنوری صاحب نے فرمایا کہ جلدی واپس جاؤ اور یہ خط جا کر دیدے۔ میں نے مکرم عبداللہ سنوری صاحب سے کہا کہ میں کل سے آیا ہوں اور حضور باہر تشریف نہیں لائے۔ اس لئے ملاقات نہیں ہو سکی۔ اب میں آپ کی ملاقات کے بغیر واپس جانا نہیں چاہتا۔ مکرم عبداللہ سنوری صاحب نے فرمایا کہ حضور کی طبیعت علیل ہے پتہ نہیں کب تک باہر نہ آسکیں تو فوراً چلا جا۔

میں نے اصرار کیا کہ انسان کی زندگی کا اعتبار کیا ہے۔ شادی ہو نہ ہو۔ میں

آپ کی ملاقات کے بغیر نہیں جاؤں گا۔ چاہے کتنی دیر ٹھہرنا پڑے۔ تو مکرم عبداللہ سنوری صاحب نے چچی صاحبہ کو کہا کہ حضور کو کہو کہ قدرت اللہ نہیں جاتا اور کہتا ہے کہ حضور سے ملے بغیر میں نے نہیں جانا۔ تو چچی صاحبہ دوبارہ حضور کی خدمت میں گئیں اور حضور سے عرض کیا۔ حضور نے فرمایا قدرت اللہ کو اندر کی سیڑھیوں سے آنے کو کہو۔ چنانچہ میں حاضر خدمت ہوا۔ حضور زینے کے سامنے ہی چھت پر ٹہل رہے تھے۔ حضور کے تہہ بند بندھا ہوا تھا۔ گلے میں کرتہ تھا۔ ریش مبارک پر مہندی لگی ہوئی تھی۔ اور پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور آپ ترکی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ حضور نے مصافحہ کیا۔ میں نے نذرانہ پیش کیا۔ میں نے دعا کے واسطے عرض کیا۔ حضور نے تبسم فرماتے ہوئے کہا۔ ہاں ہاں دعا کریں گے اور فرمایا کہ میں نے آپ کے رشتے کے لئے بھی سفارش کردی ہے اس کے بعد میں واپس سنور آ گیا۔

میری دوسری شادی ہونے کے بعد تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ وہ بیمار ہو گئیں۔ قصبہ بسی میں عبدالغفور خان حکیم جو حکیم اجمل خان دہلوی کے شاگرد تھے۔ ان کو گھر بلا کر میں نے دکھایا۔ توانہوں نے فرمایا کہ دوائی تجویز کر دیتا ہوں۔ بخار سے تو انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔ مگر اس کے اعضائے رئیسہ اس قدر کمزور ہیں کہ اولاد ہرگز نہ ہو سکے گی۔ علاج سے ان کو بخار سے آرام ہو گیا۔ میں نے پھر اسسٹنٹ سرجن سردار نرائن سنگھ جو میرے کلاس فیلو تھے۔ انہیں بلا کر معائنہ کرایا انہوں نے بھی یہی کہا کہ اولاد نہ ہو سکے گی چونکہ ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد نے حضرت مسیح موعود کو اپنے خط میں لکھا

تھا کہ آپ دعا میں میرا مقابلہ کریں اور اس خط میں یہ بھی لکھدیا کہ قدرت اللہ کے لئے بیشک دعا کریں اس کے اولاد نہیں ہوگی۔ اب مجھے فکر پیدا ہوا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے میری نسبت بھی ایسا لکھ دیا ہے اور دوسرے ڈاکٹروں نے بھی یہی کہا ہے کہ اس کے ہاں اولاد نہ ہوگی۔ اس پر میرے خسر صاحب ہر سال مہینہ دو مہینہ قادیان آکر ٹھہرا کرتے تھے۔ میری شادی کے بعد جب انہوں نے قادیان آنا تھا۔ تو انہوں نے مجھے لکھا کہ اجازت دو تو میں اپنی لڑکی کو بھی اپنے ساتھ قادیان لیتا جاؤں۔ جب میں نے اجازت دیدی تو وہ ساتھ قادیان لے گئے۔ میں نے ایک خط حضور کی خدمت میں عرض کر دیا اور اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ یہ خط حضور کی خدمت میں پیش کر دینا اور اس میں یہ عرض کیا کہ ڈاکٹر' حکیم کہتے ہیں کہ اس کے ہاں اولاد نہ ہوگی۔ اور یہ دوائی استعمال نہیں کرتیں۔ حضور دعا بھی فرمائیں اور ان کو نصیحت بھی فرمائیں۔ ورنہ میں اور شادی کرالوں۔ چنانچہ میری اہلیہ نے وہ خط حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور نے فرمایا۔ تمہارے میاں ڈاکٹر یا حکیم ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ وہ تو ڈاکٹر' حکیم نہیں ہے دوسرے ڈاکٹر حکیم یہی کہتے ہیں۔ حضور نے دست مبارک سے اس کے پیٹ کو ٹٹولا اور فرمایا کوئی بیماری نہیں۔ دعا کریں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کو خط لکھتا ہوں کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ تمہارے اس قدر اولاد ہوگی کہ تم سنبھال بھی نہ سکو گے۔ گھبرائیں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضورؑ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سات لڑکیاں اور چھ لڑکے عطا فرمائے ہیں۔ اور تین حمل ضائع ہو گئے۔ جن میں سے چار

لڑکے اور پانچ لڑکیاں اس وقت زندہ موجود ہیں۔ پینتیس نواسے نواسیاں ہیں اور اکیس پوتے پوتیاں ہیں اب بوجہ اس کے کہ ان کی رہائش مختلف شہروں کوئٹہ کراچی لاہور سندھ اور پشاور وغیرہ میں ہیں۔ میں ان کی نگرانی نہیں کر سکتا۔

میرے خسر صاحب اس وعدے پر میری بیوی کو اپنے ساتھ قادیان لائے تھے کہ ایک ماہ کے بعد واپس پہنچا دیں گے۔ جب ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا تو میں نے خط لکھا کہ ان کو واپس پہنچا دیں۔ انہوں نے لکھا کہ چونکہ ہمارے گاؤں میں طاعون ہوئی ہوئی ہے۔ اس واسطے مسیح موعود نے فرمادیا ہے کہ کچھ عرصہ اور ٹھہرے رہو۔ میں نے ان کو لکھا کہ ان کو یہاں پہنچا دیں۔ میرے خسر نے وہ خط حضور کی خدمت میں پیش کر دیا حضور نے فرمایا کہ ہاں وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ ان کی بیوی کو وہاں پہنچا دیں۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ کریم بخش باورچی پائل کے رہنے والے اور وہ میرے دوست ہیں۔ وہ وہاں جانے والے ہیں۔ ان کے ساتھ لڑکی کو روانہ کر دوں حضور نے فرمایا کہ جس سفر میں ایک رات آئے وہاں نامحرم کے ساتھ سفر ناجائز ہے اس پر میرے خسر نے اپنی بیوی سے کہا۔ آپ حضرت ام المومنین سے سفارش کرائیں کہ بجائے اس کے میں لڑکی کو وہاں چھوڑنے جاؤں' حضور اگر ارشاد فرمائیں تو وہ خود آکر لڑکی کو لے جائے۔ میری خوشدامن نے حضرت ام المومنین سے عرض کیا اور حضرت ام المومنین نے کہا کہ میاں کریم بخش بوڑھے آدمی ہیں۔ یہ لڑکی کو پہنچا کر پھر واپس آئیں۔ حضور اگر فرمائیں کہ وہ خود لڑکی کو آکر لے جائے تو اچھا ہوگا۔ حضور نے

فرمایا کہ اچھا انکو میری طرف سے خط لکھوا دیں کہ خود اپنی بیوی کو آکر لے جا۔ اس پر چوہدری صاحب نے مجھے خط لکھ دیا۔ اور میں قادیان شریف آیا۔ دو تین دن قیام کرکے میں واپس جانا چاہتا تھا۔ میں نے حضرت مسیح موعود سے اجازت چاہی۔ حضور نے فرمایا فنانشل کمشنر پنجاب معہ چند افسروں کے قادیان آرہے ہیں۔ ہم نے باہر کی جماعتوں سے چیدہ چیدہ دوستوں کو بلوایا ہے۔ آپ آئے ہوئے ہیں ٹھہر جائیں۔ چنانچہ میں ٹھہر گیا۔

جس دن فنانشل کمشنر صاحب نے وہاں آنا تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے حضور سے مسجد میں آکر عرض کیا کہ ان کے استقبال کے لئے آگے جانا چاہئے۔ آپ نے فرمایا چار پانچ آدمی آپ ساتھ لے لیں اور اور ان کا استقبال کریں۔ میں استقبال کے لئے نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ خواجہ صاحب اور جماعت کے چند اور احباب استقبال کے لئے گئے اور فنانشل کمشنر کو لاکر کیمپ میں ٹھہرا دیا۔ اس کے بعد خواجہ صاحب مسجد میں تشریف لائے اور حضور کی خدمت میں اطلاع عرض کی گئی۔ اس پر حضور مسجد میں تشریف لے آئے جو جو گفتگو فنانشل کمشنر سے ہوئی تھی خواجہ صاحب نے حضور کو سنائی۔ اور اس کے بعد یہ عرض کیا کہ فنانشل کمشنر صاحب کو مع دیگر افسران کے حضور کی طرف سے دعوت دی گئی ہے جو انہوں نے منظور کرلی ہے۔ اس پر حضور نے دریافت فرمایا۔ ان کی دعوت کا کیا انتظام ہوگا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ افسران کے عہدے کے لحاظ سے راشن پیش کیا جاتا ہے۔ اور تحصیلدار صاحب کے واسطے اس قدر راشن اور افسر مال

کے لئے اس قدر اور ڈپٹی کمشنر اور کمشنر اور فنانشل کمشنر کے لئے اس قدر۔ اور اس کی تفصیل بتاتے وقت ہر افسر کے راشن کے بعد وغیرہ وغیرہ کا لفظ فرما دیتے تھے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ راشن تو آپ بیان کرتے جاتے ہیں۔ لیکن یہ وغیرہ وغیرہ کیا؟ خواجہ صاحب نے کہا کہ حضور گورنمنٹ کا قاعدہ ہے وہ سب کچھ ہے۔ (دراصل وہسکی' وغیرہ وغیرہ سے مراد تھی جس کو خواجہ صاحب ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے) حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیا ہوا ہے۔ یَنْقَطِعُ اٰبَائِکَ وَ یُبْدَأُ مِنْکَ۔

تو فرمایا کہ اب یہ سلسلہ چونکہ مجھ سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہ فقیر کا لنگر ہے۔ اس سے تو پکا پکایا کھانا ملے گا۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر وہ پکا پکایا کھانا کھانا چاہتے ہیں تو کھالیں وگرنہ ہمیں ضرورت نہیں۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضور اب تو دعوت ہو چکی ہے۔ اب وہ خواہ مخواہ ناراض ہونگے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ ان کو حکومت عطا فرمائی ہے اس واسطے میں عزت کرتا ہوں۔ اگر وہ ناراض ہوں تو مجھے ان حشرات الارض کی کچھ پرواہ نہیں۔

خواجہ صاحب خاموش ہو گئے۔ حضور نے مجلس میں سے ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ وہاں جائیں اور فنانشل کمشنر صاحب کو میری طرف سے کہدیں کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ہم راشن وغیرہ نہیں بھیجیں گے۔ ہم کھانا پکوا کے بھجوائیں گے۔ اگر آپ چاہیں تو بھجوائیں وگرنہ رہنے دیں گے۔ چنانچہ وہ دوست اسی وقت چلے گئے۔ اور واپس آکر عرض کیا کہ فنانشل کمشنر کہتے ہیں کہ جو کھانا آپ بھجوائیں گے۔

ہم وہی کھائیں گے۔ پھر حضور نے فرمایا ایک دیگ زردے کی اور ایک
دیگ پلاؤ کی پکوا کر وہاں بھجوادی جائے۔ حضور یہ فرما کر اندر تشریف لے
گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کوئی دوست حضرت صاحب سے ملنے کے لئے
آیا۔ اس نے زینے میں کھڑے ہو کر دستک دی۔ خادمہ نے اطلاع دی اور
حضور تشریف لے آئے۔ وہ دوست زینے میں کھڑے اور حضور اندر صحن
میں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں نیچے سے میر ناصر نواب صاحب
تشریف لے آئے۔ جب وہ اوپر کی سیڑھی پر پہنچے تو حضرت صاحب نے
دریافت کیا کہ میر صاحب فنانشل کمشنر صاحب کے کھانے کا انتظام ہو گیا۔
میر صاحب نے فرمایا کہ وہ (منتظم) ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ ابھی تو کچھ نہیں
ہوا۔ حضور نے مکرر سہ کرر فرمایا کہ وہاں صرف ایک دیگ زردے کی اور
ایک دیگ پلاؤ کی جانی تھی۔ اب تک چلی جانی چاہئے تھی۔ میر صاحب یہی
کہتے رہے کہ منتظمین نے ابھی کچھ انتظام نہیں کیا۔ اس پر حضرت مسیح
موعود کے چہرے پر سرخی نمودار ہوئی اور آپ نے آنکھیں ذرا اوپر اٹھاتے
ہوئے زور سے کہا کہ میں حکم دیتا ہوں اور آپ کو حکم دیتا ہوں۔ ابھی لنگر
میں جا کر ایک دیگ زردے کی اور ایک دیگ پلاؤ کی وہاں بھجوادیں۔ میر
صاحب نے یہ سن کر عرض کیا۔ حضور بہت اچھا۔ اور فوراً لنگر خانے چلے
گئے۔ اور کھانا تیار کر کے بھجوادیا۔

۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں میں مال (بندوبست) کے محکمے میں ملازم ہوا۔
ریاست پٹیالے میں قانونی بندوبست پہلے ہی تھا اس واسطے زمیندار لوگ
مربع بندی کے وقت ہی یہ سمجھ کر کہ ہم اپنا رقبہ زیادہ لکھالیں' افسران

بندوبست کو رشوت دیتے تھے۔ میں نے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں
درخواست کی کہ حضور اس وقت رشوت کا بہت زور ہے۔ لوگ بہت
روپیہ دیتے ہیں۔ حضور اگر اجازت فرمائیں تو میں ملازمت ترک کردوں۔
اس خوف سے کہ میں بھی کہیں اس مارکیٹ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ تو حضور
نے جواباً مجھے لکھوایا کہ ترک ملازمت معصیت ہے۔ دوسری جگہ کوشش
کرتے رہیں۔ کسی دوسری جگہ ملازمت ملنے پر ملازمت ترک کی جاسکتی
ہے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ کوئی نابینا قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکتا کہ یا
الٰہی میں نے تمام عمر بد نظری کبھی نہیں کی۔ کوئی مخنث قیامت کے دن یہ
نہیں کہہ سکتا کہ میں نے بد فعلی نہیں کی۔ کوئی بہرہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں
نے کسی کی غیبت نہیں سنی۔ انسان کا تقویٰ یہی ہے کہ وہ باوجود ہر قسم کے
کوائف صحیح ہونے کے خرائب سے اجتناب کرے۔

جب ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ مباہلہ حضور نے شائع کیا۔ گو اس نے
اس کا انکار کر دیا۔ لیکن مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ میں نے ایک نظم لکھ کر
حضور کی خدمت میں بھیجی جس کے جواب میں حضور نے یہ تحریر فرمایا۔ نظم
اچھی ہے مگر اس کو اخبار میں شائع ہونے کے لئے نہیں دیا۔ بعد میں جب
مجھے معلوم ہوا کہ اس نے مباہلے سے انکار ہی کر دیا تھا۔ تو مجھے سمجھ آئی کہ
اس نظم کا شائع ہونا مناسب ہی نہیں تھا۔ کیونکہ اس میں دو شعر مجھے یاد ہیں
یہ تھے۔

تو تو ہے عمر میں جوان ابھی
میرے آقا پہ پیری آئی ہے

موت تیری بنے گی ایک نشاں
مجھ کو دیتا یہی دکھائی ہے

۱۹۰۸ء کا واقعہ ہے۔ مئی کے مہینے میں رخصت پر سنور گیا ہوا تھا۔ دوکان کی مرمت کرا رہا تھا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سنوری بھی سنور تشریف لے آئے۔ عشاء کی نماز کے وقت انہوں نے مجھے فرمایا کہ کہ صبح قادیان چلیں۔ میں نے عرض کیا کہ دو دن کا کام باقی ہے۔ دو دن ٹھہر جائیں۔ پھر چلیں گے۔ فرمایا بہت اچھا۔ لیکن اگلے دن صبح کے وقت آٹھ بجے کے قریب میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ بھئی تم دو دن ٹھہر کر آجانا۔ میری طبیعت بے چین ہے اس لئے میں تو اب جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ تشریف لے گئے۔ جب وہ قادیان شریف پہنچے۔ تو اس وقت معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا وصال ہو چکا ہے۔ اور جنازہ قادیان آچکا ہے۔ آپ جنازے میں شامل ہو گئے۔ بعد میں جو مجھے ملے تو فرمایا۔ کہ اگر میں اس وقت تمہاری درخواست پر رک جاتا تو مجھے یہ موقع میسر نہ آتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ میں تمام عمر بھر تمہاری شکل کبھی نہ دیکھتا۔

ایام بندوبست میں ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء کا غالباً واقعہ ہے۔ امیر کابل ہندوستان کے دورے پر آئے۔ چونکہ انہوں نے سرہند بھی ٹھہرنا تھا۔ کیونکہ وہاں مجدد الف ثانی کا مزار ہے۔ اور خاندان مجدد صاحب کا وہ مرید تھا۔ جس تاریخ کو وہ سرہند تشریف لائے۔ دفتروں میں تعطیل ہو گئی۔ مکرم عبداللہ صاحب دفتر میں ہی آرام فرمایا کرتے تھے۔ ان کا کھانا وہیں پہنچ جاتا تھا۔ میں اور دو تین اور احمدی اور مولوی صاحب کے دو صاحبزادے دفتر

سے آکر ایک کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ چونکہ دفتر سے چھٹی تھی۔ آپ صبح اس مکان میں تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ آپ اکیلے ہیں باقی سب کہاں گئے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ سب امیر کابل کو دیکھنے گئے ہیں۔ فرمانے لگے تم کیوں نہیں گئے میں بھی وہاں جا رہا ہوں۔ ہنس کر فرمانے لگے کہ آپ شاید اس لئے نہیں گئے کہ چونکہ کیمپ آفیسر آپ کے والد کا دوست ہے اس واسطے آپ ان کے ساتھ نہیں گئے کہ اگر ان سب کے ساتھ گیا تو ان سب کو کھانا وہیں سے کھلانا پڑے گا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ بات نہیں ہے اصل میں میرا دل ہی نہیں چاہتا۔ فرمانے لگے میں سمجھ گیا کہ تم کیوں نہیں جاتے۔ میں جو جا رہا ہوں تم بتاؤ کہ میں کیوں جا رہا ہوں؟ میں خاموش ہو گیا۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں چشم پر آب ہو گیا تھا۔ فرمانے لگے کہ آپ اس وجہ سے نہیں گئے کہ امیر کابل وہ انسان ہے جس نے سید عبداللطیف صاحب کو شہید کرایا۔ آپ کی غیرت نے یہ برداشت نہیں کیا کہ آپ اس کی شکل دیکھیں۔ لیکن میں اس غرض سے جاتا ہوں تا میں یہ دیکھوں کہ وہ کیسا انسان ہے جس نے ایسا قبیح فعل کیا۔

میں نے حضرت خلیفہ اولؓ کی خدمت میں درخواست پیش کی اس مضمون کی کہ اثناء گفتگو میں میری اہلیہ نے مجھ سے بتایا کہ ایک دن حضرت مسیح موعود نے مجھ سے یہ بات فرمائی تھی کہ رحیمن! تم یہاں ہی رہو۔ اور تمہارے میاں بھی یہاں آجائیں۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ نے مجھے اس وقت کیوں نہیں بتایا تھا۔ اب اتنے عرصے کے بعد ذکر کیا ہے۔ اس لئے یہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ اگر آپ اجازت فرمائیں تو ملازمت ترک

کر کے قادیان آجاؤں۔ جواباً حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا کہ کچھ لوگوں کو باہر بھی کام کرنا چاہئے جو ملازمت کے سلسلے میں ہیں۔ اس جواب کے پہنچنے پر میرے دل میں بعض اوقات یہ تڑپ ہوتی تھی۔ کہ کاش مجھے اس بات کا علم حضرت مسیح موعودؑ کے وقت ہو جاتا اور وہاں حاضر ہو جاتا۔ جو روحانی فیوض قادیان میں ہیں وہ باہر رہنے میں نہیں ہیں۔ چنانچہ میں اس کے متعلق دعائیں کرتا تھا۔ ایک رات میں نے نہایت ہی تضرع سے دعا کی کہ قادیان میں اپنا نصیب نہیں ہوا ہے بعض صحابہ کرام کو رسول کریمؐ کے زمانہ میں بھی باہر بھیج دیا گیا تھا۔ میں نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ ان پر بھی کوئی اس وقت براہ راست برکات کا نزول ہوتا ہوگا۔ اے خداوند تعالیٰ تو میری حالت پر بھی رحم فرما اور مجھے براہ راست برکات میں سے کچھ حصہ عنایت فرما۔ میں رات کو جب تہجد کے لئے اٹھتا تھا۔ تو پہلے ایک پارہ تلاوت کرتا تھا۔ چنانچہ اس رات پندرھواں پارہ میری تلاوت میں تھا۔ جب میں اس آیت پر آیا۔ وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (۸۰/بنی اسرائیل) تو اس وقت کشفی حالت طاری ہو گئی۔ اور نَافِلَۃً لَّکَ سے عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا تک ایک لائن کھنچی ہوئی تھی۔ جس کے اوپر ۱۹۱۴ء لکھا ہوا تھا۔ جب یہ حالت دور ہو گئی تو میں نے ابجد کے لحاظ سے اعداد نکالنے شروع کئے۔ چنانچہ اس حصہ آیت کے ۱۹۱۴ عدد نکلے۔ یہ ۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے۔ میں نے صبح کو موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت بابرکت میں تحریر کیا کہ مجھے کشفی حالت میں ایسا بتایا گیا ہے۔ ۱۹۱۴ء میں اللہ

تعالیٰ آپ کو اس مقام پر کھڑا کرے گا۔ حضور نے مجھے اس کوئی جواب نہ عطا فرمایا۔ مارچ ۱۹۱۴ء میں جب حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات ہو گئی۔ آپ کی وفات کی اطلاع پر میں اپنی اہلیہ کے ساتھ بیعت کے لئے قادیان حاضر ہوا۔ اور حضرت خلیفہ ثانی کی بیعت کر لی۔ دوسرے تیسرے روز آپ چوبارے میں ڈاک ملاحظہ فرما رہے تھے۔ میں بھی وہاں حاضر ہو گیا تھا۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم اور مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم ان کے علاوہ دو تین اور دوست وہاں موجود تھے۔ اس وقت حضور نے نواب صاحب کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا کہ ہمارے میاں کو ایک سال پہلے اس خلافت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اطلاع دے دی تھی اور انہوں نے مجھے لکھا تھا۔ نواب صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کے میاں کون؟

حضور نے فرمایا۔ یہ میاں قدرت اللہ صاحب سنوری بیٹھے ہیں۔ انہوں نے مجھے اطلاع دی تھی۔ میں نے اخبار الفضل میں اتنا نوٹ دے دیا تھا کہ بعض دوستوں کے لطیف مضامین آئے ہیں جن کے شائع ہونے کا وقت نہیں۔ اور میری طرف مخاطب ہو کے فرمایا کہ بتائیں وہ ۱۹۱۴ عدد کیسے نکلتے ہیں اور وہ کس طرح ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ اس پر آپ نے مولوی محمد اسماعیل صاحب کو فرمایا کہ آپ عدد نکالیں کیا یہ درست ہے؟ چنانچہ انہوں نے اعداد نکال کر کہا۔ حضور درست ہے ۱۹۱۴ ہی نکلتے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ اب اسے الفضل میں شائع فرما دیں۔ چنانچہ میں نے یہ مضمون اور دو تین مزید خواب جو اس کے متعلق تھے، لکھ کر دفتر الفضل میں بھجوائے تو انہوں نے کہا کہ کاپی تمام لکھی جا چکی ہے۔ اس لئے اگلے شمار

میں شائع ہو سکتا ہے۔ حضور نے فرمایا بطور ضمیمہ اسی کے ساتھ شائع کر دیا
جائے۔ چنانچہ میں نے "احمدی جماعت کے لئے ایک نادر تحفہ" کے عنوان
سے یہ مضمون شائع کرایا اور اس کے ساتھ اپنے کئی خواب اور براہین
احمدیہ کی نظم میں سے چند اشعار بھی لکھے۔ جو میرے ذوق کے لحاظ اس موقع
پر چسپاں ہوتے تھے۔ دو خواب ان میں سے اب بھی مجھے یاد ہیں۔ ایک میرا
خواب ہے۔ ایک میری اہلیہ کا۔

مارچ ۱۹۱۴ء میں میں تحصیل سرہند میں اپنی ملازمت پر حاضر تھا تو خلیفہ
اول کی وفات سے دو تین روز پہلے میری اہلیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں
نے خواب میں دیکھا ہے کہ ریتی چھلے سے لے کر نواب صاحب کی کوٹھی کی
جگہ تک سارا میدان ہے۔ اور وہاں مکانات نہیں ہیں۔ اور جہاں مسجد نور
اور بورڈنگ ہے وہاں دو بہت لمبے لمبے بانس گڑھے ہوئے ہیں جو بہت ہی
بلند ہیں۔ ایک بانس خالی ہے اور دوسرے بانس کے اوپر صاحبزادہ محمود احمد
صاحب موجودہ امام تشریف فرما ہیں۔ ریتی چھلے کی طرف سے جہاں لوگوں کا
ہجوم ہے۔ دس دس پندرہ پندرہ آدمیوں کی پارٹیاں بن کر دوڑتی ہیں۔ اور
دوڑنے والے بانس کے پاس جا کر پکارتے ہیں۔ میں اول میں دوئم۔ اس
طرح پر تمام اپنے نمبر بولتے ہیں۔ ان پارٹیوں کے بعد گھوڑ سواروں کی
پارٹیاں تیار ہوئیں۔ اور وہ بھی اسی طرح گھوڑے دوڑانے لگے۔ جس
پارٹی میں آپ نے اپنا گھوڑا دوڑایا۔ آپ کہتے ہیں میں اول نمبر پر آیا۔
میرے گھوڑے کا کان آگے ہے۔ اس کے بعد بیدار ہو گئی۔ میں نے ان
سے کہا کہ حضرت خلیفہ اول چونکہ بیمار ہیں۔ اس لئے ان کی وفات ہو جائے

گی۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب خلیفہ ہونگے۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قادیان آیا ہوں اور مہمان خانے کا جو
موجودہ صحن ہے خواب میں اس کو بہت بڑا صحن دیکھتا ہوں وہاں لوگ جمع
ہیں۔ چند کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ جن میں سے ایک کرسی پر حضرت خلیفۃ
المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ ایک پر حضرت مرزا بشیر احمد
صاحب۔ ایک پر حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور ایک پر حضرت ام
المومنینؓ تشریف فرما ہیں۔ ان سب کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے
ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی کرسی کے نیچے اوپر بہت ہار
پڑے ہیں۔ سامنے کی طرف جو میں نے دیکھا تو مجھے دہشت سی محسوس
ہوئی۔ وہ یہ تھا کہ جس طرح چمار کسی مرے ہوئے جانور کے چمڑے کو الٹا
لٹکاتے ہیں۔ اسی طرح تین آدمی الٹے لٹک رہے ہیں۔ جن کے سر نیچے کی
طرف اور پاؤں اوپر کی طرف۔ اور جسم ایسا جیسے متورم۔ میں نے کسی سے
دریافت کیا کہ یہ کیا؟ انہوں نے مجھے جواب میں بتایا کہ یہ تین مدعیان
خلافت۔

پھر انہی ایام میں جبکہ میں قادیان میں بیعت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ میں
نے الفضل والوں کو بشیر الدین خلیفۃ / ۱۳۳۲ھ یہ لکھ کر بھیجا۔ جو انہوں
نے شائع کیا۔

بیعت کے بعد جب لاہوری جماعت کی طرف سے یہ بحث شروع ہوئی
کہ آپ نبی نہیں تھے۔ تو گرمیوں کا موسم تھا میں اور میری بیوی قصبہ سنور
میں اپنے چوبارے میں لیٹے ہوئے تھے کہ میری بیوی نے مجھے جگایا اور کہا کہ

اٹھ کر باہر لوگوں کو دیکھو اتنا شور ہے اور آپ سو رہے ہیں۔

میں نے مکان کے پردوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ سب سوئے ہوئے تھے کوئی بھی جاگ نہیں رہا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ باہر تو کوئی شور نہیں کیا بات ہے؟ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر سینے پر رکھا ان کا دل دھڑک رہا تھا۔ میں نے کہا کہ بات کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔ میں نے حضرت مسیح موعود کو دیکھا۔ تو حضور نے فرمایا کہ ان نشانات کے ذریعہ سے اگر آدمؑ نبی ہیں تو میں کیوں نبی نہیں۔ پھر کچھ بلند آواز سے فرمانے لگے کہ اگر نوحؑ ان نشانات سے نبی ہیں تو میں کیوں نہیں؟ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ ۔ حضرت اسماعیلؑ ۔ حضرت اسحاقؑ ۔ حضرت یعقوبؑ ۔ حضرت یوسفؑ ۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ کے نام لیکر یہی فقرہ کہتے تھے اور ہر نبی کے نام کے وقت آواز میں گرج پیدا ہوتی تھی۔ آخر جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آیا۔ تو فرمایا کہ آپ مکمل ہدایت قرآن کریم لے کر آئے اور میں قرآن کریم کی اشاعت کے لئے آیا ہوں۔ یہ آواز اتنی گرج سے تھی کہ میں سمجھتی تھی کہ سارا شہر جاگ اٹھا ہے اور حضور کا گلا پھٹا جاتا ہے۔ چہرہ سرخ ہوا جاتا ہے۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے چچا غلام قادر صاحب مرحوم جو کہ صحابی تھے۔ ان کے مکان کے صحن میں میں موجود ہوں۔ وہاں حضرت مسیح موعودؑ تشریف لے آئے اور انہیں معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت ہے۔ معاً ہمارے خاندان کے بزرگ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم۔ مولوی محمد یوسف صاحب منشی احمد بخش صاحب۔ منشی محمد ابراہیم صاحب۔ میرے والد

مولوی محمد موسیٰ صاحب۔ میرا دادا محمد عیسیٰ صاحب بھی تشریف لے آئے۔ میرے دل میں نہایت خوشی اور بشاشت تھی کہ قادیان میں تو مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی یا مولوی نورالدین صاحب نماز پڑھاتے تھے۔ لیکن یہاں تو حضرت مسیح موعودؑ خود نماز پڑھائیں گے۔ یہاں تو کوئی اور اتنا بڑا عالم بھی نہیں۔ جب نماز کے لئے تیار ہوئے تو حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھاؤ۔ میں نے ایک دو دفعہ عذر پیش کیا۔ لیکن حضورؑ نے فرمایا۔ آپ ہی نماز پڑھائیں۔ میں نے پھر اپنے والد اور مکرم عبداللہ سنوری صاحب اور محمد یوسف صاحب سے درخواست کی کہ آپ میں سے کوئی نماز پڑھاوے۔ لیکن ہر ایک نے انکار کیا کہ جب حضرت صاحب آپ ہی کو کہتے ہیں تو آپ ہی پڑھائیں۔ سو میں نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ بالکل میرے پس پشت کھڑے تھے۔ جب میں پہلی رکعت کے رکوع کے لئے گیا۔ تو حضور نے اپنی جگہ سے بڑھ کر میرے جسم کو اپنے جسم سے ڈھانپ لیا۔ جب میں نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو حضور پیچھے ہٹ گئے۔ تو جب میں سجدے میں گیا۔ تو حضور نے اسی طرح مجھے ڈھانپتے ہوئے سجدہ فرمایا۔ آپ کا سر میرے سر کے آگے تھا۔ اور میرے بازوؤں سے آپ کے بازو باہر کی طرف زیادہ پھیلے ہوئے تھے۔ میں سجدے سے اٹھا تو حضور ہٹ گئے۔ دوبارہ سجدہ کیا تو پھر حضور نے ویسے ہی سجدہ کیا۔ ہر چہار رکعت میں حضور نے ایسا ہی کیا۔ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا۔

میری پہلی بیوی میری حقیقی ماموں زاد تھی۔ شادی سے چار سال بعد

فوت ہو گئی۔ موجودہ بیوی کے والد چوہدری کریم بخش صاحب موضع رائے پور ریاست نابھ کے باشندے تھے جو املوہ سے دو میل کے فاصلے پر تھا۔ میں ان ایام میں تحصیل سرہند میں ملازم تھا۔ میرے ہیڈ کوارٹر اور ان کے گاؤں کا فاصلہ قریباً ۱۵ کوس تھا۔ کیونکہ یہ اپنے باپ کی اکلوتی تھیں۔ ان کی والدہ اور ان کی بھی خواہش تھی کہ جلدی جلدی ملتی رہا کریں۔ تو کبھی ہفتے کبھی دو ہفتے کے بعد میں انہیں وہاں لے جاتا تھا۔ بار بار جانے کی تکلیف کی وجہ سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مکرم عبداللہ صاحب مرحوم نے کہاں گاؤں میں میرا رشتہ کر دیا کہ اس طرح آنے جانے کی تکلیف ہوتی ہے۔ کسی شہر میں رشتہ ہوتا تو بہتر ہوتا اور اس طرح روز روز کی تکلیف سے بچتا۔ اس خیال کے بار بار آنے سے مجھے تکلیف محسوس ہوئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قادیان شریف گیا۔ یکوں کے اڈے پر جب میں اترا تو وہاں حضرت مسیح موعودؑ تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کر کے مصافحے کے لئے ہاتھ آگے بڑھائے۔ تو حضور نے معانقے کے لئے ہاتھ بڑھا کر چھاتی سے مجھے لگا لیا۔ حضور نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر میری پشت پر باندھے ہوئے تھے میں نے بھی اسی طرح باندھ لئے جب دونوں نے ہاتھ چھوڑے تو اس وقت میں نے دیکھا کہ حضور کی بجائے میرے خسر چوہدری کریم بخش صاحب تھے۔ میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ وہ جو میرے دل میں کوفت تھی کہ میرا رشتہ کہاں ہو گیا وہ بالکل دور ہو گئی اور میں سمجھ گیا کہ یہ حضور کے رنگ میں رنگین ہیں۔ چوہدری کریم بخش صاحب کا وصیت نمبر ۱۹ ہے اور وہ قادیان کے قطعہ صحابہ میں مدفون ہیں۔

میری دوسری شادی کے بعد ایک سال بھی نہ گذرا ہو گا کہ میں تحصیل سرہند میں اپنے ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ کسی معاملے کے متعلق میں اپنی بیوی سے ناراض ہو گیا اور دو تین دن تک ہماری بحث ہوتی رہی۔ تیسرے دن مجھے خواب میں حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت ہوئی۔ حضور نے مجھے فرمایا کہ دیکھو میاں اپنی بیوی سے سختی سے پیش نہ آیا کرو۔ یہ ہماری بیٹی ہے۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک میں ان کا بہت احترام کرتا ہوں۔ اور کبھی اگر بھول کر ان سے ناراض ہو جاتا ہوں تو اس واقعہ کے یاد آتے ہی فوراً استغفار کرتا ہوں۔ چونکہ میں اس وجہ سے ان کا احترام کرتا ہوں کہ مجھے حضور نے خواب میں ایسا فرمایا ہے لیکن ہمارے رشتہ داروں میں عام بات یہ مشہور ہے کہ مولوی صاحب اپنی بیوی سے ڈرتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی کئی دفعہ لوگوں سے ذکر فرمایا ہے کہ یہ اپنی بیوی سے خوب ڈرتے ہیں۔

ایام خلافت اولیٰ میں چونکہ خلیفہ اولؓ رمضان شریف میں تمام قرآن کریم کا درس دیتے تھے۔ اس لئے میں رمضان شریف کا تمام مہینہ قادیان میں آکر بسر کرتا تھا۔ جب بھی گنجائش ہوتی تو حضرت ام المومنینؓ دار المسیح میں جگہ دے دیتیں۔ ایک سال میں چھتے کے اوپر جو کمرہ ہے اس میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اوپر صحن سارا کھلا تھا۔ جس میں حضرت ام المومنین اور حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی حرم اول کی رہائش تھی۔ میں نے جب نیچے سے اوپر آنا ہوتا تو میں آوازیں دینے لگتا (تاکہ پردہ ہو جائے) ایک دن حضور نے مجھے آوازیں دیتے سن لیا۔ حضور صحن میں آگے بڑھے اور

دروازے کے پاس آکر کہنے لگے کہ یہاں خادمائیں' دیگر عورتیں اور بچے ہوتے ہیں۔ شور کی وجہ سے تمہاری آواز کون سنتا ہے۔ آپ جب بھی آئیں السلام علیکم کہہ کر نیچی نظر رکھتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے جایا کریں۔ ایک دفعہ زینے میں کھڑے ہوئے کرمیں نے خادمہ کو آواز دی کہ میں نے اماں جان سے ملنا ہے۔ خادمہ کے اطلاع دینے پر آپ تشریف لے آئیں۔ اور السلام علیکم فرمایا۔ میں نے دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ نہایت محبت سے فرمانے لگیں' میں آپ کے لئے دعائیں کرتی رہتی ہوں۔ آپ کی بیوی جو کہتی ہیں میں اس کے لئے بھی دعائیں کرتی رہتی ہوں۔ مجھے معلوم تھا۔ کہ حضور مجھ سے بہت خوش ہیں اور اس وقت بھی دعائیں دیتے تھے۔ میں نے جرات کرکے یہ عرض کر دیا کہ حضور! مجھے تو کامل خوشی جب ہوگی کہ جب یہ روحانی بادشاہت دوبارہ اسی گھر میں آجائے۔ یہ سن کر آپ کا لہجہ بدل گیا اور مجھے بار بار فرمایا۔ قدرت اللہ استغفار کرو۔ استغفار کرو۔ ایک خلیفہ کی موجودگی میں ایسی بات ہرگز نہیں کہنی چاہئے۔ پھر زور سے فرمایا۔ استغفار کریں۔ استغفار کریں۔ تب میں نے زور سے استغفار کیا۔ تب آپ خاموش ہوئیں۔

ایک دفعہ برسات کے ایام میں میں اپنی اہلیہ کے علاوہ اپنی والدہ صاحبہ' اپنی پھوپھی صاحبہ اور اپنی ہمشیرہ صاحبہ اور اپنے پھوپھا صاحب کو بھی ساتھ قادیان لایا۔ بٹالہ سے جب ٹانگہ پر سوار ہو کر نہر سے آگے قادیان والے موڑ پر ہم پہنچے۔ تو وہاں یکہ والوں نے بتایا کہ ہم سامان اوپر رکھ لیں گے۔ آپ پیدل پگڈنڈی سے جائیں۔ کیونکہ راستہ پانی کی وجہ سے خراب

ہے۔ تو پگڈنڈی پر بھی بعض جگہ ایک ایک دو دو فٹ پانی تھا۔ کچھ بارش بھی ہوئی۔ اس وجہ سے ہم بھیگے ہوئے کپڑوں میں قادیان پہنچے۔

جب عورتیں اندر ام المومنینؓ کے پاس پہنچیں تو چائے کے بعد آپ نے اپنے ایک مکان میں ہمیں بھجوا دیا۔ تاکہ مہمان خانہ میں ہمیں تکلیف نہ ہو۔ بارش کثرت سے ہوتی تھی۔ چند دن کے بعد (ہفتہ عشرہ کے بعد) کوئی دس بجے خادمہ آئی اور اس نے کہا۔ کہ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ جن کا مکان ہے یا جن کے لئے یہ بنوایا ہے وہ آگئے ہیں۔ اس لئے آپ آج ہی یہ مکان خالی کر دیں۔ گو ان دنوں روپے کی بڑی قیمت تھی۔ لیکن نئے مہمان میرے ساتھ تھے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ خواہ دس روپیہ کرائے پر کوئی جگہ میں لے سکوں تو لے لوں۔ مگر کوئی جگہ نہ ملتی تھی۔ اماں جان کی طرف سے بار بار پیغام آتا تھا کہ اگر کوئی اور جگہ نہیں ملتی تو عورتیں اندر میرے پاس آجائیں۔ اور آپ مہمان خانہ میں ٹھہر جائیں۔ میں نے جہاں اور مکانوں کی تلاش کی وہاں میں سید محمد علی شاہ صاحب کے پاس پہنچا کہ ان کے کسی ایک مکان کی دوسری تیسری منزل خالی تھی۔ تاکہ میں وہ ایک ماہ کے لئے کرایہ پر لے سکوں۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے دس روپے کی ضرورت نہیں میں نے تو ایک شخص کو یہ جگہ چار روپیہ کرائے پر دی ہوئی ہے۔ اور اس نے مجھے ایک ماہ کا کرایہ بھی دے دیا ہوا ہے۔ اس اثنا میں عصر کا وقت ہو گیا۔ عصر کی نماز کے لئے میں مسجد مبارک میں آیا۔ تو شیخ غلام احمد صاحب واعظ نو مسلم مسجد میں موجود تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کو میں نے آج ادھر ادھر بہت گھومتے دیکھا ہے کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ

اس طرح مجھے مکان کی ضرورت ہے آپ ہی کوئی مکان بتلائیں۔ انہوں نے کہاکہ برسات کی وجہ سے کافی مکان خراب ہوگئے ہیں۔ مکانوں کی قلت ہے۔ آپ حضرت خلیفہ ثانی سے کہیں وہ آپ کے لئے انتظام کرا دیں گے۔ میں اصرار کرتا تھاکہ میں حضور کو یہ تکلیف دینی نہیں چاہتا۔ لیکن وہ کہتے نہیں آپ کہدیں حضور باسانی اس کا انتظام کروادیں گے۔ ان کا باربار اصرار کرنے پر میں نے عصر کے بعد حضور سے مکان کے بارے میں عرض کردیا۔ حضور نے فرمایا ہاں! آج کل مکانوں کی بڑی تکلیف ہے۔ تو جب حضور تشریف لے گئے تو میں نے شیخ صاحب سے کہا۔ دیکھا آپ نے یونہی مجھ سے کہلوایا۔

جب لوگ چلے گئے تو میں نے مسجد مبارک کی پرانی جگہ پر جہاں کہ حضرت مسیح موعودؑ نماز پڑھا کرتے تھے جاکر دعا کی۔ دعا کے بعد میرے دل میں خیال آیاکہ میں پھر شاہ صاحب کے پاس جاؤں۔ اس کو میں الٰہی تحریک سمجھ کر محمد علی شاہ صاحب کے پاس گیا۔ جب میں شاہ صاحب کے صحن میں داخل ہوا تو وہ مجھے دیکھ کر ہنسے اور کہنے لگے کہ دوپہر کو آپ ضد کرتے تھے کہ میں نے کسی کو مکان کرایہ پر دے دیا ہوا تھا۔ اس لئے آپ کو کس طرح دے سکتا تھا۔ آپ کے جانے کے بعد دوپہر کی ڈاک سے کرایہ داروں کا خط آیا ہے کہ ہم نہیں آسکتے۔ اس لئے آپ جنہیں چاہیں مکان دے دیں۔ اور پھر شاہ صاحب نے مجھے چابی پکڑا دی۔ ہم نے پھر برسات کے وہ ایام وہاں نہایت آرام سے گزارے۔

میرا بھائی اہلیہ کے ساتھ قادیان آیا ہوا تھا ہم نے عبداللہ جلد ساز کے

پاس ایک ہندو کا مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا جو کہ مسجد مبارک سے فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر ہوگا میرے گھر سے حاملہ تھیں اور ایام وضع قریب ہی تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ میں ظہر کی نماز کے لئے جانے لگا۔ تو میری بیوی نے مجھے کہاکہ مجھے درد کی تکلیف ہے دعا کرنا۔ میں مسجد مبارک میں چھوٹے زینے سے اوپر چڑھا اور کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر کہاکہ حضرت ام المومنین کو میری اطلاع دینا۔ اطلاع پر حضور ام المومنین تشریف لائیں تو میں نے عرض کیاکہ حضور خادمہ نے درد کی وجہ سے مجھے دعا کے لئے کہا ہے۔ آپ دعا فرمائیں۔ ہم وطن سے اکیلے آئے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ میں دعا کروں گی۔ میں مسجد میں داخل ہوگیا۔ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب میں گھر پہنچا۔ تو میری بیوی نے مجھ سے کہاکہ آپ نے حضرت ام المومنین سے کیوں یہ عرض کی تھی۔ میں نے کہاکہ آپ کو کیسے علم ہوگیا۔ میں نے تو انہیں دعا کے لئے کہا تھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ آپ نماز کے لئے چلے گئے۔ معمولی درد تھا۔ میری آنکھ لگ گئی۔ میں سو گئی۔ تو دروازہ زور سے کھٹکنے کی وجہ سے میری آنکھ کھلی اور میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہاں حضرت ام المومنین تشریف لائی ہوئی تھیں اور آپ نے فرمایاکہ ”کڑیے توتے پئی سورہی ایں اور قدرت اللہ نے مینوں بتایاکہ اوہنوں تکلیف اے دعا کرو“۔ میں نے کہاکہ خود ہو آؤں اور یہ فرما کر میرے ساتھ اندر تشریف لے آئیں اور مجھے کہاکہ لیٹ جا۔ تیل کی شیشی لی کر آپ نے اپنے دست مبارک سے میرے پیٹ پر مالش کی۔ کافی دیر مالش فرمانے کے بعد کہنے لگے کہ ابھی بچے کی پیدائش میں کافی دن باقی

ہیں۔ اور مجھ سے فرمایا کہ تم نے دایہ کا جو کچھ دن خدمت کرے انتظام کرلیا ہے۔ میں نے کہا ہاں کرلیا ہے۔ پھر آپ تشریف لے گئیں۔ ہفتے عشرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے لڑکی (حمیدہ) عطا فرمائی۔ اس دوران میں آپ نے ایک خادمہ حیمی دو تین بار بار بھیجی اور وہ آکر پوچھتی تھی کہ رحیمن اماں جان پوچھتے ہیں کہ تم نے کیا جنا ہے۔

متفرق خوابیں

۱۹۵۷ء کی خوابیں :- خواب میں کچھ کاغذات دکھائے گئے۔ وہ کاغذات میں نے مکرم مولوی عبداللہ صاحب سنوری مرحوم کو دکھائے اور ان کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ ان میں آپ کے بڑے صاحبزادے مرحوم رحمت اللہ کا خط ہے انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے دیکھ لیا ہے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ دنیا میں لوگوں میں سے کسی کو دولت کی خوشی ہے کسی کو صحت کی خوشی ہے کسی کو اولاد کی خوشی ہے۔ مجھے یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملی ہیں مگر مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میرا خدا مجھ سے خوش ہے۔ یہ الفاظ الہامی تھے۔

میں نے رویا میں دیکھا کہ ایک چوبارے میں ہوں دوسرے چوبارے سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تشریف لے آئے اور مجھے تین چار روٹیاں دیں۔ میں نے انہیں کپڑے میں لپیٹ لیا اور گھر کو چل دیا۔ راستے میں جاتے ہوئے کھول کر انہیں درمیان میں توڑ کر کھانا شروع کردیا اور

کنارے باقی رہ گئے۔ تو اس وقت مجھے خیال آیا کہ یہ روٹیاں میں نے اپنی سب اولاد کو تقسیم کرنی تھیں۔ میں نے خود ہی کھانی شروع کردیں۔ پھر یہ خیال آیا کہ میری اولاد تو بہت ہے اور ٹکڑے تھوڑے سے ہیں۔ اس پر میں نے وہ ٹکڑے دونوں ہاتھوں میں رکھ لئے اور دعا کر کے پھونکیں مارنی شروع کیں تو وہ ٹکڑے بڑھنے شروع ہوگئے چنانچہ میں نے کئی دفعہ دعا کر کے پھونکیں ماریں اور ٹکڑے بہت سے ہوگئے۔

(ماہ اگست ۵۷ء میں جب میں نخلہ میں گیا تو حضور کی خدمت میں یہ خواب لکھ کر بھجوادی۔ چنانچہ حضور نے اندر سے روٹیاں پکوا کر بھجوادیں اور میں نے وہ اپنی اولاد میں تقسیم کردیں)۔

خواب میں میں ایک مکان کے صحن میں تھا جہاں چند احباب موجود تھے۔ وہاں نماز کا ذکر ہوا۔ میں نے کہا کہ حضور کی خدمت میں اطلاع کردینی چاہئے تاکہ حضور (خلیفہ ثانی) تشریف لے آئیں یا اجازت آجائے۔ انہوں نے کہا کہ اجازت آگئی ہے آپ نماز پڑھائیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور نے آپ کے واسطے حکم دیا ہے۔ چنانچہ میں نے نماز پڑھانی شروع کر دی۔ پہلی رکعت کے رکوع میں جب گئے تو حضور تشریف لا کر صف اول میں میرا بالکل پیچھے رکوع میں شامل ہوگئے۔ جب میں نے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہا تو حضور میرے برابر آگئے۔ میں ذرا سا پیچھے ہوا کہ حضور اب نماز پڑھائیں مگر حضور نے میری کمر پر سے مونڈھے تک ہاتھ بڑھایا اور اور ذرا آگے کردیا۔ گویا اشارہ تھا۔ کہ تو ہی نماز پڑھا۔ میں نے نماز پڑھائی اور حضور ہر رکعت میں اسی طرح ہاتھ رکھتے تھے۔ (چنانچہ یکم نومبر ۵۸ء

انصار اللہ کے سالانہ اجتماع میں سیدی مرزا ناصر احمد صاحب نے مجھے فرمایا کہ نماز مغرب و عشاء آپ پڑھائیں۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں میں نے دونوں نمازیں پڑھائیں۔ اور آپ عین میرے پیچھے صف اول میں تھے یہ خواب میں نے اس اجتماع سے قبل مولوی عبد المالک خانصاحب (کراچی) عزیزم مسعود احمد خورشید وغیرہ کئی دوستوں کو سنائی تھی)

آخر ستمبر ۵۸ء میں خواب میں حضرت خلیفہ المسیح الثانی سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کے ساڑھے چار بیٹوں کے لئے لنگر میں کھانے کا انتظام کر دیا ہے۔ وہاں سے روٹیاں لے لیں۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں لنگر میں جاؤں۔ کسی شخص نے مجھ سے کہا کہ ابھی لنگر میں تقسیم شروع نہیں ہوئی ہے۔ کچھ دیر کو شروع ہو گی۔ میں نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ رعب عطا فرمایا ہے کہ جب میں جاؤں گا تو وہ فوراً روٹیاں دیں گے۔ چنانچہ میں لنگر میں گیا تو انہوں نے کہا کہ ابھی تقسیم شروع نہیں ہوئی۔ میں نے کہا کہ آپ کو حضرت صاحب نے حکم نہیں دیا۔ انہوں نے کہا کہ حکم کیا حضور تو آپ کا راگ گاتے رہے ہیں آپ روٹیاں لے جائیں۔ میرے پاس کپڑا کوئی نہیں تھا۔ میں نے لنگر کی دیواروں پر ہرن کی کھال لٹکی ہوئی دیکھی اور وہ کمرے کے ساتھ لگا کر لنگر والوں کو کہا کہ وہ نو افراد کے لئے کھانا دے دیں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے بہت سی روٹیاں دے دیں۔

اولاد

پہلی بار لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام برکت کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر محمود احمد رکھا۔ وہ لڑکا آٹھ ماہ کا ہو کر فوت ہو گیا۔ میں ملازمت پر تھا۔ میری اہلیہ نے نہایت صبر کیا۔ محلّہ کی عورتیں آکر سابقہ دستور کے مطابق جزع فزع کرنے لگیں۔ تو انہوں نے منع کیا۔ محلہ میں اس کا شور رہا کہ قدرت اللہ کی بیوی بیٹے کی وفات پر ہم کو رونے نہیں دیتی ہے۔

اس کے بعد لڑکی محمودہ بیگم پیدا ہوئی۔ اس کے بعد مسعودہ بیگم پیدا ہوئی۔ اس کے بعد حمیدہ بیگم پیدا ہوئی۔ یہ لڑکی قادیان میں پیدا ہوئی۔ اس کی پیدائش سے چند یوم پہلے مجھے خواب میں بتایا گیا کہ مریم کے رنگ کی لڑکی پیدا ہو گی۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ وہ زندہ سلامت موجود ہے اور اس میں مریمی رنگ ہے۔

اس کے بعد سعیدہ بیگم پیدا ہوئی جو ۱۶ سال کی عمر میں فوت ہو گئی۔ چونکہ موصیہ تھیں اس لئے بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئی۔ اس لڑکی کی وصیت کا جھگڑا ہوا۔ یہ اپنے سسرال سے قادیان میری ہمشیرہ کے پاس آئی۔ اور وصیت کر دی۔ اور فارم پر کر کے ہمشیرہ کو دے دیا خود سنور چلی گئی۔ وہاں جا کر بیمار ہو کر فوت ہو گئی۔ مجھے یہ علم تھا کہ یہ وصیت کر آئی ہے۔ میں نے نعش کو صندوق میں امانتاً دفن کرایا۔ چھ سات ماہ بعد اس کی نعش کو قادیان لایا۔ جب افسر بہشتی مقبرہ سے عرض کیا تو انہوں نے دفتر سے معلوم کر کے فرمایا اس کی وصیت درج نہیں۔ گھر سے معلوم کیا۔ تو ہمشیرہ نے فرمایا کہ فارم گھر میں ہی پڑا ہے۔ سید سرور شاہ صاحب مرحوم کو فارم دکھلایا تو انہوں نے

فرمایا کہ دو موصی اگر موکّد بعذاب قسم کھاویں کہ ان کے سامنے
وصیت کی ہے۔ اور دو گواہ ایک وقت میں موجود ہوں تو نعش دفن ہو سکتی
ہے۔ مگر ایسی شہادت ملتی نہ تھی حضرت ام المومنین سے میں نے عرض کیا
کہ دعا فرمائیں نعش دفن نہیں ہو سکی۔ آپ نے فرمایا۔ ذرہ ٹھہرو۔
تھوڑی سی دیر بعد آپ نے ایک تحریر مولوی سرور شاہ صاحب کے نام تحریر
فرما کر مجھے دی۔ اس میں درج تھا کہ سعیدہ نے وصیت کرنے کا ذکر مجھ سے
کیا تھا۔ میں نے وہ تحریر مولوی سرور شاہ صاحب کو دکھائی۔ آپ نے
اجازت دی اور نعش بہشتی مقبرہ میں دفن ہو گئی۔ میری تیسری لڑکی حمیدہ
بیگم کی پیدائش قادیان میں ہوئی جس کا ذکر آچکا ہے۔ میرے والد صاحب
قادیان تشریف لائے اور ابھی لڑکی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ آپ کو بہت خیال
تھا کہ خدا لڑکا دیوے۔ میں نے انہیں خواب سنایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ مریم
کے رنگ میں لڑکی پیدا ہو گی۔ والد صاحب نے کچھ رنج محسوس کیا۔ مگر
میرے بعد میری اہلیہ نے ان سے ذکر کیا۔ کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس لڑکی کے
بعد اور لڑکی پیدا ہو گی۔ پھر لڑکا ہو گا۔ والد صاحب کو اس کا زیادہ رنج ہوا۔
اور وہ جلد ہی قادیان سے سنور واپس چلے آئے اور والدہ صاحبہ سے فرمایا
کہ میں گیا تھا کہ خدا کرے لڑکا ہو۔ اور میں خوش خوش واپس آؤں مگر بیٹے
نے اور خواب سنایا۔ بہو نے اور خواب سنایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ
پہلے حمیدہ بیگم پیدا ہوئی اور پھر سعیدہ بیگم پیدا ہوئی۔

میں معہ اپنی اہلیہ صاحبہ کے قادیان میں قیام پذیر تھا اور حضرت مسیح
موعودؑ کی زرعی جائیداد قادیان کی تقسیم کے کاغذات حضرت ام المومنین

کے ارشاد سے تیار کرتا تھا۔ اور حضرت خلیفہ ثانی کو دکھایا کرتا تھا۔ ان ایام
میں ہمیں دار المسیح کے حضور کے دالان کے نیچے کمرہ رہائش کے لئے ملا ہوا
تھا۔ ایک دن میری اہلیہ نے مجھے یہ بتایا کہ میں ام ناصر صاحبہ کی خدمت میں
حاضر ہوئی۔ تو انہوں نے فرمایا رحیمن آج تمہارے متعلق خواب دیکھا
ہے۔ فرمایا۔ میں نے دیکھا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرش پر چیلہ مارے بیٹھے
ہیں اور میں نے آپ کی ران مبارک پر سر رکھا ہوا ہے اور میں لیٹی ہوئی
ہوں۔ سامنے سے تم آگئی۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ رحیمن تمہارے کتنے
بچے ہیں۔ تم نے کہا چار لڑکیاں ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور دعا فرمائیں
اب اللہ تعالیٰ لڑکا عطا فرماوے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ اور پھر خواب
سے بیدار ہوئی۔ فجر کی نماز کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نماز پڑھا
کر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ آپ چیلہ مار کر فرش پر تشریف
رکھیں۔ حضور نے پوچھا کیوں۔ میں نے عرض کیا آپ تشریف رکھیں تو
میں بتادوں گی۔ آپ تشریف فرما ہوئے تو میں آپ کی ران پر سر رکھ کر لیٹ
گئی اور خواب سنایا اور درخواست کی کہ آپ مثیل مسیح ہیں۔ آپ دعا
کریں۔ آپ نے دعا فرمائی۔ چنانچہ اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ جب میں نے
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو نام تجویز کرنے کے لئے خط لکھا تو آپ نے محمود
احمد نام تجویز فرمایا۔ اور تحریر فرمایا کہ چونکہ یہ لڑکا میری دعا سے پیدا ہوا ہے
اس لئے نام محمود احمد رکھ دیں۔ تا یاد رہے۔

اس کے بعد رشیدہ بیگم پیدا ہوئی۔ اور اس کے بعد برخوردار مسعود احمد
خورشید نامی پیدا ہوا جس کے لئے خداوند تعالیٰ نے مجھے بھی اور میری اہلیہ

صاحبہ کو بھی بشارت دی اور مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کو بھی بشارت دی کہ قدرت اللہ کو ایک عالی دماغ لڑکا دیا جاوے گا۔ چنانچہ مسعود احمد صاحب بفضلہ تعالیٰ زندہ سلامت ہے اور انہوں نے مزید ترقی کی ہے۔ اور سلسلہ کی بڑی بڑی خدمات کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کا ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کا الہام تھا کہ قدرت اللہ کی بیوی روپوں کی ڈھیری پیش کرتی ہیں جس میں ایک لکڑی بھی ہے۔ جس کو برخوردار نے دو ہزار روپیہ نقد بشکل تھیلی کے اپنی والدہ صاحبہ کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے روبرو پیش کرکے الہام کو پورا کیا۔ جس کا ذکر رسالہ الفرقان اور رسالہ ریویو میں موجود ہے۔

اور سات ہزار روپیہ کے خرچ سے ہم دونوں کو ۵۸ء میں حج کرایا۔ اور کراچی محلہ ناظم آباد میں ساڑھے سات ہزار روپیہ کی اراضی مسجد کے واسطے ہمارے نام سے خرید کرکے سلسلہ کے حوالہ کردی۔ اور گولیمار کی مسجد کے ساتھ ایک ہال ۱۹۰۰ روپیہ میں خرید کرکے مسجد کے ساتھ شامل ہونے کو ہمارے نام سے وقف کردیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے ۱۲ سیٹ ہمارے اور اپنی اولاد کے لئے خرید کئے جو ۱۶۰ روپیہ فی سیٹ خرید کئے۔ اور ۱۳ سیٹ کتب ہائے مذکور کے غیر ممالک کے واسطے خرید کئے۔ وہ ہر چندہ میں خدا کے فضل سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

اس کے بعد برخوردار داؤد احمد پیدا ہوئے۔ والد صاحب کو ۱۹۰۴ء میں طاعون ہوئی۔ ایسا سخت حملہ تھا کہ مجھے شک تھا کہ فوت ہو جائیں گے۔ مگر اس حالت میں والد صاحب نے بتایا کہ میں فوت نہیں ہونگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ

نے بشارت دی ہے کہ تم قدرت اللہ کے دو لڑکے دیکھ کر وفات پاؤ گے۔ چنانچہ جب ۱۹۲۳ء میں مسعود احمد پیدا ہوا اور ۱۹۲۵ء میں داؤد احمد پیدا ہوا تو والد صاحب نے ان کی پیدائش پر فرمایا کہ یہ دو لڑکے ہیں جو میں نے کہے تھے۔ اور فرمایا۔ مسعود احمد صاحب کے ساتھ داؤد احمد کو چلتے پھرتے دیکھا تھا۔ چنانچہ ۱۹۲۷ء میں والد صاحب بمقام سنور فوت ہوئے اور نعش مبارک بذریعہ لاری قادیان پہنچائی گئی اور آپ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

داؤد احمد کے بعد ایک لڑکا پیدا ہو کر دو سال کے قریب عمر پا کر فوت ہوا۔ اس کے بعد برخوردار نعمت اللہ پیدا ہوا۔ اس کے بعد لڑکی میمونہ پیدا ہوئی جو چھوٹی سی فوت ہوئی۔ اس کے بعد امینہ بیگم پیدا ہوئی جو آخری بچی ہے۔ حضرت اقدس اس کو گھروڑی کہہ کر بلایا کرتے رہے ہیں۔ اور فرمایا کرتے رہے ہیں کہ تم مولوی صاحب کی آخری بیٹی ہو۔ پیٹ گھروڑ کر آئی ہیں۔